مسلسل اشاعت کا 34واں سال

ماہنامہ پاکستان

کرکٹر

اپریل 2012ء قیمت =/75 روپے

ناصر جمشید اور محمد حفیظ،
ایشیاء کپ کی سب
سے بڑی شراکت

آسٹریلیا ویسٹ انڈیز سیریز کا احوال

راہول ڈراوڈ کی
عالمی کرکٹ سے رخصتی

ویرات کوہلی .... پاکستان کے
خلاف سب سے بڑی اننگ

بنگلہ دیش کی تاریخی فتح

ایشیاء کپ میں پاکستان کی فتح

CHAMPION

27

کرکٹر

مینجنگ ایڈیٹر
ریاض احمد منصوری

بزنس منیجر لاہور
عصمت پاشا
فون: 0300-9493896

لے آؤٹ ڈیزائننگ
محمد شاہد
اسپیشل فوٹوگرافر
فاروق عثمان

بیرون ملک نمائندے
ایان ڈیوڈسن، اسٹیو دائننگ (انگلینڈ)
کین پیرس (آسٹریلیا)
ڈک برٹون (نیوزی لینڈ)
گوپیش مہرا (بھارت)
ایس ایس پریرا (سری لنکا)
بروفل جانز (ویسٹ انڈیز)

کاروباری خط و کتابت و
ترسیل زر کے لئے پتہ
ماہنامہ ''کرکٹر''
C-4، 14 کمرشل اسٹریٹ، ڈیفنس ہاؤسنگ
اتھارٹی فیز II، ایکسٹینشن، کراچی۔
فون: 35805391 (ہاٹ لائن)
فیکس نمبر: 35896269
ای میل: cricketerurdu@gmail.com

قیمت: 75 روپے

اپریل 2012ء، جلد نمبر 34، شمارہ نمبر 4

Registration No. SS-048

آپس کی بات

قارئین کرام

بنگلہ دیش کو شکست دیکر پاکستان نے اگلے دو سال کے لئے ایشین چیمپئن کا ٹائٹل اپنی سر پر سجالیا۔ مصباح الحق الیون کی یہ بڑی کامیابی کہی جاسکتی ہے جبکہ کوچ ڈیو واٹمور بھی اپنے پہلے ہی امتحان میں سرخرو ہو چکے ہیں۔ کوئی اعزاز حاصل کرنا مشکل اور اسے برقرار رکھنا اس سے بھی مشکل کام ہوتا ہے۔ عالمی چیمپئن بھارت کی مثال سامنے ہے جو کہ ورلڈ چیمپئن تو بنی مگر آج کل جو کارکردگی دے رہی ہے اس پر اسے ہر طرف سے تنقید کا سامنا ہے۔ کہنے کو بنگلہ دیش آسان ٹیم ہے مگر یہ کہنے والے یہ نہ بھولیں کہ اس ٹیم نے ایونٹ میں 2 عالمی چیمپئن ٹیموں سری لنکا اور بھارت کو مات دیکر فائنل کے لئے کوالیفائی کیا جبکہ لیگ کے اور فائنل میچ میں بھی پاکستان کو ناکوں چنے چبوائے رکھے۔ اس لئے پاکستان کی فتح آسان حریف کے خلاف فتح ہرگز نہیں کہی جاسکتی۔ تاہم پاکستان کو اس ایونٹ میں ہونے والی خامیوں پر نظر رکھنی ہوگی۔ بھارت کے خلاف میچ میں جو غلطیاں کی گئیں گو کہ ان پر ٹیم کی فائنل فتح نے پردہ ڈال دیا ہے مگر انہیں نظرانداز کرنا غلطی ہوگی مثلاً محمد حفیظ نے پہلے اوور میں وکٹ لی مگر انہیں بالنگ سے ہٹا دیا گیا۔ جبکہ حماد اعظم کو پورے میچ میں بالنگ کا موقع نہ مل سکا۔ سرفراز احمد نے ثابت کیا کہ انہیں ڈراپ کرنا کس قدر غلط فیصلہ تھا اہم میچ میں ریگولر وکٹ کیپر کے بغیر کھیلنا کونسی عقل مندی تھی ان خامیوں پر قابو پانا ہوگا ورنہ یہ قوم جس تیزی سے سر پر بٹھاتی ہے اس تیزی سے زمین پر لا پھینکتی ہے۔

ریاض احمد منصوری

کیلنڈر 2012ء

آئی سی سی ٹی 20 ورلڈ کپ 2012ء

18 ستمبر .... سری لنکا بمقابلہ زمبابوے .... ہمبن ٹوٹا
19 ستمبر .... آسٹریلیا بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
19 ستمبر .... بھارت بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
20 ستمبر .... جنوبی افریقہ بمقابلہ زمبابوے .... ہمبن ٹوٹا
21 ستمبر .... انگلینڈ بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
22 ستمبر .... سری لنکا بمقابلہ جنوبی افریقہ .... ہمبن ٹوٹا
22 ستمبر .... آسٹریلیا بمقابلہ ویسٹ انڈیز .... کولمبو
23 ستمبر .... نیوزی لینڈ بمقابلہ پاکستان .... پالیکیلی
23 ستمبر .... انگلینڈ بمقابلہ بھارت .... کولمبو
24 ستمبر .... ویسٹ انڈیز بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
25 ستمبر .... بنگلہ دیش بمقابلہ پاکستان .... پالیکیلی
27 ستمبر .... سی ون بمقابلہ ڈی ٹو .... پالیکیلی
27 ستمبر .... اے ون بمقابلہ بی ٹو .... پالیکیلی
28 ستمبر .... ڈی ون بمقابلہ سی ٹو .... کولمبو
28 ستمبر .... بی ون بمقابلہ اے ٹو .... کولمبو
29 ستمبر .... سی ون بمقابلہ بی ٹو .... پالیکیلی
29 ستمبر .... بی ون بمقابلہ سی ٹو .... پالیکیلی
30 ستمبر .... بی ٹو بمقابلہ ڈی ٹو .... کولمبو
یکم اکتوبر .... اے ون بمقابلہ سی ون .... پالیکیلی
یکم اکتوبر .... بی ون بمقابلہ ڈی ون .... پالیکیلی
2 اکتوبر .... اے ٹو بمقابلہ سی ٹو .... کولمبو
2 اکتوبر .... کوالیفائر بمقابلہ کوالیفائر .... کولمبو
4 اکتوبر .... پہلا سیمی فائنل .... کولمبو
5 اکتوبر .... دوسرا سیمی فائنل .... کولمبو
7 اکتوبر .... فائنل .... کولمبو

آسٹریلیا کا دورہ ویسٹ انڈیز

7 تا 11 اپریل .... پہلا ٹیسٹ .... برج ٹاؤن
15 تا 20 اپریل .... دوسرا ٹیسٹ .... پورٹ آف اسپین
23 تا 27 اپریل .... تیسرا ٹیسٹ .... پروویڈنس

انڈین پریمیئر لیگ

9 اپریل تا 20 مئی .... بمقام .... بھارت

جنوبی افریقہ کا دورہ انگلینڈ

19 تا 23 جولائی .... پہلا ٹیسٹ .... اوول
2 تا 6 اگست .... دوسرا ٹیسٹ .... لیڈز
16 تا 20 اگست .... تیسرا ٹیسٹ .... لارڈز
24 اگست .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... کارڈف
28 اگست .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... ساؤتھمپٹن
31 اگست .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
2 ستمبر .... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل .... لارڈز
5 ستمبر .... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل .... ناٹنگھم
8 ستمبر .... پہلا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 ستمبر .... دوسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... مانچسٹر
12 ستمبر .... تیسرا ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... برمنگھم

انگلینڈ دورہ اسکاٹ لینڈ

12 اگست .... واحد ون ڈے انٹرنیشنل .... ایڈن برگ

آسٹریلیا کا دورہ انگلینڈ

29 جون .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... لارڈز
یکم جولائی .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
4 جولائی .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... برمنگھم
7 جولائی .... چوتھا ون ڈے انٹرنیشنل .... چیسٹر لی اسٹریٹ
10 جولائی .... پانچواں ون ڈے انٹرنیشنل .... مانچسٹر

آسٹریلیا کا دورہ اسکاٹ لینڈ

23 جون .... واحد ون ڈے انٹرنیشنل .... بیلفاسٹ

ویسٹ انڈیز کا دورہ انگلینڈ

17 تا 21 مئی .... پہلا ٹیسٹ .... لارڈز
25 تا 29 مئی .... دوسرا ٹیسٹ .... ناٹنگھم
7 تا 11 جون .... تیسرا ٹیسٹ .... برمنگھم
16 جون .... پہلا ون ڈے انٹرنیشنل .... ساؤتھمپٹن
19 جون .... دوسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... اوول
22 جون .... تیسرا ون ڈے انٹرنیشنل .... لیڈز
24 جون .... ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل .... ناٹنگھم

یوراج سنگھ کی جلد صحت یابی کا امکان!

ابتدائی درجے کے سرطان میں مبتلا بھارت کے بلے باز یوراج سنگھ علاج کے آخری مرحلے کے اختتام کا انتظار کر رہے ہیں۔ بائیں ہاتھ سے بلے بازی کرنے والے کھلاڑی نے یہ اعلان معروف سوشل نیٹ ورکنگ سائٹ ٹویٹر پر اپنے پیغام میں کیا۔ بھارت کے روزنامے 'ہندوستان ٹائمز' کے مطابق یوراج گزشتہ ماہ سے امریکہ کے شہر بوسٹن میں زیر علاج ہیں اور انہوں نے گزشتہ ماہ بتایا تھا کہ ان کے پھیپھڑوں اور دل کے درمیان موجود رسولی تقریباً ختم ہو چکی ہے۔ ڈاکٹروں کا کہنا ہے کہ وہ مئی کے پہلے ہفتے تک ایک مرتبہ پھر کرکٹ میدانوں کا رخ کر پائیں گے۔ کیموتھراپی کے علاج کے دوران انہیں اپنے بالوں سے بھی محروم ہونا پڑا اور اب علاج کی تکمیل کے بعد وہ ماہ اپریل میں بحالی کے عمل سے گزریں گے۔ سرطان کی تشخیص کے بعد سے یوراج سنگھ بین الاقوامی کرکٹ کھیلنے سے محروم ہیں اور انہوں نے آخری مرتبہ نومبر میں ویسٹ انڈیز کے خلاف دو ٹیسٹ مقابلوں میں حصہ لیا تھا۔ 274 ایک روزہ بین الاقوامی مقابلوں میں 8 ہزار سے زائد رنز بنانے والے یوراج سنگھ گزشتہ عالمی کپ کے بہترین کھلاڑی قرار پائے تھے جن کی بدولت بھارت نے عالمی اعزاز اپنے نام کیا۔

پاکستانی کھلاڑیوں کو بھارتی اداکاراؤں سے فاصلہ رکھنے کی ہدایت

پاکستان کے کرکٹرز اور بھارت کی اداکاراں کی دوستی کی کہانیاں کچھ ایسی ڈھکی چھپی بات نہیں ہیں۔ ماضی میں عمران خان کے زینت امان، وسیم اکرم کے سشمیتا سین اور شعیب اختر کے سونالی باندرے کے ساتھ تعلقات کی خبریں ذرائع ابلاغ کے ذریعے ہر سو پہنچیں۔ حتیٰ کہ محسن حسن خان نے تو رینا رائے کے ساتھ شادی کر کے بھارتی فلم انڈسٹری میں اپنا مستقبل تلاش کرنا شروع کر دیا اور کرکٹ کو خیر باد کہہ دیا۔ لیکن موجودہ حالات میں ایسی دوستیاں کھلاڑیوں کی اپنی ساکھ کے لیے بہت خطرناک ثابت ہو سکتی ہیں کیونکہ حال ہی میں منظر عام پر آنے والی برطانوی اخبار سنڈے ٹائمز کی تہلکہ خیز رپورٹ کے مطابق زیادہ تر سٹے باز بالی ووڈ کی اداکاراں اور ماڈلز کے ذریعے بین الاقوامی کھلاڑیوں سے رابطہ کرتے ہیں۔ اسی لیے پاکستان کرکٹ بورڈ نے کھلاڑیوں کو بھارتی اداکاراں، گلوکاراں اور ماڈلز سے فاصلہ رکھنے کی ہدایت کی ہے۔ اس مقصد کے لیے ایک بے ضابطہ اجلاس میں پی سی بی کے ایک عہدیدار نے کھلاڑیوں کو تنازعات سے اپنا دامن بچانے کے لیے کچھ ہدایات دی ہیں۔ پی سی بی کو اندازہ ہے کہ چند کھلاڑیوں کے اب بھی بھارتی حسیناؤں کے ساتھ روابط ہیں اور وہ دبئی میں اکثر و بیشتر ان سے ملتے بھی رہتے ہیں۔ لیکن پاکستان کرکٹ بورڈ کے چیئرمین ذکا اشرف نہیں چاہتے کہ اب کسی بھی تنازع میں پاکستان کے کھلاڑیوں کا نام آئے، اس لیے ایک ان کی ہدایت پر ایک اعلیٰ عہدیدار نے کھلاڑیوں کو متنبہ کیا ہے کہ کھلاڑی اپنے تعلقات میں احتیاط برتیں، کیونکہ بھارتی ذرائع ابلاغ پاکستانی کھلاڑیوں کے حوالے سے چٹخی خبروں کی تلاش میں ہمیشہ سرگرداں رہتے ہیں اور اس کے لیے وہ زیادہ تر پاکستانی کھلاڑیوں اور بھارتی اداکاراہ کے درمیان تعلقات کو استعمال کرتے ہیں۔ ایک طرف وہ ہندوستانی لابی ہے جو پاکستان کی کرکٹ ساکھ کو ٹھیس پہنچانا چاہتی ہے تو دوسری طرف وہ اداکارائیں اور ماڈلز بھی ہیں جو سمجھتی ہیں کہ اگر وہ کسی پاکستانی کھلاڑی سے ملاقات اور تعلق کا دعویٰ کرتی ہیں تو ذرائع ابلاغ انہیں ہاتھوں ہاتھ لیں گے اور وہ نہ صرف ہندوستان بلکہ دنیا بھر میں مشہور ہو جائیں گی۔

ڈومیسٹک سیزن میں کارکردگی قومی ٹیم میں واپسی کی راہ ہموار کرے گی: فیصل اقبال

پاکستان طویل عرصے سے مڈل آرڈر میں، خصوصاً نمبر چار پر، بلے بازی کرنے والے ایک مستند کھلاڑی کی تلاش میں ہے، اگر گزشتہ دو سال کی کارکردگی کو پرکھا جائے تو یقینی طور پر ہمیں اس نمبر پر موجود کسی بلے باز کی کارکردگی میں تسلسل نظر نہیں آئے گا۔ اس کے برعکس اگر ڈومیسٹک سرکٹ پر نظر دوڑائیں تو بے شمار ایسے بلے باز ملیں گے جن کے بلے تسلسل کے ساتھ رنز اگل رہے ہیں۔ ان میں سب سے نمایاں نام فیصل اقبال کا ہے، جو گزشتہ دو سیزن سے اپنی ٹیم پاکستان انٹرنیشنل ایئر لائن (پی آئی اے) کے لیے مڈل آرڈر بلے باز کی حیثیت سے بڑی اننگز کھیل رہے ہیں لیکن اس کے باوجود سلیکٹرز کی نگاہ ان پر نہیں پڑ رہی۔ 2010 میں آسٹریلیا کے تباہ کن دورے میں آخری مرتبہ پاکستان کی نمائندگی کرنے والے فیصل اقبال کے حوصلے طویل عرصے سے نظر انداز کیے جانے کے باوجود پست نہیں ہوئے اور ان کا کہنا ہے کہ ڈومیسٹک سرکٹ میں مستقل کارکردگی ان کی قومی ٹیم میں دوبارہ واپسی کی راہ ہموار کرے گی۔

فیصل اقبال نے 2000 میں اپنے بین الاقوامی کیریئر کا آغاز کیا اور اب تک 26 ٹیسٹ اور 18 ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے کھیل چکے ہیں تاہم انضمام الحق، یونس خان اور محمد یوسف کی موجودگی کے باعث وہ ٹیم میں مستقل مقام نہ پا سکے۔ بلے بازی ان کی رگوں میں شامل ہے کیونکہ وہ پاکستان کی تاریخ کے عظیم ترین بلے باز جاوید میانداد کے بھانجے ہیں اور ان کے انداز میں میانداد کی جھلک بھی نظر آتی ہے تاہم مختلف حلقوں میں یہ بات گردش کرتی رہی ہے کہ عظیم بلے باز سے یہی تعلق انہیں مستقل نظر انداز کرنے کا سبب ہے کیونکہ چند حلقے ان کی شمولیت کو اقربا پروری سمجھتے ہیں تاہم فیصل اقبال نے ڈومیسٹک کرکٹ میں اپنی کارکردگی کے ذریعے ثابت کیا ہے کہ وہ اپنی پہچان آپ ہیں۔

ایک ویب سائٹ سے خصوصی گفتگو میں فیصل اقبال نے اپنی کارکردگی اور پاکستان کی نمائندگی کے حوالے سے اظہار خیال کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں نہ صرف گزشتہ دو ڈومیسٹک سیزنز سے مستقل رنز اسکور کر رہا ہوں بلکہ بین الاقوامی کرکٹ لیگز میں بھی اچھی کارکردگی دکھائی ہے جن میں حالیہ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کے 7 مقابلوں میں ایک سنچری اور تین نصف سنچریوں کی مدد سے بنائے گئے 700 رنز بھی شامل ہیں جبکہ امریکہ میں ہونے والی لیگ میں بھی میری کارکردگی نمایاں تھی۔ رواں سیزن میں میں نے پے در پے دو نصف سنچریاں اسکور کر کے اپنی ٹیم کے لیے فتح گر اننگز کھیلی ہیں اور مجھے امید ہے کہ یہ کارکردگی میری قومی دستے میں واپسی کی راہ ہموار کرے گی۔ بین الاقوامی کرکٹ لیگ کھیلنے کے تجربے کے حوالے سے فیصل اقبال نے کہا کہ لیگز میں بین الاقوامی کوچز کے ساتھ کام کرنے سے کافی فائدہ ہوا ہے اور بلے بازی کی مہارت میں مزید بہتری آئی ہے۔ دوسری جانب قائداعظم ٹرافی اور پینٹا گولڈ کپ کے ساتھ ساتھ قومی ون ڈے کپ میں بھی میری کارکردگی سب کے سامنے ہے اور میرا تسلسل بھی کسی سے ڈھکا چھپا نہیں ہے۔

انہوں نے کہا کہ میری خوش قسمتی ہے کہ سلیکٹرز میری کارکردگی کو دیکھ رہے ہیں، میں نے حال میں جتنی بڑی اننگز کھیلی ہیں، اس وقت سلیکٹرز بھی میدان پر موجود تھے اور یقینی طور پر مجھے اس کا فائدہ ہوگا۔ ویسے جس طرح سینئر کھلاڑیوں کو دوبارہ موقع دیا گیا ہے اسی طرح مجھے بھی دوبارہ پاکستانی دستے میں شامل کر کے ایک مرتبہ پھر اپنی صلاحیتیں دکھانے کا موقع ضرور ملے گا۔ 26 ٹیسٹ اور 18 ایک روزہ مقابلے کھیلنے والے فیصل اقبال نے کہا کہ پاکستان کے پاس باصلاحیت کھلاڑیوں کی کمی نہیں ہے، ڈومیسٹک سرکٹ میں بہت سے ایسے کھلاڑی ہیں جو ہر سیزن میں 1000 سے زائد رنز تسلسل کے ساتھ بنا رہے ہیں جبکہ ایسے بالرز بھی ہیں جو 50 سے زائد وکٹیں تواتر سے حاصل کر رہے ہیں تو یہ کہنا غلط ہوگا کہ ہمارے پاس کھلاڑی نہیں ہیں البتہ انہیں سامنے لانے اور گروم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سلسلے میں میری رائے یہی ہوگی کہ اگر تمام ڈومیسٹک میچز براہ راست نشر کیے جائیں تو شائقین و ماہرین کو کئی فتح گر کھلاڑی نظر آئیں گے اور ملکی کرکٹ کے مستقبل کے لیے یہ ایک خوش آئند قدم ہوگا۔

بنگلہ دیش کی تازہ کروٹ، دورہ پاکستان ڈانواں ڈول

وہی ہوا جس کا ہمیں گزشتہ کئی ماہ سے خدشہ تھا کہ کسی ٹیم کا، حتیٰ کہ بنگلہ دیش کا بھی، پاکستان کا دورہ کرنا اتنا آسان نہیں ہوگا اور بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے سربراہ نے وطن واپس پہنچتے ہی یہ بیان داغ دیا ہے کہ اگر بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے امپائرز و دیگر عملہ پاکستان نہ بھیجا تو وہ ٹیم کو پاکستان کا دورہ نہیں کرنے دیں گے۔ اس بیان کے ساتھ پاکستان میں کرکٹ کی واپسی کے خواہاں حلقوں میں مایوسی کی شدید لہر دوڑ گئی ہے۔ 2009 میں سری لنکا کی کرکٹ ٹیم پر حملے کے بعد سے پاکستان بین الاقوامی کرکٹ کی میزبانی سے محروم ہے۔ لیکن پاکستان کرکٹ بورڈ کی نئی انتظامیہ کی کوششوں سے اس معاملے پر کچھ پیشرفت ہوتی ہوئی نظر آئی اور بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے ایک 9 رکنی وفد نے سیکورٹی صورتحال کا جائزہ لینے کے لیے پاکستان کا دورہ کیا اور بظاہر مکمل اطمینان کا اظہار کیا۔ لیکن اس موقع پر بین الاقوامی کرکٹ کونسل آئی سی سی نے رنگ میں بھنگ ڈالتے ہوئے کہا کہ وہ میچ آفیشلز یعنی امپائرز و دیگر عملے کو پاکستان نہیں بھیجے گا کیونکہ اس کی رپورٹ کے مطابق پاکستان اب بھی بین الاقوامی کرکٹ کے لیے غیر محفوظ ہے۔ اس بیان کے ساتھ ہی دونوں ممالک

کے کرکٹ حلقوں میں کھلبلی مچ گئی اور بین الاقوامی کرکٹرز کی انجمن فیڈریشن آف انٹرنیشنل کرکٹرز ایسوسی ایشن (فیکا) نے مطالبہ کیا کہ بنگلہ دیش کا مجوزہ دورِ پاکستان فوری طور پر منسوخ کیا جائے۔ حالات کا اونٹ اس کروٹ بیٹھتے ہی بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ نے بھی آنکھیں پھیر لی ہیں اور سربراہ مصطفیٰ کمال، جو پاکستان میں حفاظتی انتظامات کے حوالے سے رطب اللسان تھے، اب کہہ رہے ہیں کہ اگر آئی سی سی میچ آفیشلز پاکستان نہیں بھیجے گا تو وہ بھی ٹیم کو دورے پر نہیں بھیجیں گے۔ مصطفیٰ کمال نے کہا کہ "آئی سی سی کا اپنا عملہ نہ بھیجنے کا مطلب ہے کہ وہ ذمہ داری اپنے سر نہیں لینا چاہتا، تو میں کس بنیاد پر اپنے کھلاڑیوں کی ذمہ داری لوں۔ میں پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی واپسی کا خواہاں ہوں لیکن یہ حفاظتی انتظامات، آئی سی سی کے معائنے اور حکومت کی منظوری سے مشروط ہے۔ اس حوالے سے ہمارے مذاکرات جاری ہیں اور جلد حتمی فیصلے کا اعلان کر دیں گے۔" لیکن بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے اس تازہ بیان سے ظاہر ہو چکا ہے کہ اب پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی فوری واپسی کے امکانات 50 فیصد بھی نہیں ہیں کیونکہ بین الاقوامی کرکٹ کونسل واضح طور پر کہہ چکی ہے کہ وہ موجودہ صورتحال میں اپنے عہدیداران کو پاکستان نہیں بھیجے گا۔

جیت کر بھی رونا سعید اجمل کا ایکشن غیر قانونی ہے: بھارتی ذرائع ابلاغ

پاکستان و بھارت کے درمیان ایک کانٹے دار مقابلہ ختم ہوتے ہی بھارتی ذرائع ابلاغ بھی انگلش و آسٹریلین میڈیا کی طرح اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آیا ہے اور اس نے سعید اجمل کے ایکشن پر اعتراضات جتانا شروع کر دیے ہیں۔ گو کہ میچ کے امپائروں کو کوئی شکایت موصول ہوئی نہ ہی بین الاقوامی کرکٹ کونسل کو باضابطہ طور پر سعید کے ایکشن پر اعتراضات سے آگاہ کیا گیا لیکن بھارت کے اخبار ٹائمز آف انڈیا نے سینئر کھلاڑیوں کا حوالہ دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ سعید اجمل کے ایکشن سے مطمئن نہیں ہیں۔ اس پوری خبر میں کوئی حوالہ درج نہیں اور نہ ہی ان کھلاڑیوں کے نام لیے گئے ہیں جو مبینہ طور پر ایکشن پر معترض ہیں۔ دوسری جانب بین الاقوامی کرکٹ کونسل نے بھی سعید اجمل کے بالنگ ایکشن کو مکمل درست قرار دیتے ہوئے اس حوالے سے تمام تر شبہات کو رد کر دیا ہے۔ بھارتی ٹیلی وژن چینل ٹائمز سے گفتگو کرتے ہوئے سی ای او ہارون لورگاٹ نے کہا کہ سعید کا ایکشن تمام تر قوانین اور اصولوں پر پورا اترتا ہے۔ ہم نے تمام تر صورتحال میں ان کے ایکشن پر نگاہ رکھی ہے حتیٰ کہ براہ راست مقابلے میں بھی ان کے ایکشن کو درست پایا ہے۔ 34 سالہ سعید اجمل، جنہیں اس وقت دنیا کا بہترین آف اسپنر سمجھا جاتا ہے، گزشتہ چند ماہ سے تنقید کی زد میں ہیں۔ سب سے پہلے دورِ ویسٹ انڈیز میں پاکستانی فتوحات میں کلیدی کردار ادا کرنے کے بعد معروف سابق کھلاڑی سر ویوین رچرڈز نے ان کے ایکشن پر اعتراض کیا اور انگلستان کے خلاف حالیہ تاریخی کلین سویپ کے بعد سابق انگلش و بھارتی گیند باز اور ذرائع ابلاغ بھی سعید کے ایکشن پر معترض دکھائی دیے۔ گو کہ بین الاقوامی کرکٹ کونسل اور متعدد آزاد اداروں نے ان کے ایکشن کو صاف قرار دیا لیکن لگتا ہے کہ ذرائع ابلاغ ان ہتھکنڈوں کے ذریعے سعید کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانا چاہتا ہے۔ بھارت کے خلاف کھیلے گئے ایشیا کپ کے میچ میں سعید اجمل نے عظیم بلے باز سچن ٹنڈولکر کی وکٹ حاصل کی تھی اور اپنی مخصوص گیند دوسرا سے بھارتی بلے بازوں کو کافی پریشان کیا۔ گو کہ بھارت یہ مقابلہ با آسانی 6 وکٹوں سے جیت گیا۔

بھارت سے شکست پر کامران اکمل افسردہ

ویرات کوہلی کا بگولا پاکستان کے عالمی معیار کے بالنگ اٹیک کو اڑا لے گیا اور بھارت نے ایشیا کپ کے اہم ترین مقابلے میں پاکستان کو شکست دے دی۔ یہ ایشیا کپ 2010 اور عالمی کپ 2011 میں ہونے والے آخری پاک بھارت مقابلوں کے بعد پاکستان کی روایتی حریف کے ہاتھوں مسلسل تیسری شکست تھی۔ آخری مرتبہ پاکستان نے ستمبر 2009 میں چیمپئنز ٹرافی کے ایک مقابلے میں بھارت کو 54 رنز سے شکست دی تھی اور اس کے بعد تینوں مواقع پر اسے شکست کا منہ دیکھنا پڑا۔ اس یادگار آخری فتح کے مرکزی کردار کئی ایسے کھلاڑی تھے جو اب قومی ٹیم کا حصہ نہیں ہیں۔ انہی میں سے ایک کامران اکمل بھی ہیں۔ وکٹ کیپر بلے باز کا کہنا تھا کہ مجھے آج بھی وہ فتح یاد ہے کیونکہ وہ میچ کوئی معمولی میچ نہیں تھا۔ آئی سی سی چیمپئنز ٹرافی تھی اور دنیا کی سرفہرست ترین کرکٹ ٹیمیں اس ایونٹ میں شریک تھیں۔ ایسے میں بھارت کے خلاف پاکستانی ٹیم نے 302 رنز بنائے جس میں شعیب ملک کی سنچری اور محمد یوسف کی نصف سنچری نے کلیدی کردار ادا کیا۔ بعد ازاں ہم نے بھارت کو 248 رنز پر آؤٹ کر دیا۔ ڈریسنگ روم میں کیا جشن کا سا سماں بندھ گیا تھا، مجھے اب بھی اچھی طرح یاد ہے، ہر کھلاڑی ان لمحات سے بھرپور انداز میں لطف اندوز ہونا چاہتا تھا۔ روایتی حریف کے خلاف اس یادگار فتح نے نہ صرف ہمارے حوصلوں کو بلند کیا بلکہ پاکستان کے عوام کے چہروں پر بھی خوشی بکھیری وہ ناقابلِ بیان لمحات تھے۔ بھارت اور پاکستان کا میچ بہت زیادہ تناؤ کے ماحول میں کھیلا جاتا ہے ہماری عوام جس طرح ہمارے لیے دعائیں کرتے ہیں اس سے ہمارا حوصلہ بہت بڑھ جاتا ہے اور ہم پوری جان لگا دیتے ہیں کہ بھارت کے خلاف ہمیں فتح ملے اور آپ دیکھ سکتے ہیں کہ پاک بھارت جتنے مقابلے ہوئے ہیں ان میں ہماری ٹیم نے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ بالکل جس طرح میں وہ فتح یاد ہے جب پاکستان نے بھارت کو چیمپئنز ٹرافی میں ہرایا تھا بالکل اسی طرح مجھے پچھلے عالمی کپ کے سیمی فائنل کی وہ شکست بھی یاد ہے جب ہم میگا ایونٹ سے باہر ہو گئے تھے۔ اس وقت پورے ڈریسنگ روم پر سکوت چھا گیا تھا، میں نام نہیں لینا چاہوں گا لیکن متعدد کھلاڑی تو اس شکست پر باقاعدہ رو پڑے تھے جبکہ ٹیم کے کھلاڑیوں سمیت تمام مینجمنٹ بھی بہت افسردہ تھی کہ ہم اتنے بڑے میچ میں اپنی قوم کی توقعات پر پورا نہیں اتر سکے اور اس شکست کا غم کئی دن تک ہمیں رہا۔ میں سمجھ سکتا ہوں کہ جس طرح موہالی میں ہونے والے عالمی کپ کے سیمی فائنل میں شکست کے بعد کھلاڑی افسردہ ہو گئے تھے، اسی طرح ایشیا کپ کے اس میچ میں بھارت کے ہاتھوں شکست کے بعد پاکستانی ٹیم کے کھلاڑی بہت افسردہ ہوں گے۔ یقین مانیں جس طرح شائقین کرکٹ کو بہت زیادہ دکھ ہوتا ہے اسی طرح ہم بھی روایتی حریف کے ہاتھوں شکست پر بہت دل گرفتہ ہوتے ہیں۔ کھلاڑی کبھی بھی نہیں چاہتے کہ پاکستانی ٹیم بھارت کے خلاف ہارے۔ لیکن اس میچ میں ہماری ٹیم نے بری کارکردگی نہیں دکھائی، پہلے بیٹنگ میں جس طرح ناصر جمشید اور محمد حفیظ نے ایک بڑی شراکت پاکستان کو قائم کر کے دی اس کے بعد یونس خان اور عمر اکمل نے بھی اس اچھے اسٹارٹ کو تیزی سے آگے بڑھایا۔ 329 رنز برا مجموعہ نہیں تھا۔ لیکن ویرات کوہلی کی اچھی اننگز کی بدولت پاکستان یہ میچ جیت نہ سکا۔ ہم بالنگ کو بھی زیادہ قصور نہیں ٹھہرا سکتے کیونکہ یہی بالنگ ہمیں جتواتی آ رہی ہے۔ ویرات کوہلی نے بلاشبہ ایک یادگار اننگز کھیلی، جس کی جتنی تعریف کی جائے اتنا کم ہے۔ اس نے بڑے اسکور کے چیلنج کو قبول کیا اور ضرورت کے مطابق اسکور آگے بڑھاتا رہا۔ ساتھ ساتھ روہت شرما کو وکٹ پر بھیجنے کا مہندر سنگھ دھونی کا فیصلہ بھی بہت اچھا تھا تاکہ وہ سعید اجمل کے اوورز آرام سے نکال لیں اور بھارت کی کوئی وکٹ نہ گرے اور یہ حکمت عملی بھی بھارت کی فتح کا سبب بنی۔ میں یہ کہنے میں کوئی عار محسوس نہیں کروں گا کہ ویرات کوہلی جس طرح دو سال سے تواتر سے پرفارمنس دے رہا ہے تو وہ اسی فارم میں رہا تو سچن ٹنڈولکر کے بعد بھارت کا دوسرا بڑا ریکارڈ ساز کھلاڑی ہوگا۔ میں شائقین کرکٹ سے درخواست کروں گا کہ وہ کسی بھی صورت میں مایوس نہ ہوں میں بھی ان کی طرح اس شکست پر کافی افسردہ ہوں لیکن ہمیں اپنی ٹیم کو سپورٹ کر کے اس کا حوصلہ بڑھانا چاہیے۔ جس طرح عوام میرے ہاتھوں میں وکٹ کیپنگ گلوز دیکھنا چاہتے ہیں بالکل میں بھی اسی طرح بے قرار ہوں کہ پاکستانی ٹیم میں جلد سے جلد واپس آؤں۔ میں نے ڈومیسٹک میں بھی بھرپور کارکردگی پیش کر کے اپنی فٹنس اور فارم دونوں ثابت کر دی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ اب جب بھی ٹیم کا انتخاب ہوگا تو سلیکٹرز ایک مرتبہ پھر ضرور موقع دیں گے۔ ایشیا کپ کے بعد پاکستانی ٹیم کا بھارت سے جب بھی مقابلہ ہوگا تو میری خواہش ہے کہ میں اس ٹیم میں شامل ہوں۔ جس طرح میرے اہل خانہ میری ٹیم میں واپسی کے لیے دعا گو ہیں، مجھے یقین ہے کہ شائقین کرکٹ بھی اسی طرح میرے لیے دعا گو ہوں گے، اور ان کی دعائیں کی بدولت میں پاکستانی ٹیم کا دوبارہ سے حصہ بن جاؤں گا۔

سلمان اور مظہر نے اسپاٹ فکسنگ معاملے میں پھنسایا، محمد عامر کا سزا کے بعد پہلا انٹرویو

کرکٹ کی تاریخ کے سب سے بڑے تنازع میں شاندار کیریئر کو گنوانے والے محمد عامر نے کہا ہے کہ انہیں سلمان بٹ اور مظہر مجید نے اس دلدل میں گھسیٹا اور انہی کی وجہ سے مجھے وہ دن دیکھنا پڑا کہ گیند کی جگہ میرے ہاتھوں میں ہتھکڑی تھی۔ اسپاٹ فکسنگ مقدمے میں کرکٹ کھیلنے پر پانچ سال کی پابندی اور چھ ماہ کی سزا بھگتنے والے نوجوان کھلاڑی نے اپنے پہلے انٹرویو میں دنیا بھر کے کرکٹ شائقین سے ایک مرتبہ پھر اپنی غلطیوں پر معافی طلب کی ہے۔ انہوں نے کہا کہ درحقیقت میں نے اپنے لیے خود مسائل کھڑے کیے۔ آئی سی سی کی تحقیقات کے دوران اقبال جرم نہ کرنا میری بہت بڑی غلطی تھی لیکن درحقیقت میں اس وقت خود میں اتنی جرات نہیں پاتا تھا۔ محمد عامر کو گزشتہ سال بدعنوانی و دھوکہ دہی کے مقدمے میں برطانیہ کی عدالت نے 6 ماہ قید کی سزا سنائی تھی۔ محمد عامر اور ان کے دو ساتھی کھلاڑیوں محمد آصف اور سلمان بٹ پر 2010ء میں انگلستان کے خلاف ایک ٹیسٹ میچ میں جان بوجھ کر نو بالز کرانے اور اس کے عوض سٹے بازوں سے رقوم وصول کرنے کا الزام تھا۔ یہ معاملہ معروف مصالحہ اخبار نیوز آف دی ورلڈ نے کھولا تھا، جو بعد ازاں خود ایک تنازع کا شکار ہو کر بند ہو گیا۔ تینوں کھلاڑیوں کو بین الاقوامی کرکٹ کونسل سے کم از کم 5،5 سال کی سزائیں پانے کے بعد برطانیہ میں ایک مقدمہ بھگتنا پڑا جہاں محمد عامر نے سماعت سے قبل ہی اعتراف جرم کر لیا جبکہ باقی دونوں کھلاڑیوں نے مقدمہ لڑنے کا فیصلہ کیا جو وہ بعد ازاں ہار گئے۔ بالآخر محمد عامر کو 6 ماہ، محمد آصف کو ایک سال اور سلمان بٹ کو ڈھائی سال قید کی سزائیں سنائی گئیں۔ عدالت نے سٹے باز مظہر مجید کو دو سال آٹھ مہینے قید کی سزا دی۔ عامر اپنی نصف سزا کی تکمیل کے بعد گزشتہ ماہ رہا ہوئے ہیں۔

معروف برطانوی چینل اسکائی اسپورٹس کو دیے گئے ایک گھنٹہ طویل انٹرویو دراصل محمد عامر کا وہ موقف تھا، جو وہ اعتراف جرم کرنے کے باعث عدالت میں پیش نہیں کر پائے تھے۔ عدالت میں عامر کی جانب سے صرف ایک تحریری بیان پیش کیا گیا تھا جس میں انہوں نے تاخیر سے اعتراف جرم کرنے اور شائقین کرکٹ کو ذہنی طور پر پریشانی معذرت خواہی طلب کی تھی۔ 19 سالہ محمد عامر نے کہا کہ یہ میری زندگی کا مشکل ترین وقت ہے اور اس دوران مجھے میرے گھر والے اور خیر خواہ مدد دے رہے ہیں جو ایک خوش آئند بات ہے۔ قید میں گزارے گئے ایام کے حوالے سے ایک سوال پر انہوں نے کہا کہ جیل ہرگز ایک اچھی جگہ نہیں ہوتی، کوئی بھی اس پر فخر محسوس نہیں کرتا کہ وہ جیل کاٹ کر آیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہاں کے لوگوں نے میرے ساتھ بہت اچھا سلوک کیا۔ انہوں نے بتایا کہ سلمان بٹ سے جب میری پہلی ملاقات ہوئی میں نے ان کا بہت اچھا تاثر لیا کیونکہ عموماً جونیئرز کی بہت زیادہ مدد نہیں کرتے لیکن سلمان بٹ کا رویہ نئے آنے والے کھلاڑیوں کے لیے بہت اچھا تھا۔ وہ ایک پڑھا لکھا اور مہذب شخص تھا اور باقی تمام سینئر کھلاڑیوں سے مختلف تھا اور کیونکہ ہم دونوں نیشنل بینک کی جانب سے کھیلتے تھے اس لیے ان سے میرا تعلق مزید بڑھ گیا اور میں انہیں اپنے بڑے بھائی کی طرح سمجھتا تھا۔ وہ بھی مجھے بھولا کہا کرتے تھے۔ سلمان بٹ ہی نے میری مظہر مجید سے ملاقات کروائی اور پہلی ملاقات میں اس کے بارے میں بھی اچھا تاثر پیدا ہوا کیونکہ وہ بھی ایک پڑھا لکھا، مہذب اور ہنس مکھ طبیعت کا بندہ تھا اور اس کے اہل خانہ بھی بہت اچھے اور صوم وصلوٰ کے پابند بھی۔ لارڈز کے تاریخی ٹیسٹ سے قبل نو بال کے حوالے سے عامر نے بتایا کہ سلمان نے مجھ سے دو مرتبہ اسپاٹ فکسنگ کے حوالے سے بات کی پہلی بار تو میں نے مذاق سمجھا اور نظر انداز کر گیا لیکن دوسری مرتبہ جب اس نے کہا تو میں نے اسے کہا کہ یہ حرام کام ہے، خود بھی اس کام کو چھوڑ دو اور میں ہرگز نہیں کروں گا۔

انٹرویو کے دوران اسپاٹ فکسنگ معاملے کا ایک نیا کردار علی بھی سامنے آیا جس کے بارے میں محمد عامر کا کہنا تھا کہ وہ سلمان بٹ کا دوست تھا جس سے میری پہلی ملاقات دبئی میں ہوئی تھی اور اس نے خود کو سلمان بٹ کے دوست کی حیثیت سے متعارف کروایا۔ عامر کا کہنا تھا کہ علی نے مجھ سے انگلینڈ میں بھی رابطہ کیا اور پھر مجھ سے موبائل نمبر نے کر میرے بینک کھاتے کی تفصیلات لیں۔ میں نے حیرانگی سے پوچھا کہ آخر بینک اکاؤنٹ کیوں چاہیے؟ اس نے کہا کہ میں بعد میں بتاؤں گا۔ لیکن اس کی باتوں نے مجھے پریشان ضرور کر دیا تھا کہ یہ بندہ چاہتا کیا ہے؟۔ میں نے اوول ٹیسٹ میں سلمان بٹ کو علی کے بارے میں بتایا تو وہ ہنسنے لگا اور کہا کہ میری علی سے کوئی بات نہیں ہوئی ہے۔ فون ریکارڈز کے مطابق اس عرصے میں علی نے عامر نے 40 مرتبہ رابطہ کرنے کی کوشش کی اور صرف دو مرتبہ ہی اسے عامر کی جانب سے جواب ملا۔ عامر نے کہا کہ اس نے کبھی علی سے کوئی پیسہ نہیں لیا۔

I don't think I even looked at the money,
I put it in the safe.

اوول ٹیسٹ میں نو بال کے بارے میں بھی عامر نے اپنی مکمل لاعلمی کا اظہار کیا اور کہا کہ اس میچ میں مجھے بہترین کھلاڑی کا اعزاز دیا گیا تھا، اور ہم نے 9 سال بعد انگلستان کے خلاف اسی کے میدان میں کوئی میچ جیتا تھا۔ لیکن اس ٹیسٹ کے بعد مجھ سے علی اور سلمان بٹ نے رابطہ کیا اور میں اتنا بے وقوف تھا کہ میں نے آئی سی سی کو نہیں بتایا۔ لارڈز ٹیسٹ سے پہلے کیا ہوا، اس بارے میں محمد عامر نے بتایا کہ 25 اگست کو ہوٹل میں مجھے مظہر کا فون آیا کہ اسے ایک ضروری بات کرنی ہے اور میں کار پارک میں آ جاؤں۔ میں تھوڑی دیر میں نیچے پہنچا، جہاں وہ اپنی گاڑی میں بیٹھا تھا اور میرے آتے ہی وہ پھٹ پڑا کہ تمہارا کیریئر داؤ پر لگ گیا ہے، تم پھنس گئے ہو، علی اور تمہاری فون کالز آئی سی سی نے ریکارڈ کر لی ہیں۔ میں نے فوراً کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں کیا لیکن مظہر کا کہنا تھا کہ تم بری طرح پھنس گئے ہو لیکن میں نے اپنے ایک دوست کے

راہول ڈریوڈ محمد عامر کی حمایت میں میدان میں کود پڑے

ماضی کے عظیم بھارتی بلے باز راہول ڈریوڈ نے محمد عامر کے حق میں بیان دے کر ان کے پلڑے میں کافی وزن ڈال دیا ہے۔ راہول ڈریوڈ نے کہا کہ اگر محمد عامر پابندی بھگتنے کے بعد ایک مرتبہ پھر کرکٹ میدانوں میں واپس آتے ہیں تو یہ بہت اچھی بات ہوگی۔ عامر ایک زبردست کھلاڑی ہے اور مجھے پوری امید ہے کہ عائد پابندی کے خاتمے کے بعد وہ ایک مرتبہ پھر بین الاقوامی کرکٹ میں واپس آئے گا۔ انہوں نے کہا کہ گو کہ اتنا طویل عرصہ کھیل سے دور رہنا اور پھر واپس آنا اتنا آسان نہیں ہوگا لیکن میں امید کرتا ہوں کہ عامر ایسا کرنے میں ضرور کامیاب ہوگا۔ 50 ٹیسٹ وکٹیں حاصل کرنے والے کم عمر ترین بالر محمد عامر محض 18 سال کی عمر میں 2010 کے دورہ انگلستان میں اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل میں پھنسے تھے اور پھر بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی طویل پابندی اور پھر برطانیہ میں دھوکہ دہی و بدعنوانی کے مقدمے میں چھ ماہ قید کی سزا کے حقدار ٹھہرے۔ ڈریوڈ نے کہا کہ کیونکہ میں کرکٹ محبت کرتا ہوں اور اس میں نئے باصلاحیت کھلاڑیوں کو آتے دیکھ کر خوشی محسوس کرتا ہوں اس لیے عامر کی پابندی پر مجھے افسوس ہوا تھا۔ یہ دنیا کے ہر کرکٹ شائق کے لیے ایک مشکل مرحلہ تھا کہ وہ ایسے نوجوان و باصلاحیت فرد کو بدقسمتی سے چند غلطیوں کا خمیازہ بھگتتا دیکھیں۔ ہم سب ان کو بالآخر کرکٹ کے میدانوں میں واپس آتے دیکھنا چاہتے ہیں اور لیکن یہ ان کے لیے ایک بڑا چیلنج ہوگا اور میں امید کرتا ہوں کہ وہ اس پر پورا اتریں گے اور اگر وہ بین الاقوامی کرکٹ میں واپس آ گئے تو یہ ایک زبردست بات ہوگی۔

ذریعے حل سے اس معاملے کو بند کروانے کا کہا ہے کہ اس معاملے میں عامر کا نام نہیں آنا چاہیے۔ اس دوران مظہر نے کہا کہ اس کے لیے تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا کہ میرے لیے میچ میں دو نو بالز کروا۔ حیرت سے سب سے پہلے میرے منہ سے کیا؟ کا لفظ نکلا لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں اتنا بے وقوف تھا کہ آئی سی سی کی رپورٹ کی دھمکی سن کر بھی وہ نو بالز کروانے پر راضی ہو گیا۔ اس دوران سلمان بھی کار کی پچھلی نشست پر آ کر خاموشی سے بیٹھ گیا تھا اور ہم دونوں کی گفتگو سن رہا تھا۔ اس ملاقات کے بعد میں پریشان ہو گیا۔ پریکٹس کے دوران سلمان نے مجھے کہا کہ کرنا ہے کہ نہیں؟ میں نے کہا مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے لیکن سلمان کا کہنا تھا کہ کچھ نہیں ہوگا۔ جس دن میچ تھا اس دن میں اپنے آپ کو کوس رہا تھا۔ یہ بے ایمانی تھی، ایسا نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن دوسری طرف میں پریشان بھی تھا کہ اگر میں نہ کروں تو میرے لیے مسئلہ نہ کھڑا ہو جائے۔ انٹرویو کے دوران عامر نے اس بات کی قطعی تردید کی کہ انہوں نے مظہر سے پیسے لینے کے لیے نو بالز کروائی تھیں اور کہا کہ کار میں ہونے والی گفتگو کے دوران ایک مرتبہ بھی پیسے کا لفظ درمیان میں نہیں آیا حتیٰ کہ مظہر نے بھی یہ نہیں کہا کہ اس نے نو بالز پر کہیں کوئی شرط لگا رکھی ہے۔ بہرحال، لارڈز میں نو بال پھینکنے سے قبل میرے لیے بہت بھیانک صورتحال تھی، میں سخت پریشانی کے عالم میں تھی۔ لیکن نو بال کر بیٹھا اور دن کے اختتام پر مظہر مجھ سے ملا، وہ اتنا خوش تھا جتنا میں وکٹ لے کر بھی نہیں ہوتا۔ اس کی حالت دیدنی تھی۔ اس نے مجھے 1500 پاؤنڈز ایک لفافے کی صورت میں دیے، میں نے کہہ دیا مجھے ضرورت نہیں ہے لیکن وہ زبردستی لفافہ دے کر چلا گیا۔ میں نے لفافہ اُٹھا کر الماری میں پھینک دیا اور پھر ان کی طرف دیکھنا بھی گوارہ نہیں کیا۔ میں اس کی خوشی کا عالم دیکھ کر ہی سمجھ گیا کہ اس نے کہیں شرط لگائی ہوگی اور بڑی رقم جیتنے کے باعث اتنا خوش ہے۔

میچ کے دوسرے روز سلمان نے یاد دلایا کہ مجھے دوسری نو بال کروانی ہے اور میں نے پریشانی کے عالم میں وہ نو بال بھی کر ڈالی۔ لیکن اس نو بال پر وقار یونس کو شک پیدا ہو گیا۔ جیسے ہی میں ڈریسنگ روم میں واپس آیا اور جوتے اُتارنے لگا کہ تو وقار نے پوچھا کہ یہ کیا کیا تم نے؟ لیکن اس سے پہلے کہ میں کچھ کہتا سلمان بٹ درمیان میں بول پڑا کہ میں نے اس کو کہا تھا کہ آگے جا کر بانسر مارو، اس میں نو بال ہو گیا ہوگا اور میں اس دوران چپ رہا۔ اگلے روز جب نیوز آف دی ورلڈ نے پورا قضیہ کھول دیا اور پولیس کے چھاپے پڑ چکے، رقوم برآمد ہو چکیں تو ڈریسنگ روم کا ماحول بہت برا ہو گیا، سب پریشان تھے۔ یہ پاکستان کرکٹ کی تاریخ کا بدترین تھا۔ افسوس اس بات کا تھا کہ ہمارے ساتھ پاکستان کا نام بھی بدنام ہو رہا تھا۔ میرے لیے یہ افسوس کا مقام تھا، ایک روز قبل میں 6 وکٹیں حاصل کرنے پر آسمانوں پر اڑ رہا تھا اور دوسرے ہی روز اس حالت میں تھا کہ مجھے لگتا تھا میں مر چکا ہوں۔ میں نے پانچ روز تک کچھ نہیں کھایا، پانی بھی میرے حلق سے نہیں اتر رہا تھا۔ میچ ختم ہونے کے بعد جب مجھے مین آف دی سیریز کے ایوارڈ کے لیے بلایا گیا تو میں نے جانے سے انکار کر دیا لیکن ہمارے سیکورٹی آفیسر مجھے زبردستی لے گئے اور وہاں میری حالت دیدنی تھی، سب لوگ میری طرف دیکھ رہے تھے۔ عامر کا کہنا تھا کہ انہوں نے کوئی کام پیسوں کے لیے نہیں کیا بلکہ ایجنٹ اور کپتان کی جانب سے اسے پھنسایا گیا اور اس کے لیے انہوں نے کہانی گڑھی کہ میں سخت مصیبت میں ہوں اور اس سے مجھے نکالنے کے لیے مجھ سے نو بالز کروائیں اور میں بے وقوفوں کی طرح ان کے کہنے پر چلتا رہا اور جب حقیقت سامنے آئی تو یوں لگا جیسے آسمان مجھ پر گر پڑا ہو۔ اگر میں پیسے کے لیے کام کرتا تو مظہر اور سلمان مجھے صاف صاف کہتے کہ نو بال کروا، اتنا پیسہ ملے گا لیکن نہیں، انہوں نے ایک کہانی گڑھی۔ انہوں نے کہا کہ کرکٹرز کو بہت پیسہ مل جاتا ہے، اتنا کہ وہ اپنی ہر خواہش پوری کر سکتے ہیں، اس لیے بے ایمانی کر کے پیسہ لینے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔ نہ ہی میرے گھر اور اساتذہ کی تربیت ایسی ہے کہ میں بے ایمانی کروں، نہ میں ایسی حرکتیں کرتا ہوں اور نہ آئندہ کروں گا بلکہ مجھے اس کام میں پھنسایا گیا۔

بین الاقوامی کرکٹ کونسل کی جانب سے 5 سال کی پابندی عائد ہونے کے بعد محمد عامر کو انگلستان میں بدعنوانی ودھوکہ دہی کے مقدمے کا سامنا کرنا تھا۔ اس حوالے سے نوجوان بالر کا کہنا تھا کہ میں نے مقدمے سے قبل ہی فیصلہ کر لیا تھا کہ اب میں نے سچ بولنا ہے اور میں نے اعتراف جرم کر لیا جس کے ساتھ میرے دل سے بہت بڑا بوجھ اتر گیا اور میں نے پرسکون محسوس کیا۔ محمد عامر نے کہا کہ پاکستان کی جانب سے بین الاقوامی کرکٹ کیریئر کا آغاز میری زندگی کا یادگار ترین لمحہ تھا لیکن برطانیہ کی عدالت میں سزا پانے کے بعد ہاتھوں میں ہتھکڑی لگنا میری زندگی کا بدترین دن تھا۔ اس روز میں نے روتے ہوئے خود سے کہا تھا کہ میں آج کے بعد کبھی کرکٹ نہیں کھیلوں گا اور نہ ہی کبھی گیند کو ہاتھ لگاؤں گا۔ حقیقت یہ ہے کہ میں نے غلط کام کیا اور اس کی سزا مجھے ملی اور میں نے یہ سبق سیکھا ہے کہ کوئی بھی شخص، چاہے وہ آپ کا کتنا ہی قریبی دوست کیوں نہ ہو، اگر وہ آپ کو غلط کام پر اُکسائے تو وہ آپ کا دوست نہیں بلکہ سب سے بڑا دشمن ہے۔ حقیقی دوست وہ ہے جو غلط کام سے روکے۔ محمد عامر نے اس تاثر کو بالکل غلط قرار دیا کہ پاکستانی کرکٹ ٹیم بحیثیت مجموعی کرپٹ ہے اور کہا ہے کہ جتنا عرصہ میں نے کرکٹ کھیلی ہے میں نے ہر کھلاڑی کو بہت اہل پایا ہے، ایک آدھ بندے کی وجہ سے پوری ٹیم کو قصوروار قرار نہیں دیا جا سکتا۔ محمد عامر نے کہا کہ دیر آید درست آید، لیکن اگر مجھے شروع میں عقل آ جاتی تو میں اس وقت پاکستانی ٹیم کی طرف سے کھیل رہا تھا۔

انٹرویو کے آخر میں انہوں نے ایک مرتبہ پھر شائقین کرکٹ سے معذرت طلب کی اور کہا کہ میں ان کے اعتماد کو ٹھیس پہنچانے پر بہت معذرت خواہ ہوں۔ میری اس حرکت سے کرکٹ کی ساکھ کو بھی بہت نقصان پہنچا اس لیے میں صرف پاکستانی نہیں بلکہ دنیا بھر کے شائقین سے معافی کا خواستگار ہوں۔ انہوں نے نوجوان کھلاڑیوں کے لیے پیغام دیا کہ جب کوئی انہیں غلط کام کرنے پر آمادہ کرے تو وہ کسی بڑے کو بتائیں۔ انہوں نے کہا کہ فکسنگ میں پھنسانے والے لوگ گن پوائنٹ پر کام نہیں کرواتے بلکہ دوستیاں کرتے ہیں اور تحفے تحائف اور تعلقات کے ذریعے آپ سے کام نکلواتے ہیں۔

پابندی میں کمی نہیں ہوگی، مرتحیم پر توجہ دے: ہارون لورگاٹ

اسپاٹ فکسنگ تنازع میں ملوث ہونے کے باعث پانچ سال کی پابندی بھگتنے والے محمد عامر کا نام اس وقت زبان زد عام ہے کیونکہ انہوں نے چند روز قبل ایک ٹی وی پروگرام پر اپنا پہلا انٹرویو دیا ہے جس کے بعد سے یہ کرکٹ حلقوں میں ان کے حوالے سے بہت خبریں گردش کر رہی ہیں خصوصاً ایک افواہ جو بہت زیادہ گرم ہے کہ ان پر عائد پابندی نرم کر دی جائے گی اور وہ کچھ عرصے میں ایک مرتبہ پھر بین الاقوامی کرکٹ کھیلنے کے اہل ہوں گے لیکن بین الاقوامی کرکٹ کونسل کے چیف ایگزیکٹو ہارون لورگاٹ نے ایسی تمام افواہوں کا گلا گھونٹ دیا ہے جنہوں نے دوٹوک الفاظ میں کہا ہے کہ محمد عامر پر لگائی گئی پابندی کم نہیں کی جائے گی۔ گفتگو کرتے ہوئے ہارون لورگاٹ نے کہا کہ محمد عامر آئی سی سی ٹریبونل کی جانب سے عائد کردہ پابندی میں کمی کے بجائے اپنی توجہ بحالی کے عمل اور تعلیم و تربیت پر رکھے تو بہتر ہوگا۔ آئی سی سی کے قوانین پانچ سالہ پابندی کم کرنے کی اجازت ہی نہیں دیتے اس لیے عامر کو اس کے بارے میں سوچنے کے بجائے فیصلے کا احترام کرنا چاہیے۔

لورگاٹ کا کہنا تھا کہ آئی سی سی ٹریبونل کی جانب سے دی گئی سزا محمد عامر کی اصلاح اور ان کے ذریعے دیگر کھلاڑیوں کی تربیت کے لیے تھی۔ انہوں نے کہا کہ اگر عامر دوحہ میں ہونے والی آئی سی سی ٹریبونل کی کارروائی کے دوران ہی اعتراف جرم کر لیتے تو ان کے لیے معاملات آسان ہو جاتے کیونکہ اس صورت میں ہوسکتا تھا کہ ٹریبونل کا فیصلہ مختلف ہوتا۔ ہم نے عامر کو بہت مواقع دیے لیکن بدقسمتی سے انہوں نے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اور مجھے اس بات کا بہت افسوس ہے۔ انہوں نے کہا کہ اب آئی سی سی، پی سی بی اور عامر کو اس امر کو یقینی بنانے کے لیے مل کر کام کرنا چاہیے کہ مستقبل میں کوئی کھلاڑی بدعنوانی کی دلدل میں نہ گرے۔

مشفق الرحیم ...... کپتانی اس کی پرفارمنس پر اثر انداز نہ ہو سکی

چھوٹے قد کا مالک مشفق الرحیم 2005ء کے انگلینڈ ٹور میں وائلڈ کارڈ انٹری کی حیثیت میں شریک ہوا تو کسی کو یہ توقع نہ تھی کہ یہ کھلاڑی اگلے 5 سال بعد ٹیم کی قیادت سنبھال لے گا۔ دورے کے 16 کھلاڑیوں میں اسی کا نام شامل تھا جہاں 2 ٹیسٹ اور 6 ون ڈے میچز انگلینڈ اور آسٹریلیا کے خلاف کھیلنا تھے۔ جبکہ اس کا نام 20 کھلاڑیوں کی فہرست میں بھی شامل نہ تھا۔ مشفق الرحیم کو وکٹ کیپر خالد مشہود کی جگہ ٹیم میں طلب کیا گیا اور واضح مقصد نوجوان خون کی ٹیم میں شمولیت تھا۔ وہ 2005ء میں زمبابوے کے خلاف اے ٹیم سے کھیلتے ہوئے اچھی پرفارمنس پیش کر چکا تھا جہاں پہلے ٹیسٹ میں اس کے بیٹ سے جنم لینے والی سنچری بھی شامل تھی جبکہ وہ اس سے قبل پچھلے سال انگلینڈ انڈر 19 ٹیم کے خلاف بھی عمدہ کارکردگی پیش کر چکا تھا۔ ناٹنگھم میں 88 رنز کی اننگز بھی وہاں قابل ذکر رہی۔ سیکس کے خلاف پہلی فرسٹ کلاس نصف سنچری بنگلہ دیش کی شکست کا مداوا کرنے میں تھوڑا کامیاب رہی۔ جبکہ اگلے ہی میچ میں اس نے نارتھمپٹن شائر کے خلاف پہلی تھری فیگر اننگز 115 رنز کی جڑ دی اور انہی باریوں نے اس کی ٹیم میں وکٹ کیپر بلے باز کی حیثیت میں جگہ مستحکم کی۔ لارڈز کے میدان پر اس نے ٹیسٹ کیریئر کا آغاز کیا تو وہ گنے چنے کم عمر ترین کھلاڑیوں کی فہرست میں شامل ہو چکا تھا۔ پہلی اننگز میں بنگلہ دیش کے 3 کھلاڑی ڈبل فیگر میں داخل ہو سکے جن میں ایک مشفق الرحیم بھی تھا۔ ٹخنے کی انجری نے اسے دوسری ٹیسٹ میں شرکت سے محروم رکھا۔ فروری 2006ء میں یوتھ ورلڈ کپ میں اس نے بنگال ٹیم کی قیادت سنبھالی اور ایونٹ میں پانچویں نمبر پر بنگلہ دیش کی ٹیم کو پہنچایا۔ سری لنکا کے خلاف ٹیسٹ میچ کھیلنے کے بعد وہ چند ماہ کے لئے سائیڈ لائن پر بیٹھا رہا۔ تاہم دسمبر میں زمبابوے کے خلاف ہوم سیریز کے آخری دو ون ڈے میچوں کے لئے اسے قومی ڈیوٹی پر طلب کیا گیا فروری 2007ء میں اس نے زمبابوے کے خلاف اپنی دوسری نصف سنچری اسکور کی او ریہی کامیابی اسے ٹیم میں نمبر ون وکٹ کیپر کی حیثیت میں شامل کرا گئی جو کہ ورلڈ کپ 2011ء کے لئے بنگال ٹائیگر میں خالد مشہود کی جگہ شامل کیا گیا۔ مشفق الرحیم نے موقع کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وکٹوں کے پیچھے اپنی چابکدستی کا عمدگی سے مظاہرہ کرتے ہوئے ٹیم میں جگہ مستحکم کی۔ جبکہ بطور بیٹسمین بھی اس کی نشوونما ہونا شروع ہو چکی تھی۔

مشفق الرحیم نے ٹیسٹ اور ون ڈے کرکٹ میں دباؤ میں عمدہ اننگز کھیل کر خود کو ایک مستند بلے باز تسلیم کرایا۔ 2009ء میں اس کی فارم دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی اور زمبابوے کے ٹور پر وہ اپنی پہلی سنچری کے نزدیک آ کر محروم ہوا۔ جنوری 2010 میں بھارت کی مضبوط ٹیم کے خلاف اس کی ٹیسٹ سنچری نے ثابت کیا کہ وہ کس پائے کا بلے باز بن چکا ہے جو کہ بنگلہ دیش کی جانب سے تیز ترین سنچری بھی قرار پائی۔ 2011ء میں زمبابوے کے خلاف غیر متوقع شکستوں کے بعد اسے بنگال ٹیم کی قیادت سونپی گئی اور شکیب الحسن سے قیادت کا تاج لے کر اس کے سر پر سجایا گیا۔ مشفق الرحیم نے قیادت کو اپنی کارکردگی پر اثر انداز نہ ہونے دیا اور دباؤ میں کھیلی گئی اننگز اس کی مثال ہیں۔ 28 ٹیسٹ میں 1480 رنز 29.01 کی اوسط سے اس نے بنا رکھے ہیں' 101 بہترین اسکور واحد سنچری بھی ہے۔ جبکہ 9 نصف سنچریاں بھی اس کے بلے سے وجود میں آئیں۔ 41 کیچ اور 9 اسٹمپڈ ٹیسٹ کرکٹ میں اس کے کریڈٹ پر ہیں جبکہ بھارت کے خلاف ایشیا کپ کے میچ کے اختتام تک وہ 106 ون ڈے انٹرنیشنل میچوں میں 2036 رنز 25.77 کی اوسط سے بنا چکا تھا اور 101 اس کا بہترین اسکور ون ڈے میں واحد سنچری بھی رہی جبکہ 10 نصف سنچریاں بھی اسکور کیں۔ [illegible] کیچ اور 30 اسٹمپڈ بھی اس کے کھاتے میں جمع تھے جبکہ 17 ٹی ٹوئنٹی انٹرنیشنل میچوں میں 136 رنز [illegible] 13 کی اوسط سے بنائے۔ *41 بہترین اسکور رہا اور 9 کیچ 8 اسٹمپڈ کئے۔ مشفق الرحیم نے پہلی [illegible] نصف سنچری سری لنکا کے خلاف اپنے تیسرے ٹیسٹ میں جولائی 2007ء میں 80 رنز کی اننگز کی صورت میں بنائی۔ کولمبو میں کھیلے گئے پہلے ٹیسٹ میں سری لنکا کے خلاف بنگالی ٹیم پہلی اننگز میں محض 62 رنز بنا سکی تھی اور مشفق کا حصہ 9 رنز کا تھا۔ سری لنکا نے 6 وکٹوں پر 451 رنز بنا کر اننگز ڈیکلیئر کر دی تو 69 رنز پر 5 وکٹیں اگلی اننگز میں بنگلہ دیش کی گر چکی تھیں۔ تاہم محمد اشرفل 129 کے ہمراہ مشفق الرحیم نے 80 رنز کی باری سے چھٹی وکٹ پر 191 رنز جوڑے۔ جبکہ سری لنکن اٹیک چمندا واس' مرالی دھرن' لیستھ مالنگا جیسی ٹرائیکا پر مشتمل تھا۔ تاہم اس کے باوجود بنگلہ دیشی ٹیم اننگز اور 90 رنز سے میچ ہار گئی۔

اکتوبر 2008ء میں مشفق کی نیوزی لینڈ کے خلاف چٹا گانگ ٹیسٹ میں 79 رنز کی اننگز سامنے آئی۔ 44 رنز پر 4 وکٹیں گرنے کے بعد مشفق نے محراب حسین 83 کے ہمراہ پانچویں وکٹ پر 144 رنز جوڑ کر اس کو قابل قدر مجموعے تک پہنچایا۔ جبکہ دوسری اننگز میں بھی 32 رنز سکور کئے تاہم فتح نیوزی لینڈ کے نام 3 وکٹ سے رہی۔ نومبر 2008ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف اس نے پھر 65 رنز کی باری کھیلی جبکہ اسی سال دسمبر میں سری لنکا کے خلاف 65 رنز کی باری بھی اس کے بیٹ سے جنم میں آئی۔ جنوری 2010ء میں چٹا گانگ میں بھارت کے خلاف وہ پہلی ٹیسٹ سنچری جڑنے میں کامیاب رہا جبکہ پہلی اننگز میں 44 رنز بھی وہ بنا چکا تھا۔ 135 کے مجموعے پر 5 وکٹیں گرنے کے بعد وہ گراؤنڈ میں آیا اور 301 کے مجموعے پر گرنے والی آخری وکٹ تھا جہاں بنگلہ دیش 415 رنز کے ہدف کا تعاقب کر رہا تھا اور یہ اننگز بلاشبہ قابل قدر اننگز تھی۔ انگلینڈ کے خلاف مارچ 2010ء میں چٹا گانگ ٹیسٹ میں اس کی 79 اور 95 رنز کی باریاں ٹیم کو شکست سے نہ بچا سکیں اکتوبر 2011ء میں چٹا گانگ ٹیسٹ میں پہلی اننگز میں بنگلہ دیش کے 350 رنز کے مجموعے میں اس کا حصہ ٹاپ اسکورر 68 رنز رہا۔ جبکہ ٹیسٹ میچ بھی ڈرا پر اختتام ہوا۔ ڈھاکہ میں بھی 69 رنز کی باری اس نے تخلیق کی۔ پاکستان کے خلاف دسمبر 2011ء میں کھیلی گئی 2 ٹیسٹ کی سیریز میں بھی وہ 4' 49' 40 اور 53 رنز کی قابل ذکر باریاں کھیلنے میں کامیاب رہا۔ ون ڈے انٹرنیشنل میں پہلی مرتبہ وہ 9 فروری 2007ء کو 42 رنز کی باری سے ہرارے میں زمبابوے کے خلاف خود کو بطور بیٹسمین سامنے لانے میں کامیاب رہا جبکہ اگلی باری بھی اس نے اگلے ہی روز زمبابوے کے خلاف 57 رنز کی کھیل ڈالی۔ مارچ 2007ء میں بھارت کے خلاف ورلڈ کپ کے میچ میں وہ پورٹ آف اسپین میں 56 ناقابل شکست رنز بنا کر ایک مرتبہ پھر کامیاب بلے باز خود کو ثابت کر رہا تھا جبکہ اگست 2009 ء میں زمبابوے کے خلاف بلاوایو میں وہ 98 رنز کی باری کھیل کر محض 2 رنز کی کمی سے سنچری نہ بنا سکا۔ اگلے ہی میچ میں جو کہ 27 اکتوبر 2009ء کو ڈھاکہ میں زمبابوے کے خلاف تھا وہ 56 رنز کی اننگز کھیلنے میں کامیاب رہا۔ 8 فروری 2010ء کو مشفق نے نیوزی لینڈ کے خلاف ڈینڈن میں پھر 86 رنز کی باری کھیلی جبکہ 2 مارچ 2010ء کو انگلینڈ کے خلاف ڈھاکہ میں 76 رنز کی باری اس کے بیٹ سے جنم میں آئی۔ اگلے میچ میں بھی اس نے 40 قابل قدر رنز بنائے۔ 2 دسمبر 2010 کو زمبابوے کے خلاف ڈھاکہ میں اس نے 63 ناقابل شکست رنز اسکور کئے جبکہ 9 اپریل 2011ء کو آسٹریلیا کے خلاف ڈھاکہ میں 44 ناقابل شکست رنز بنانے کے دو دن بعد اگلے ہی میچ میں کینگروز کے خلاف 81 ناقابل شکست رنز اسکور کر ڈالے۔ 12 اگست 2011 کو زمبابوے کے خلاف ہرارے میں 59 رنز بنائے اور 4 دن بعد زمبابوے کے خلاف ہرارے میں ہی کیریئر کی پہلی سنچری 101 رنز کر ڈالی۔ 15 اکتوبر 2011ء کو ویسٹ انڈیز کے خلاف ڈھاکہ میں 69 رنز بنائے اور آخری میچ میں جو کہ اس مضمون کے تحریر کئے جانے تک انہوں نے کھیلی بھارت کے خلاف ایشیا کپ کے میچ میں یادگار 46 ناقابل شکست کی اننگز تھی۔ جس کی بدولت وہ اپنی ٹیم کو کامیابی دلانے میں نمایاں رہے۔

مشفق الرحیم کی بطور کپتان بیٹنگ میں زیادہ نکھار آیا ہے اور وکٹوں کے پیچھے وہ چابکدستی سے اپنے فرائض سر انجام دے رہا ہے امید کی جاسکتی ہے کہ یہ نوعمر کھلاڑی ابھی مزید کئی برس ٹیم کی خدمات انجام دے سکتا ہے۔ (کے یو)

کلنٹ میک کے...... آسٹریلین اسکواڈ میں جگہ بنانے کیلئے کوشاں

کینگروز سرز مین اس معاملے میں خوش قسمت کہی جاسکتی ہے کہ اسے ''فاسٹ بالرز'' کے شعبے میں کبھی خلا محسوس نہیں ہوا۔ ڈینس للی' جیف تھامسن' ٹیری آلڈرمین' گلین میک گراتھ' جیف لاسن جوکہ ایک کے بعد ایک سینئر بالرز کا خلا پُر کرتے رہے۔ بریٹ لی نے اگر خود کو دنیائے کرکٹ میں نمایاں کیا تو ان کی جگہ لینے کے لئے ڈگ بولنجر' مچل جانسن تیار کھڑے دکھائی دیئے اور اب ایک نیا نام کلنٹ میک کے ہے جس نے ٹرائنگولر سیریز کے فائنل میں ایک کم اسکور کے دفاع میں آسٹریلیا کو نہ صرف میچ میں ٹورنامنٹ کی فاتح ٹیم کی حیثیت میں سرخروئی کا موقع فراہم کرنے میں نہ صرف بالنگ جبکہ بیٹنگ میں بھی اپنا کردار بخوبی نبھایا۔

2009ء میں ویسٹ انڈیز کے خلاف اسے تا حال پرتھ ٹیسٹ میں شرکت کرنے کا واحد موقع دیا گیا جہاں پہلی اننگز میں وہ 14 اوورز میں 35 رنز کے عوض کوئی وکٹ لینے میں ناکام رہا جبکہ دوسری اننگز میں بھی اتنے ہی اوور میں 56 رنز کے عوض اسے ایک وکٹ ہاتھ آئی جس کے بعد وہ دوبارہ ٹیسٹ کرکٹ میں واپسی میں ناکام رہا۔ تاہم دو سال کے عرصے میں اسے 23 ون ڈے میچز میں ضرور موقع دیا گیا اور وہ اپنی اہمیت بیشتر میچوں میں منوانے میں کامیاب رہا۔ کلنٹ میک کے کو آسٹریلیا اے کی جانب سے عمدہ کارکردگی کا صلہ پرتھ میں دسمبر 2009ء کیریبین ٹیم کے خلاف نمائندگی کے ذریعے دیا گیا جہاں اس نے واحد وکٹ دنیش رام دین کی وکٹیں بکھیر کر حاصل کی۔ تاہم اس کے بعد اس کی خدمات محض ون ڈے انٹرنیشنل کرکٹ تک محدود کردی گئیں کلنٹ میک کے ہردم فٹ دکھائی دیتا ہے جبکہ اسے فاسٹ بالنگ کے شعبے میں آسٹریلیا کے بیشتر فاسٹ بالرز سے مقابلے کا سامنا ہے۔ پرتھ میں پاکستان کے خلاف 4/35 کی کارکردگی نے اسے یارکشائر کے لئے ٹی ٹوئنٹی فارمیٹ کے کنٹریکٹ میں بڑی مدد فراہم کی جو کہ اس نے 2010ء میں کھیلا۔ 2008-09ء کے شیفلڈ سیزن میں کلنٹ میک کے نے اپنی ٹیم وکٹوریہ کی فتوحات میں اہم کردار ادا کیا۔ 21.42 کی اوسط سے حاصل کی گئی 33 وکٹیں ایونٹ میں اسے چھٹے نمبر پر سرفہرست بالرز میں شمار کیے ہوئے تھیں۔ فائنل میں کلنٹ میک کے نے پہلی مرتبہ اننگز میں پانچ یا زائد وکٹیں اور دوسری اننگز میں بھی 3 وکٹیں گرا کر خود کو نمایاں رکھا۔ ایف آر کپ میں بھی 34.58 کی اوسط سے 12 وکٹیں اس کی صلاحیتوں کا اظہار کررہی تھیں۔ اسی کارکردگی نے اسے خود کو سلیکٹرز کی نگاہوں کا مرکز بننے پر مجبور کیا اور آسٹریلیا اے کی جانب سے اسے پاکستان کے خلاف 2009ء کی ہوم سیریز میں موقع دیا گیا۔ اپنے پہلے غیر سرکاری ٹیسٹ میں اس نے 6/75 کی متاثر کن کارکردگی دینے کے بعد اگلی باری میں 2 مزید وکٹیں حاصل کرکے میچ میں شکاروں کی تعداد 8 کر ڈالی۔ اس کارکردگی کے باعث اسے بھارت کا دورہ کرنے والی آسٹریلیا ٹیم میں شامل کیا گیا اور حیدرآباد دکن میں 5 نومبر 2009ء کو اس نے اپنے پہلے ون ڈے انٹرنیشنل میچ میں 10 اوور کے کوٹے میں 59 رنز کے عوض 3 وکٹیں لیں جبکہ اگلے میچ میں بھی اسے موقع دیا گیا تو کوٹے کے اوور میں وہ 44 رنز کے عوض کوئی وکٹ نہ لے سکا۔ دو ماہ بعد جنوری 2010ء میں اسے پاکستان کے خلاف برسبین میں موقع ملا تو 61 رنز کے عوض وہ 3 وکٹیں حاصل کرسکا تاہم سڈنی میں محض 7.3 اوورز میں محض 15 رنز کے عوض
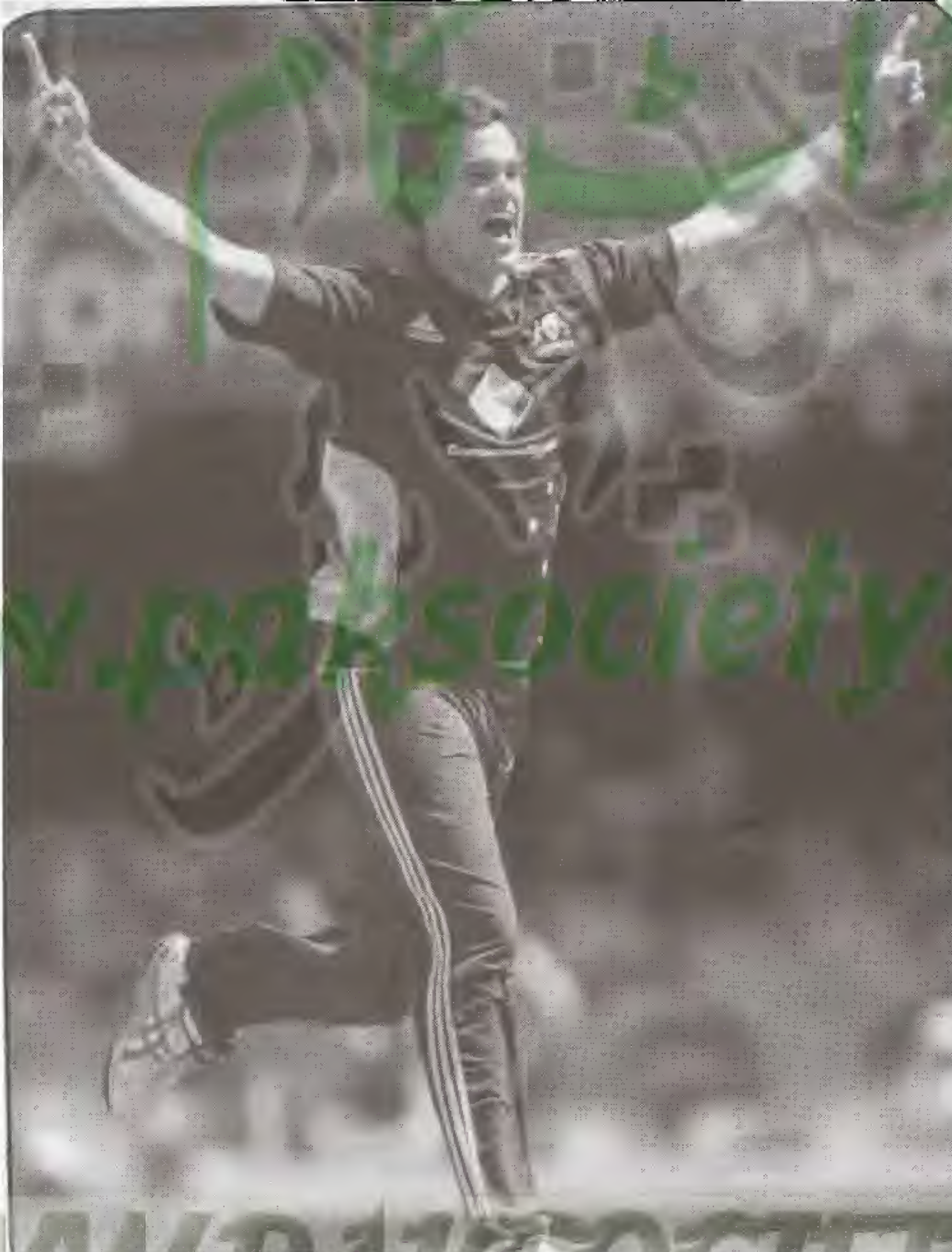
3 وکٹیں لیں جبکہ اگلے میچ میں بھی اسے موقع دیا گیا تو کوٹے کے اوور میں وہ 44 رنز کے عوض کوئی وکٹ نہ لے سکا۔ 2 ماہ بعد جنوری 2010ء میں اسے پاکستان کے خلاف محض 15 رنز کے عوض 3 وکٹیں گرانے کے بعد اس نے ایڈیلیڈ میں 3/48 کی کارکردگی دی۔ پرتھ میں 7 اوور میں 16 رنز کے عوض ایک وکٹ حاصل کرنے کے بعد پرتھ میں اس نے گرین شرٹس کی 4 وکٹیں محض 35 رنز کے عوض گرائیں۔ ایڈیلیڈ میں کیریبین کے خلاف 2/33 کی کارکردگی کے بعد میلبورن میں اسے 35 رنز کے عوض ایک وکٹ مل سکی تاہم پورے ایونٹ میں اس کی کارکرگی اس کے آنے والے روشن مستقبل کی نشاندہی کررہی تھی۔

مارچ 2010ء میں اسے کیویز کے ٹور میں ویلنگٹن کے ون ڈے میچ میں موقع ملا تو 10 اوور میں 57 رنز کے عوض وہ 2 ہی وکٹ حاصل کرسکا۔ آئرلینڈ کے خلاف جون 2010ء میں ڈبلن میں کھیلے گئے میچ میں وہ 6 اوور میں 39 رنز دیکر کوئی وکٹ حاصل نہ کرسکا۔ 24 جون کو اسے انگلینڈ کے خلاف کارڈف کے ون ڈے میچ میں موقع دیا گیا مگر وہ 9.2 اوور میں 60 رنز دیکر وکٹ سے محروم رہا۔ اکتوبر 210ء میں آسٹریلین ٹیم کے بھارتی ٹور میں اسے وشاکھاپٹنم میں کھیلے گئے ون ڈے میچ میں 55 رنز کے عوض 3 وکٹیں حاصل ہوئیں۔ نومبر میں سری لنکا کے خلاف سڈنی اور برسبین میں کھیلے گئے ون ڈے میچوں میں وہ پہلے میچ میں 42 رنز کے عوض کوئی وکٹ نہ لے سکا تاہم اگلے میچ میں 33 رنز کے عوض 5 وکٹیں گرا کر اس نے ناکامی کا ازالہ کیا۔ حالیہ کھیلی گئی ٹرائنگولر سیریز میں میلبورن میں بھارت کے خلاف میچ میں 4.4 اوور میں 20 رنز کے عوض 4 وکٹیں اس کی فارم میں واپسی کا اعلان تھیں پرتھ میں سری لنکا کے خلاف وہ 50 رنز کے عوض ایک ہی وکٹ حاصل کرسکا۔ ایڈیلیڈ میں بھارت کے خلاف 53 رنز کے عوض ایک مرتبہ پھر اسے 3 وکٹیں ملیں سڈنی میں سری لنکا کے خلاف وہ 1/23 کی کارکردگی دے سکا تو بھارت کے خلاف بھی اسی گراؤنڈ پر 1/27 کی کارکردگی سامنے آسکی۔ میلبورن میں سری لنکا کے خلاف 0/39 اور ایڈیلیڈ میں 0/51 کی ناکامی کا ازالہ اس نے ٹرائنگولر سیریز کے تیسرے میچ میں 5/28 کی کارکردگی دے کر کیا جہاں کینگروز کی ٹیم ایونٹ کی فاتح ٹیم بن کر باہر نکلی۔

کلنٹ میک کے کو ٹی ٹوئنٹی کرکٹ میں تا حال واحد موقع مل سکا جہاں 31 اکتوبر 2010ء کو اس نے سری لنکا کے خلاف پرتھ میں کھیلے گئے میچ میں کوٹے کے 4 اوور میں 19 رنز کے عوض کوئی وکٹ حاصل نہ کی۔ تاہم اکنامی ریٹ اس کے ٹی ٹوئنٹی میچوں کے لحاظ سے بہت بہتر کہا جاسکتا تھا۔ 32 فرسٹ کلاس میچوں میں 27.10 کی اوسط سے 114 وکٹیں اس کے مستقبل کی نشاندہی ضرور کرتی ہیں جہاں اننگز میں 4 وکٹیں 8 مرتبہ اور 3 مرتبہ اننگز میں 5 یا زائد وکٹیں حاصل کی گئیں۔ جبکہ 3 نصف سنچریوں سے اسکور کیے گئے 732 رنز اس کی آنے والی کرکٹ میں اسے ایک آل راؤنڈرز کے روپ میں نمایاں کرتے دکھائی دے رہے ہیں۔ کلنٹ میک کے آنے والی کرکٹ میں یقینی طور پر آسٹریلوی اسکواڈ کا مستقل حصہ بن سکتا ہے جہاں اسے فی الحال مچل جانسن' ڈگ بولنجر' ڈینئیل کرسٹیان' بین ہیلفن ہاس اور جیمز پیٹنسن سے مقابلے کا سامنے رہے گا۔ (کے یو)

کلنٹ میک کے
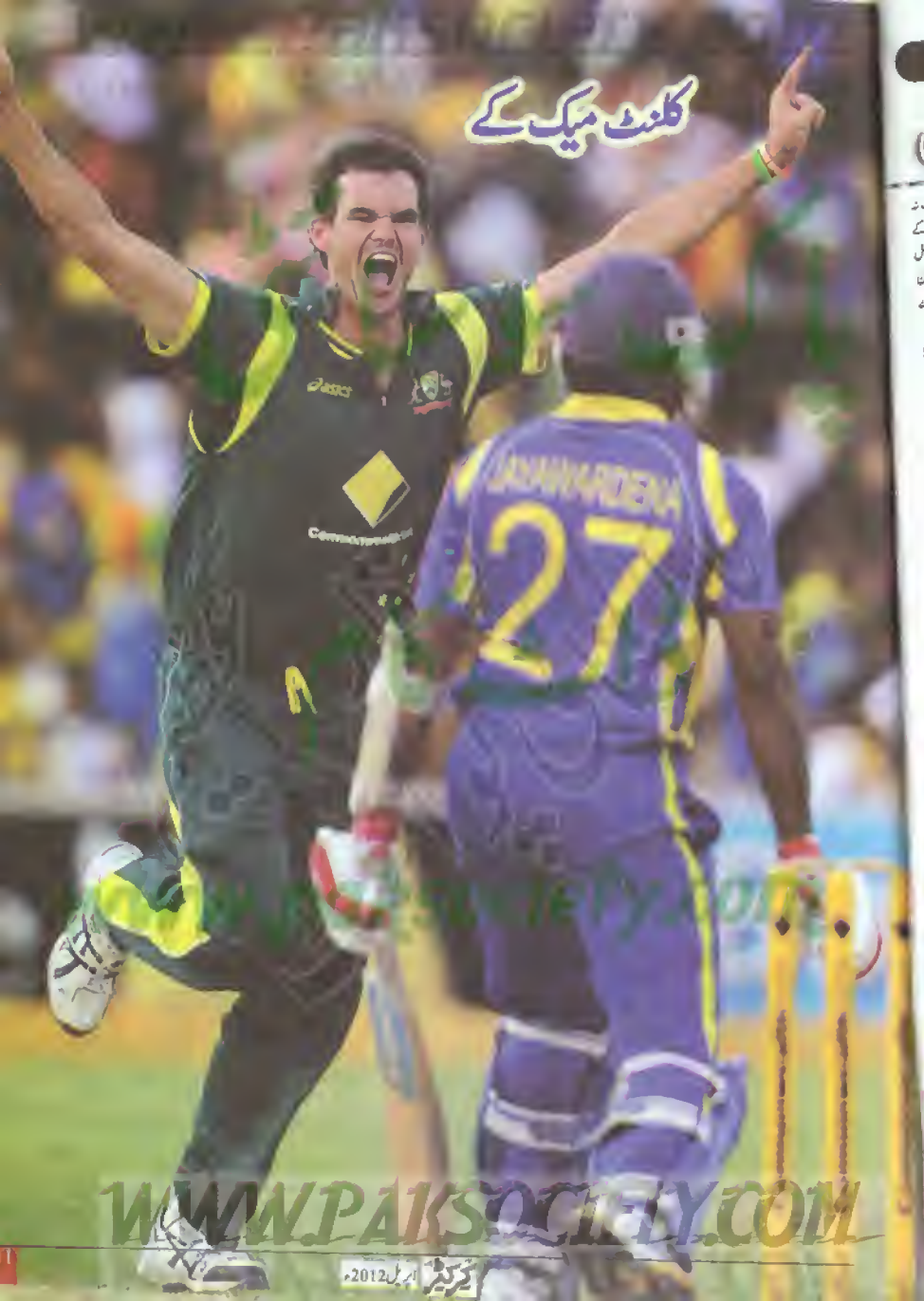
محمد عامر کی ایک سزا ختم، پابندی کے خلاف اپیل نہ
کرنے کا فیصلہ..... کرکٹ کیریئر پر سوالیہ نشان؟

جیسی کرنی ویسی بھرنی یہ تو بڑا پرانا محاورہ ہے مگر لگتا ہے کہ اس کا مطلب سود سمیت فاسٹ بالر محمد عامر کو خوب سمجھ آ گیا ہوگا جن کی مشکلات کا دور جلد ختم ہونے کا امکان کم ہی لگتا ہے۔ ڈورسیٹ کے ینگ آفنڈر انسٹی ٹیوٹ یعنی "جیل" سے رہائی کے بعد وہ پاکستان واپسی میں تو کامیاب ہو گئے ہیں مگر "درپردہ" کی جانے والی ڈیل کے مضر اثرات نے اب سر اٹھانا شروع کر دیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے سزا میں نرمی کی شرط پر اس وقت اپنا جرم قبول کر لیا جب وہ مسلسل اپنے بے قصور ہونے کی دہائیاں دے رہے تھے۔ انہوں نے "اعتراف" کر کے اس وقت تو اپنے لئے راستہ آسان کر لیا مگر ساتھی کھلاڑی سلمان بٹ اور محمد آصف کو بھی لے ڈوبے۔ خیال تھا کہ آئی سی سی کی جانب سے عامر کے لئے نرم گوشہ کارآمد ثابت ہوگا اور غلطی قبول کرنے اور سزا کی تکمیل پر ان کے لئے مزید رعایت اور نرمی کا اعلان کیا جائے گا مگر آئی سی سی نے یہ بیان دے کر امید کی کرن کے آگے آہنی دیوار کھڑی کر دی ہے کہ "محمد عامر ثالثی عدالت میں سزا کم کرنے کی اپیل نہیں کریں گے کیونکہ انہوں نے پہلے ہی تحریری طور پر یقین دہانی کرا دی تھی کہ وہ سزا کے خلاف عدالت میں نہیں جائیں گے۔" یعنی کھیل ختم اور پیسہ ہضم......!!

فروری کا آغاز ہوتے ہی جب یہ اطلاع ملی کہ اسپاٹ فکسنگ معاملے میں سزا پانے والے محمد عامر کو جیل سے رہا کر دیا گیا ہے تو اہل وطن نہ جانے کس بات پر خوش ہو بیٹھے جیسے کھلاڑی پاکستان آتے ہی کرکٹ کھیلنا شروع کر دے گا۔ اور اس کی پابندی میں نرمی کر کے اسے کھیل میں واپسی کے لئے راہداری فراہم کر دی جائے گی۔ پی سی بی کے ایوانوں سے بھی اس نوعیت کی صدائیں بلند ہوئیں کہ محمد عامر کی کھیل میں واپسی اور مقام کی بحالی میں بھرپور مدد فراہم کی جائے گی اور سزا کی تکمیل کے بعد انہیں قومی ٹیم میں خوش آمدید کہا جائے گا مگر شاید یہ سب تصور کرنا بڑا آسان ہو مگر اس کا قابل عمل ہونا کافی مشکل ہے۔ آئی سی سی کی جانب سے محمد عامر پر پانچ سال کی پابندی عائد ہے اور یہ اتنا طویل انتظار ہے کہ کوئی بھی کھلاڑی ہمت چھوڑ سکتا ہے۔ مہر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ کھلاڑی جب تک کھیل سے منسلک رہتے ہیں تو ان میں خوبیاں پیدا ہوتی رہتی ہیں اور خامیاں ختم ہوتی جاتی ہیں لیکن ہر قسم کی کرکٹ سے الگ اور علیحدہ فاسٹ بالر کے پاس تو کوئی چانس ہی نہیں ہے کہ وہ اپنی صلاحیت کو سنبھال سکے۔ کھلاڑی تو سال 6 ماہ کھیل سے دور رہیں تو ان میں پہلے جیسی بات نہیں رہتی پھر عامر کو تو پانچ سال تک سزا کے خاتمے کا انتظار کرنا ہے۔

سزا کے خاتمے کے بعد عامر نے کچھ وقت لندن میں ہی گزارا جہاں انہوں نے اپنے وکلاء سے ملاقات کے بعد پانچ سالہ سزا کے خلاف کھیلوں کی عالمی ثالثی عدالت میں اپیل کرنے پر بھی غور کیا۔ چونکہ ان کے پاس انگلینڈ کا ویزا ابھی موجود تھا لہٰذا وہ مارچ کے آخر تک وہاں قیام کر سکتے تھے اور ان کے "ڈی پورٹ" کئے جانے کا بھی کوئی امکان نہیں تھا۔ آئی سی سی کے ٹریبونل نے جب فاسٹ بالر اور اس کے ساتھیوں پر سزا کا اطلاق کیا تو اسی وقت محمد عامر نے یہ ارادہ ظاہر کر دیا تھا کہ وہ ثالثی عدالت میں اپیل کر کے سزا میں کمی کی کوشش کریں گے۔ انہوں نے وکیل کے توسط سے معافی مانگتے ہوئے کہا تھا کہ وہ پاکستان سمیت ہر اس جگہ کے افراد سے معذرت خواہ ہیں جہاں کرکٹ اہم سمجھی جاتی ہے۔ "میں غلط کام کیا...... مجھے میری حماقت نے پھنسا دیا۔" لارڈ جج کا کہنا تھا کہ "شرمندگی کا اظہار عامر کے اپنے ہی حق میں جائے گا۔" شاید ندامت عامر کے کسی کام آ جاتی اگر انہوں نے کھیل کی گورننگ باڈی کے کہنے پر جرم کا اعتراف نہ کیا ہوتا۔ آج آئی سی سی کے حکام یہ بات سامنے لے آئے ہیں کہ عامر نے ثالثی عدالت میں نہ جانے کی تحریری یقین دہانی کرائی تھی تو اس کا دوسرے لفظوں میں مطلب "ڈیل" ہی بنتا ہے مگر اس کا دردناک پہلو یہ ہے کہ عامر کی سزا میں کمی یا رعایت کا رہا سہا امکان بھی ختم ہو گیا ہے اور اب آئی سی سی پر منحصر ہے کہ وہ کسی وقت "رحم دلی" کا مظاہرہ کرتے ہوئے ازخود ہی پانچ سالہ پابندی میں کمی کرے۔

ایک سال کے لگ بھگ عرصہ لندن میں گزارنے کے بعد پاکستان واپس آنے پر عامر نے میڈیا کا سامنا کرنے سے گریز کیا اور ایک خفیہ راستے سے گھر کے لئے روانہ ہو گئے جو کہ ڈیفنس لاہور میں واقع ہے۔ ان کے ساتھ انگلینڈ میں ان کی وکیل ساجدہ ملک بھی پاکستان پہنچی ہیں جن کے متعلق میڈیا میں یہ خبریں گردش کر رہی ہیں کہ عامر ان کی زلفوں کے اسیر ہو گئے ہیں۔ ممکن ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہو کیونکہ زلفوں کے معاملے میں تو عامر بھی خاصے خودکفیل ہیں۔ خیر کچھ بھی ہو یہ ایک الگ ہی کہانی ہے جس کا انجام خواہ کچھ بھی ہو اس سے کرکٹر کی زندگی پر تو اثر پڑ سکتا ہے مگر کرکٹ کی زندگی پر قطعی نہیں جو کہ پہلے ہی نیم مردہ حالت میں ہے۔ عامر کی وطن واپسی کے بعد پہلا تاثر یہ ملا کہ وہ بڑی سرعت کے ساتھ اس پراسس کو دوبارہ شروع کرنا چاہتے ہیں جس کے ذریعے ان کے کرکٹ کیریئر کا بچاؤ ممکن ہو سکتا ہے۔ اطلاعات کے مطابق ان کا سب سے اہم مقصد کھیلوں کی عالمی ثالثی عدالت میں اپیل کرنا تھا۔ آئی سی سی کی جانب سے پابندی کے فوری بعد محمد عامر نے سوئٹزرلینڈ میں واقع عدالت میں اپیل دائر کر دی تھی جسے مارچ 2011ء میں رجسٹر کرایا گیا تھا مگر ثالثی عدالت نے اس وقت اپیل کی سماعت کے لئے پینل کی تشکیل نہیں کی تھی جس کی وجہ کریمنل چارجز اور عدالت کی جانب سے دی جانے والی سزا تھا۔

پی سی بی کے قانونی مشیر تفضل حسین رضوی نے بھی عامر کی قانونی پوزیشن کے بارے میں یہ بات واضح کر دی تھی کہ "اب کھیلوں کی عالمی ثالثی عدالت میں اس بات کا حق رکھتی ہے کہ وہ آئی سی سی کے فیصلے کے خلاف کی جانے والی اپیل کو سنے اور جو فیصلہ ثالثی عدالت کرے گی وہ دیگر تمام فیصلوں پر حاوی ہوگا۔" پی سی بی نے اس حوالے سے کسی مالی تعاون کی یقین دہانی تو نہیں کرائی مگر پی سی بی کے سربراہ نے مقام کی بحالی میں اس کے ساتھ تعاون کا وعدہ کیا۔ پی سی بی کے قانونی مشیر نے اس بارے میں وضاحت کرتے ہوئے کہا کہ "اگر کھلاڑی کسی غلط کام میں ملوث ہوتا ہے تو یہ اس کا ذاتی کردار ہے اور اسے نقصانات کا سامنا بھی ذاتی حیثیت سے ہی کرنا پڑتا ہے اور محمد عامر نے ثالثی عدالت کا دروازہ کھٹکھٹایا تو انہیں یہ کام ذاتی حیثیت سے ہی کرنا پڑے گا۔" ذرائع کا کہنا ہے کہ محمد عامر لندن میں مقیم ساجدہ ملک کو اس لئے ساتھ لائے ہیں کہ وہ ان کی اپیل کے حوالے سے مشورے دے سکیں مگر سننے میں یہ بھی آ رہا ہے کہ ساجدہ ملک کی پاکستان آمد کا مقصد محمد عامر کے گھر والوں سے ملاقات ہے جو پاکستانی فاسٹ بالر کو موکل تک محدود نہیں رکھنا چاہتی ہیں اگر کسی بھی وجہ سے نوجوان کھلاڑی نئی زندگی کے اس اہم موڑ پر کوئی غلط فیصلہ کر لیا تو یہ اس کی کھیل میں واپسی کی راہ میں رکاوٹ بھی بن سکتا ہے اور زندگی کی کوئی "خوشگوار" تبدیلی کرکٹ کیریئر سے توجہ ہٹانے یا کم کرنے کا سبب بن سکتی ہے جس کا فاسٹ بالر متحمل نہیں ہو سکے گا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب عامر نے سزا کے خاتمے کے فوری بعد یہ تاثر دینا شروع کیا کہ اب ان کی تمام تر توجہ کھیلوں کی عالمی ثالثی عدالت میں اپنے اوپر عائد پانچ سالہ پابندی کے خلاف اپیل پر ہے تو وہ اب اس سے دستبردار کیوں ہوئے؟ انہوں نے اپنی وکیل کے ذریعے آئی سی سی کو یہ پیغام کیوں بھیجا کہ وہ پابندی کے خلاف اپیل نہیں کرنا چاہتے؟ اس کی وجہ قانونی ماہرین کی یہ رائے تھی کہ وہ کامیاب نہیں ہو سکیں گے۔ لیگل ایکسپرٹس کو یقین ہے کہ اگر محمد عامر نے اپیل کی تو اس کا مثبت نتیجہ نکلنے کے امکانات بہت کم ہیں کیونکہ عامر آئی سی سی کے سامنے ہی نہیں عدالت میں بھی اپنے جرم کا اقرار کر چکے ہیں اور ثالثی عدالت اور اعترافات کو نظرانداز نہیں کرے گی جن کی بنیاد پر فاسٹ بالر نے اپنی جیل کی سزا بھی مکمل کی ہے۔ ظاہر ہے کہ اپیل کرنے اور اس عمل گزرنے کے لئے اچھا بھلا سرمایہ بھی درکار ہوگا لہٰذا محمد عامر نے اس مشق میں ہاتھ ڈالنے کے بجائے خاموشی سے پانچ سالہ انتظار کا فیصلہ کر لیا ہے جو ممکن ہے کہ جلد ہی زندگی کا کوئی اہم فیصلہ کر لیں کیونکہ کرکٹ کیریئر کے مستقبل کے بارے میں تو انہوں نے خاموشی سادھ رکھی ہے کیونکہ انہیں خود بھی اس بارے میں حتمی طور پر کوئی اندازہ نہیں ہے۔

پی سی بی کے سربراہ کی جانب سے محمد عامر کو مسلسل تسلی اور حوصلہ مل رہا ہے اور کرکٹ بورڈ ایک سے زائد مرتبہ یہ بات کہہ چکا ہے کہ فاسٹ بالر کو اس کے مقام کی بحالی میں بھرپور مدد دی جائے گی۔ ذکاء اشرف نے اپنے ایک بیان میں واضح کیا کہ عامر اب بھی ایک اثاثہ اور ورلڈ کلاس بالر ہے" جیسے ہی ان کی پابندی کا عرصہ ختم ہوگا تو عامر کو سلیکشن کے لئے قابل غور سمجھا جائے گا۔ پی سی بی کا ارادہ ہے کہ عامر کو
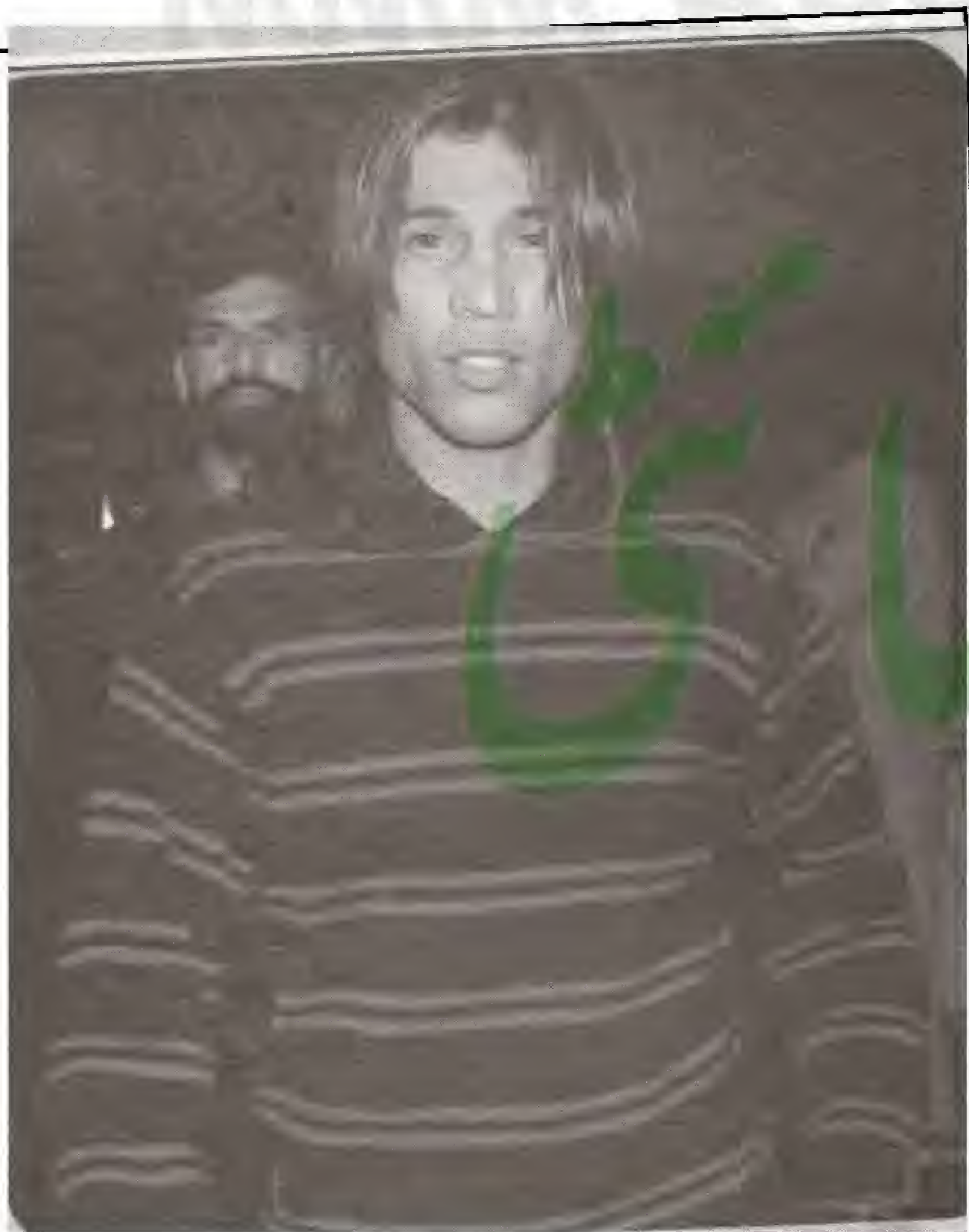
ایجوکیشن پروگرام سے منسلک کیا جائے مگر ساتھ ہی ان سے اسپاٹ فکسنگ معاملے کی چھان بین کی جائے گی اور وہ حقائق سامنے لائے جائیں گے جنہوں نے دنیا کے ایک ابھرتے ہوئے اسٹار کو بدعنوانی میں پھنسا دیا ۔آئی سی سی کے قوانین کے مطابق پابندی کے شکار کسی بھی کھلاڑی کو کھیل میں واپسی سے قبل ''بحالی پروگرام'' سے گزرنا لازمی ہے' لہٰذا آنے والے عرصے میں وہ یقینی طور پر اس جانب توجہ دیں گے اگر انہیں کھیل میں واپسی عزیز ہے۔

13 اپریل 1982ء کو جنم لینے والے کھلاڑی کی آئندہ دنوں 30 ویں سالگرہ آرہی ہے اور اس لحاظ سے دیکھا جائے تو وہ 34 سال کی عمر میں ایک مرتبہ پھر کھیل میں اپنی واپسی کو ممکن بنا سکتا ہے مگر پابندی کا یہ عرصہ انتہائی اہم ہے جس میں محمد عامر کو کھلاڑی کے طور پر خود کو بنانے اور سنوارنے کے لئے پہلے سے کہیں زیادہ محنت کرنا پڑے گی۔ وہ آرام سے بیٹھ کر پابندی کا عرصہ مکمل کرنے کی ''کاہلی'' کا شکار ہو گیا تو پھر اس کی واپسی شاید اس انداز سے نہ ہو سکے جس کے بھروسے پر اسے دوبارہ قبول کرنے کی باتیں ہو رہی ہیں' 14 ٹیسٹ میں 12.63 کی اوسط سے 278 رنز اور 29.09 کی اوسط سے 51 وکٹیں کھیے پیسر کی اہلیت کو واضح کرتی ہیں۔ 15 ون ڈے میچوں میں 24.00 کی اوسط سے 25 اور دس ٹی 20 انٹرنیشنل میچوں میں 19.86 کی اوسط سے 23 وکٹوں میں مزید اضافہ ہو سکے گا۔ اس کا کسی کو علم نہیں اور یہ فیصلہ صرف آنے والا عرصہ ہی کرے گا کیونکہ ابھی مزید کئی مراحل ایسے ہیں جو کہ راہ کی رکاوٹ بن سکتے ہیں۔

سٹے بازی اور میچ فکسنگ کے خلاف آواز اٹھانے والے سابق کپتان راشد لطیف کی جانب سے محمد عامر کی حمایت میں دیا گیا بیان حیران کر دینے والا تھا جو کم عمری یا ناتجربہ کاری کے باعث فاسٹ بالر کے ساتھ رعایت کی امید کر رہے ہیں جن کا کہنا ہے کہ نوجوان کھلاڑی کو اس معاملے میں پھنسایا گیا ہے مگر سابق فاسٹ بالر سرفراز نواز کا موقف بڑا واضح ہے کہ جو کھیل میں بے ایمانی کے خلاف ایک عرصے سے صدا بلند کر رہے ہیں وہ تنہا نہیں ہیں جو اس بات کا مطالبہ کرتے دکھائی دیتے ہیں کہ محمد عامر پر تاحیات پابندی عائد کرنا چاہئے۔ ان کا موقف ہے کہ اسپاٹ فکسنگ میں ملوث کھلاڑیوں کو کڑی سزا دے کر دوسرے کھلاڑیوں کے لئے نشان عبرت بنا دینا چاہئے تاکہ آئندہ کوئی ایسے جرم کا ارتکاب کرنے کے بارے میں سوچ بھی نہ سکے۔ سابق فاسٹ بالر نے اپنے پیس پارٹنر عمران خان کے اس بیان پر بھی حیرت ظاہر کی ہے کہ جس میں انہوں نے عامر کے دوبارہ کرکٹ کھیلنے کی امید ظاہر کی ہے۔ سرفراز نواز کا کہنا ہے کہ ''کرکٹ کھیلنے کی اجازت دینے کے بجائے محمد عامر پر تاحیات پابندی عائد کرنا چاہئے کیونکہ اس نے ساتھیوں کے ہمراہ پوری قوم سے ہی نہیں کھیل کے حقیقی شائقین سے بھی دھوکہ کیا جس کی وجہ سے وہ ذرا بھی ہمدردی کا مستحق نہیں۔''
ان کا مزید کہنا ہے کہ ''پابندی کے شکار تینوں کھلاڑی باصلاحیت تھے اور عامر عمدہ بالر تھا اور اسی ناطے دنیا اس کے قدموں میں تھی مگر اس نے سب کو مایوس کیا اس کے ساتھ کسی قسم کی رعایت نہیں ہونی چاہئے۔''
سرفراز نواز کا ٹھوس موقف یہ ہے کہ سخت سزا دے کر بدعنوانی میں ملوث کھلاڑیوں کو عبرت کا نشانہ بنایا جانا چاہئے تاکہ کسی کو اس بارے میں تصور تک کرنے کی ہمت نہ ہو۔ انہوں نے کہا کہ اگر مقامی یا بین الاقوامی کرکٹ میں عامر کو واپس آنے کی اجازت دی جاتی ہے تو پی سی بی ایک خطرناک مثال قائم کرے گا۔''

سرفراز نواز کے برعکس راشد لطیف کا یہ کہنا ہے کہ کسی بھی کرکٹر کے لئے تین سال کی سزا کافی ہوتی ہے لہٰذا آئی سی سی کو اس کی سزا پر نظر ثانی کر کے ایک مرتبہ پھر کرکٹ کھیلنے کا موقع دینا چاہئے۔ سابق فاسٹ بالر وقار یونس کا بھی یہی ماننا ہے کہ سزا مکمل کر کے اگر محمد عامر واپس آتے ہیں تو کسی کو اس پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ سابق انگلش کپتان مائیک بریرلی بھی عامر کے حق میں بیان دے چکے ہیں مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عامر اور اس کے ساتھیوں کے عمل سے پاکستان کی بدنامی ہوئی۔ قومی ٹیم اپنی بہترین صلاحیتوں سے محروم ہو گئی مگر پی سی بی کی جانب سے کسی قسم کی سزا کا ہنوز کوئی علم نہیں ہے۔ پی سی بی کے سربراہ صرف اصلاحی پروگرام اور مقام کی بحالی میں فاسٹ بالر کے ساتھ تعاون کی باتیں کر رہے ہیں مگر نہ تو انہوں نے اس حوالے سے کوئی کمیٹی بنا کر یہ جاننے کی کوشش کی ہے کہ آخر یہ سارا ڈرامہ تھا کیا جس نے تینوں کھلاڑیوں کے کیریئر کنارے لگا دیئے۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ پی سی بی یا دیگر سابق کھلاڑیوں کو محمد عامر سے ''ہمدردیاں'' جتانے کے بجائے اس کی سرزنش کرنا چاہئے تاکہ آنے والے کھلاڑیوں کو سبق حاصل ہو سکے۔ فاسٹ بالر نے اپیل نہ کرنے کا فیصلہ کر کے از خود ہی اپنے لئے پانچ سالہ سزا کا انتخاب کر لیا ہے تو بہتر ہے کہ وہ اپنی محنت جاری رکھے اور اس کے مداح آنے والے وقت کا انتظار کریں اور سزا کے خاتمے پر کیا ہوگا اس کا تعین بھی ہو ہی جائے گا۔ براہ کرم فاش غلطیوں کی حمایت اور سرپرستی سے گریز کریں؟ عامر کی ناتجربہ کاری اور کم عمری اتنی بھی ''کم'' نہیں کہ وہ اچھے اور برے کی تمیز نہ کر سکے۔ ایمانداری اور بے ایمانی کا فرق نہ جانتا ہو۔

MAB

سرفراز نواز پاکستانی فاسٹ بالرز پر کام کریں گے!

پی سی بی نے 55 ٹیسٹ میچوں کے تجربہ کار بالر سرفراز کی خدمات حاصل کر لی ہیں جو پہلے مرحلے میں ایشیا کپ میں شرکت کرنے والی ٹیم میں موجود فاسٹ بالرز کی دیکھ بھال اور نگرانی کرتے ہوئے ان کی خامیوں پر توجہ دیں گے کیونکہ وہ پی سی بی کے اسپیشلائزڈ کوچنگ پروگرام کا حصہ ہیں۔ سرفراز نواز کا خیال ہے کہ انگلینڈ کے خلاف سیریز کے دوران فاسٹ بالرز کی خامیاں سامنے آئی ہیں جن کو دور کرنا نہایت ضروری ہے۔ سرفراز کے مطابق ''میں کسی کا نام نہیں لینا چاہتا لیکن ظاہر یہی ہوتا ہے کہ کچھ بالرز میں اعتماد کا فقدان ہے جن کی بالنگ پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔'' دوسری طرف یہ بھی سننے میں آرہا ہے کہ سرفراز کی تقرری پر چند کھلاڑیوں نے اعتراض کر دیا ہے۔

سوئنگ بالنگ کے ماہر کا کہنا ہے کہ وہ کیمپ کے دوران بالرز کو قریب سے دیکھ کر وہ خامیاں دور کرنے کی کوشش کریں گے جو انہوں نے محسوس کی ہیں۔ یہ کوئی بڑی اور سنجیدہ خامیاں نہیں لہٰذا ان کو جلد دور کر لیا جائے گا۔'' سرفراز نواز کے مطابق یہ تیکنیکی غلطیاں ہیں جو پلک جھپکتے ہی دور کر دی جائیں گی مگر حقیقت یہ ہے کہ انگلینڈ کے خلاف سیریز کے دوران عمر گل' اعزاز چیمہ' وہاب ریاض' اور جنید خان ٹیسٹ میچوں میں گرنے والی 60 میں سے صرف 12 وکٹیں لے سکے جن کو محدود اوورز کے میچوں میں بھی مار پڑی۔ غیر موثر اور مہنگے بالرز کا ون ڈے میں اکنامی ریٹ 5.50 اور ٹی 20 میچوں میں سات رنز فی اوور سے بھی زائد رہا۔ سرفراز کو پاکستان میں آنے والی صلاحیت پر کوئی شک نہیں مگر ان کا کہنا ہے کہ ''ذرائع بہت گریٹ نہیں ہیں لہٰذا فاسٹ بالرز کی مدد کرنا بہت ضروری ہے۔''

سرفراز نواز کے بارے میں علم ہوا ہے کہ وہ اگلے دو سال تک قومی کرکٹ اکیڈمی میں پیٹنگ کے مشیر جاوید میانداد' اسپن بالنگ کے مشیر عبدالقادر اور وکٹ کیپرز کی مشاورت کرنے والے سابق کھلاڑی راشد لطیف کے ساتھ مل کر فرائض کی انجام دہی کریں گے۔ یہ ایک الگ مسئلہ ہے کہ طنز کے نشتر برسانے والے سرفراز نواز کو کھلاڑیوں کی طرف سے اچھا رسپانس نہیں ملا ہے!

کرکٹ سے علیحدگی کا تصور نہیں کرسکتا' مزید کھیلنا چاہتا ہوں! سچن ٹنڈولکر

بالآخر سچن ٹنڈولکر نے عالمی کرکٹ میں سنچریوں کی سنچری مکمل کرلی۔ گوکہ بنگلہ دیش کے خلاف ان کی اسکور کی گئی سنچری ٹیم کے لئے شکست کا پیغام لے کرآئی لیکن 33 اننگز تک سنچریوں کی سنچری کا انتظار کرنے والے سچن ٹنڈولکر کی اس اننگز پر بھارت میں جشن منایا گیا جس میں دو سے 3 گھنٹے بعد بنگلہ دیش کی فتح نے رنگ میں بھنگ ڈال دیا۔ سچن ٹنڈولکر کی سنچری پر پاکستان میں ازراہ مذاق یہ تک کہا جانے لگا تھا کہ دیکھتے ہیں کہ پیٹرول پہلے 100 کا ہندسہ عبور کرتا ہے یا سچن ٹنڈولکر لیکن لٹل ماسٹر پہلے 100 کا ہندسہ عبور کر گئے۔ بھارتی لٹل ماسٹر سے ایشیا کپ کے اختتام پر کی گئی گفتگو قارئین کی دلچسپی کے لئے پیش کی جارہی ہے۔

100 ویں سینچری آپ نے عالمی کرکٹ میں مکمل کی۔ کیا تاثرات ہیں' اس اننگز کے بارے میں کیسا محسوس کیا؟

ایک تو یہ کہ بہت بڑا سنگ میل تھا جو میں نے عبور کیا کیونکہ ایک سال سے میں اس سنگ میل کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں مصروف تھا کئی دفعہ منزل میرے قریب آکر دور ہوگئی میں اس سنگ میل کو پانے کے لئے بہت زیادہ محنت کررہا تھا اور روز بروز مجھ پر اس حوالے سے دباؤ بڑھتا جارہا تھا اور اس 100 ویں سنچری نے مجھے سبق دیا کہ ہر چیز آپ با آسانی حاصل نہیں کرسکتے اس سنگ میل نے مجھے صبر وتحمل کا سبق دیا۔ فیصلہ کرنے کی طاقت عطا کی' مجھے اعصاب پر کنٹرول کرنا سکھایا' میں اعتراف کرنا چاہوں گا کہ کئی دفعہ میں پریشانی کا شکار بھی ہوا کہ شاید اب یہ سنگ میل حاصل نہ کرسکوں گا لیکن میرے اہل خانہ اور میرے دوست میرا حوصلہ بڑھاتے رہے کہ تم یہ حاصل کرسکتے ہو۔

99 ویں سینچری کے بعد آپ نے 33 اننگز کھیلیں 100 ویں سینچری کے لئے کبھی ایسا سوچا کہ نہیں یہ ممکن نہیں؟

نہیں قطعی نہیں مجھے یقین تھا کہ یہ مشکل ضرور ہے لیکن ناممکن نہیں اور جلد یہ کارنامہ میں انجام دے سکوں گا۔ میں نیٹ پریکٹس کے دوران بس یہی سوچتا تھا کہ اب یہ اننگز سنچری پلس کھیلنا ہے' اور اس پر میں کوئی سمجھوتہ نہیں کرسکتا تھا۔

اب آپ کا اگلا ہدف کیا ہے؟

بنتے ہوئے! میں 100 ویں سنچری کے بعد مطمئن نہ تھا بلکہ میرا اگلا ہدف تھا کہ اگلے 24 گھنٹے بعد ہمارا میچ پاکستان سے ہے اور میں وہاں اچھی بیٹنگ سے ٹیم کی فتح میں اہم کردار ادا کرسکوں اور بھگوان کا کرنا ایسا ہوا کہ میں اس میں کامیاب رہا۔ کیونکہ اس میچ کی فتح سے ہم ایشیا کپ ٹورنامنٹ میں واپس آگئے تھے۔

ان 100 سنچریوں میں سے کوئی سنچری اسپیشل بھی ہوگی اور اس کی کیا وجہ تھی؟

ایک نہیں کئی سنچریاں ہیں اور ہر ایک کی مختلف وجوہات ہیں لیکن میرے نقطہ نظر سے معلوم کریں گے تو ہر سنچری میرے لئے اہمیت رکھتی ہے ایک سنچری انگلینڈ کے خلاف چنئی میں جو میں نے اسکور کی اس پر میں کافی مطمئن ہوا کیونکہ یہ اننگز ممبئی حملوں کے فوری بعد میں نے کھیلی تھی جبکہ ہماری قوم افسردہ تھی جن کے پیارے اس حملے میں اپنی جانیں گنوا بیٹھے تھے اور سانحہ یقینی طور پر نہ بھلانے والا سانحہ تھا۔ اس مرحلے پر ہماری ٹیم کو قوم میں خوشیاں بکھیرنے کی ضرورت تھی اور ہماری ٹیم کی یہ خواہش تھی کہ اس مرحلے پر ہم کوئی ایسا کارنامہ انجام دیں کہ ہمارے قوم کے مرجھائے ہوئے چہرے کھل اٹھیں۔ میں اس مرحلے پر انگلش کرکٹ ٹیم اور انتظامیہ کا بھی شکر گزار ہوں کہ انہوں نے حالات سے قطع نظر اپنی ٹیم بھارت بھیجی اور اس سانحے کو بھلانے میں ہماری کافی مدد کی۔

ڈھاکہ اسٹیڈیم آپ کے لئے خوش بختی کا باعث ہے یہاں آپ نے ٹیسٹ کرکٹ میں 34 ویں سنچری بھی اسکور کرکے ورلڈ ریکارڈ بنایا تھا۔

بالکل! مجھے یہاں کھیل کر کافی خوشی ہوتی ہے کیونکہ میں اس سے قبل دسمبر 2004ء میں سنیل گواسکر کا ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ سنچریوں کا ریکارڈ بھی توڑ چکا تھا جب میں نے کھیل کا آغاز کیا تو اس وقت 34 ٹیسٹ سنچریاں ایک بہت بڑا پہاڑ تھا جسے عبور کرنا کافی مشکل سمجھا جاتا تھا اور میں نے تصور بھی نہ کیا تھا کہ میں اسی ریکارڈ کو برابر کرسکوں گا اور اس سنچری کو پانے کے لئے بھی کم وبیش یہی صورتحال تھی جو کہ مجھے آج درپیش تھی ہر شخص میری 34 ویں سنچری کا منتظر تھا اور آج بھی میں 34 ویں ٹیسٹ سنچری کو یاد کرتا ہوں۔ بالکل اسی طرح جیسا کہ میں نے 100 ویں سنچری بنائی۔ اس وقت بھی میں کافی دباؤ میں تھا کہ 34 ویں ٹیسٹ سنچری بنانا ہے اور یہ وہ عرصہ تھا کہ جبکہ میں 33 ویں سے 34 ویں ٹیسٹ سنچری تک پہنچ سکا اور یہی وجہ تھی کہ میں 34 ویں ٹیسٹ سنچری کے بعد کافی مطمئن رہا اور کافی ریلیکس ہوگیا تھا مجھے زیادہ خوشی اس بار کی تھی کہ اس ریکارڈ کو توڑنے پر سنیل گواسکر نے گراؤنڈ میں آکر مجھے مبارکباد دی تھی۔

آپ اکثر یہ بات کہتے ہیں کہ آپ کوئی ہدف مقرر کرکے گراؤنڈ میں نہیں آتے لیکن کیا جب آپ نوجوان تھے تو کوئی تو ہدف مقرر کرکے گراؤنڈ میں آتے ہوں گے؟

میرا ہمیشہ سے خواب تھا کہ میں ٹیم کی نمائندگی کروں اور طویل عرصے تک اپنے ملک کی خدمات انجام دوں۔ میں نے فرسٹ کلاس کرکٹ کا آغاز 15 سال کی عمر سے کیا تھا اور یہ میرا پہلا خواب تھا جو کہ پورا ہوا۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہی میرا ہدف تھا۔ یہ دراصل میں اپنے خوابوں کا تعاقب کررہا تھا میں اس سے آگے اب ٹیسٹ کرکٹر بننا چاہتا تھا۔

آپ نے اتنا عرصہ کرکٹ کھیلی لیکن آپ رنز لینے کے مخالف تھے کوئی خاص وجہ تھی؟

یہ خالصتاً کرکٹ کی روح کے منافی تھا کیونکہ بطور بیٹسمین میں سمجھتا ہوں کہ میں گیند کو کہاں ہٹ کرسکتا ہوں اور گیند کو ہٹ کرنے کے بعد بیٹسمین ہی بہتر تعین کرتا ہے کہ اسے رن کب اور کہاں اور کیسے لینا ہے۔ یہ رنز اچھی طرح سے محسوس نہیں کرسکتا میں اپنی بیٹنگ میں کسی قسم کا رسک لینا پسند نہیں کرتا کیونکہ کرکٹ کو ہمارے ملک میں مذہب کا درجہ حاصل ہے میں چاہتا تھا کہ فیلڈ میں 6 یا 7 گھنٹے گزار کر جاؤں تو مطمئن ہوکر گراؤنڈ سے باہر جاؤں۔

کیا آپ خود کو ایسا کھلاڑی تصور کرتے ہیں جس کی خاطر لوگ پیسہ خرچ کرکے گراؤنڈ میں آئیں؟

دیکھیں ہمارے پرستار ہی ہمارے سب سے بڑے سپورٹر (حامی) ہوتے ہیں ان لوگوں کے بغیر کرکٹ کا کھیل کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ یہی پرستار ہیں جن کی وجہ سے آج کرکٹ کا کھیل بھارت میں مذہب کا درجہ رکھتا ہے لیکن ایمانداری سے میں ایک بات کہنا چاہوں گا کہ جب میں کھیل کے درمیان میں آؤٹ ہوجاتا ہوں تو میں بہت افسردہ ہوتا ہوں کہ یہ لوگ اتنا پیسہ خرچ کرکے ہمارا کھیل دیکھنے آئے اور ہم کچھ نہ کرسکے۔ لیکن اگر ہم یہ نقطہ ذہن میں رکھیں کہ لوگ ہمارا کھیل دیکھنا چاہتے ہیں تو دباؤ بھی کم ہوتا ہے اور کھلاڑی کی کارکردگی ٹیم کے لئے بھی مفید رہتی ہے۔

تنقید پر کیا ردعمل ہوتا ہے؟

ملک کے لئے کھیلنا ہمارے لئے قابل فخر ہے اور میں بھی یہی سوچتے ہوئے 100 فیصد کارکردگی دینے کا خواہاں رہتا ہوں' مجھے پتہ ہے کہ جب میں کریز پر رہتا ہوں تو لوگ مجھ سے بہت زیادہ توقعات وابستہ کرلیتے ہیں جس کا اندازہ مجھے اپنے فون پر بذریعہ ایس ایم ایس اور موصول ہونے والی کالز سے ہوجاتا ہے لیکن میں کہنا چاہتا ہوں کہ ضروری نہیں ہر مرتبہ ہم کامیاب ہوں اس لئے شائقین کو شکستوں پر دلبرداشتہ نہیں ہونا چاہئے کوئی بھی جان بوجھ کر خراب نہیں کھیلتا۔ مجھ سے جب بھی کوئی سوال کرتا ہے تو میں تحمل مزاجی سے اسے سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔

کرکٹ کے بغیر زندگی کا آپ نے تصور کیا ہے؟

نہیں قطعی نہیں' میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں کہ کرکٹ کے بغیر میری زندگی بہت زیادہ افسردگی میں گزرے گی اس کا اندازہ مجھے اپنی انجری کے دورانیے میں ہوچکا ہے اور میں پانچ سال کی عمر سے کرکٹ کھیل رہا ہوں اور آج 33 سال ہوچکے ہیں مجھے کرکٹ کھیلتے ہوئے آج بھی میں کرکٹ سے والہانہ عشق کرتا ہوں میں کرکٹ سے علیحدگی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔ میں ابھی مزید کھیلنا چاہتا ہوں اور لوگوں میں زیادہ سے زیادہ خوشیاں بکھیرنا چاہتا ہوں۔

پاکستان سیریز ہارا ضرور، لیکن انگلینڈ جیتا نہیں تھا: محسن خان

پاکستان نے سری لنکا کے بعد بنگلہ دیش اور پھر انگلستان کے خلاف پے در پے فتوحات حاصل کیں تو پوری قوم سمیت بین الاقوامی کرکٹرز نے جہاں اسے ٹیم کی کامیابی قرار دیا، وہیں اس کا سہرا اس وقت کے کوچ محسن حسن خان کے سر بھی باندھا، جنہوں نے عبوری حیثیت سے اپنی ذمہ داریوں کو بہ احسن وخوبی انجام دیا۔ اب جبکہ ان کی جگہ غیر ملکی کوچ ڈیو واٹمور کا تقرر کیا جا چکا ہے تو ایک ویب سائٹ نے مختصر سے دور میں عظیم کارنامے انجام دینے والے محسن حسن خان سے خصوصی گفتگو کی ہے۔ جس کے دوران کافی اتار چڑھاؤ آئے، کبھی وہ پاکستان کی فتوحات ذکر کرتے پھولے نہیں سمارہے تھے تو کبھی محدود اوورز کی سیریز میں انگلستان کی فتح پر دلبرداشتہ بھی نظر آئے۔ بہرحال، اس تفصیلی انٹرویو میں انہوں نے مختلف موضوعات پر تفصیلی گفتگو کی، جو نذر قارئین ہے۔ اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل اور اس کے بعد بطور چیف سلیکٹر گزارے گئے اپنے ایام کے بارے میں سابق اوپنر نے کہا کہ میں جب سلیکشن کمیٹی کا چیئرمین بنا تو پاکستانی ٹیم انتہائی برے دور سے گزر رہی تھی انگلستان میں پیش آنے والے میچ فکسنگ اور اسپاٹ فکسنگ کے تنازعے سمیت کھلاڑیوں کو جیل بھیجے جانے جیسے واقعات نے پاکستان کرکٹ کو بری طرح مجروح کر دیا تھا۔ جبکہ شائقین کرکٹ بھی ان شرمناک واقعات سے کافی افسردہ تھے ایسے وقت میں بطور چیف سلیکٹر میں نے کرکٹ بورڈ کے ساتھ منسلک ہو کر یہ عزم کیا کہ ایک مرتبہ پھر پاکستان کرکٹ کو بلندیوں پر لے جاؤں گا اور پھر دنیا نے دیکھا کہ کس طرح ہمارے کھلاڑیوں نے بھارت میں ہونے والے عالمی کپ میں تمام ٹیموں کے خلاف شاندار کارکردگی دکھائی البتہ بھارت کے خلاف سیمی فائنل میں ہمیں ضرور شکست ہوئی لیکن خوش آئند امر یہ تھا کہ پاکستان کرکٹ کا کھویا ہوا وقار دوبارہ بحال ہونے لگا تھا، جس پر مجھے بے حد خوشی تھی۔ اس وقت کے چیئرمین اعجاز بٹ نے مجھے اور پاکستان کرکٹ کو اس سارے عرصے میں بہت زیادہ سپورٹ کیا۔

محسن خان نے کہا کہ جب میں چیف سلیکٹر تھا تو مجھے ایک بات سمجھ نہیں آتی تھی کہ آخر ہم جو ٹیم کمبی نیشن بنا کر بھیجتے ہیں، اسے میدان میں اس طرح کیوں نہیں اتارا جاتا جس وجہ سے ہمیں شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مجھے پاکستان کے ساتھ شکست کا لفظ برداشت نہیں ہوتا تھا۔ جس پر دلبرداشتہ ہو کر میں چیف سلیکٹر کا عہدہ چھوڑنا چاہتا تھا تاہم اس وقت کے چیئرمین کرکٹ بورڈ اعجاز بٹ نے مجھے کہا کہ آپ کی پاکستان کرکٹ کو بہت ضرورت ہے اور مجھے ہیڈ کوچ عہدہ عبوری طور پر دے دیا۔ جسے میں نے اپنے لیے ایک اور چیلنج سمجھ کر قبول کیا۔ اتنی اہم ذمہ داری ملنے کے بعد میں نے ٹیم کو اس کمبی نیشن کے ساتھ میدان میں اتارا جس کمبی نیشن کے تحت اسے تشکیل دیا جاتا تھا اور اس کے نتائج بھی سب کے سامنے ہیں کہ کس طرح ہم نے سری لنکا، بنگلہ دیش اور پھر ٹیسٹ میں انگلستان کے خلاف شاندار کارکردگی دکھائی۔ انگلستان کے خلاف تاریخی سیریز میں فتوحات کے حوالے سے اپنی یادیں تازہ کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ سری لنکا اور بنگلہ دیش کے خلاف سیریز جیتنے کے بعد جب میں انگلستان کے خلاف متحدہ عرب امارات میں سیریز کے لیے جانے لگا تو کافی لوگوں نے مشورہ دیا کہ جب تک تمہیں طویل المیعاد معاہدے کے تحت ٹیم کا کوچ نہیں بنایا جاتا، تم ٹیم کے ساتھ نہ جاؤ لیکن میں نے کہا کہ مجھے معاہدے سے زیادہ پاکستان ٹیم کی فتح سے مطلب ہے اور میری توجہ معاہدے کے بجائے ٹیم کو تاریخی فتح دلوانے پر مرکوز ہے۔ ٹیم میٹنگ میں کھلاڑیوں کا ہمیشہ حوصلہ بڑھاتا تھا کہ تم سب کر سکتے ہو اور اسی حوصلہ افزائی کا نتیجہ تھا کہ ہماری ٹیم متحد ہو کر کھیلی اور اس نے شاندار انداز میں گوروں کے خلاف گرین واش کیا۔ اس تاریخی فتح پر جہاں پاکستانی قوم اور شائقین کرکٹ خوش تھے وہیں انگلش میڈیا، سابق انگلش کپتان اور انگریز تبصرہ نگار بھی بہت حیران تھے اور وہ سب یہی کہتے تھے کہ ہم نے کبھی بھی پاکستان کو اس طرح میدان میں جان مارتے ہوئے نہیں دیکھا، آخر آپ نے ٹیم کے ساتھ ایسا کیا کیا ہے۔ میں ان کو ہمیشہ کہتا تھا کہ میں نے ان کھلاڑیوں کو دماغی طور پر مضبوط بنایا ہے، ہر چند کہ آج میڈیا پر بیٹھ کر یہ کہا جاتا ہے کہ دماغی مضبوطی کیا چیز ہوتی ہے شاید ناقدین کو وہ دماغی مضبوطی نظر نہیں آئی جب پاکستان نے دنیا کی بہترین ٹیسٹ ٹیم کو تین تین دن میں ٹیسٹ میچز ہرایا۔ اگر ہماری ٹیم 144 کے مجموعے پر آؤٹ ہوئی تو ہم نے انہیں 72 پر پویلین واپس بھیج دیا اور یہ سب اللہ کے کرم کے ساتھ ساتھ کھلاڑیوں کی دماغی مضبوطی کے مرہون منت تھا۔ ٹیسٹ سیریز میں ایک یادگار فتح کے حصول کے بعد محدود اوورز کے مرحلے میں بدترین شکست پر محسن حسن خان نے کہا کہ یہ سوال مجھے بہت زیادہ کیا جاتا ہے کہ آخر کیا وجہ تھی کہ انگلستان کے خلاف ون ڈے سیریز جیتنے کے بعد پاکستان ایک روزہ کرکٹ سیریز کیسے ہار گیا؟ حقیقت ہے کہ میں اس نتیجے سے بہت زیادہ دلبرداشتہ ہوا۔ جب پاکستان پہلا میچ ہارا تو میں نے کہا کہ چلو کوئی بات نہیں اگلا میچ جیت جائیں گے لیکن ہر میچ میں کھلاڑیوں کا مورال مجھے نیچے گرتا ہوا دکھائی دیا۔ مجھے نہیں سمجھ آتا کہ آخر ٹیسٹ سیریز کے بعد جب ایک روزہ سیریز کا آغاز ہوا تو اس دوران محض چار دن کا وقفہ آیا آخر ان چار دن میں ایسا کیا ہوا کہ کھلاڑیوں کا مورال اتنا نیچے گر گیا؟ ان کے حوصلے پستی کی طرف جانے لگے، آخر ان کی باڈی لینگویج کو کیا ہو گیا؟ میری سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ میں صرف اتنا کہنا چاہوں گا کہ اللہ جانتا ہے کہ کیا ہوا میں اس پر زیادہ بات کرنا نہیں چاہوں گا البتہ شائقین کرکٹ سے اتنا ضرور درخواست کروں گا کہ وہ مجھ سے اس بارے میں سوال نہ کریں۔ ایسا میں راہ فرار اختیار کرنے کے لیے نہیں کہہ رہا تاہم یہ ضرور کہوں گا کہ وہ ایک روزہ اور ٹی ٹوئنٹی سیریز پاکستان ہارا ضرور تھا، لیکن انگلستان جیتا نہیں تھا۔ ایک مرتبہ پھر کہوں گا کہ اللہ سب جانتا ہے کہ کیا ہوا، وہ سیریز ہارنے کے بعد میں دو دن تک سخت ذہنی تناؤ کا شکار رہا۔ محسن خان غیر ملکی کوچ کی تقرری کے خلاف نہیں دکھائی دیے اور ان کا کہنا تھا کہ میں غیر ملکی کوچ کی تقرری کے خلاف نہیں ہوں جس طرح پوری قوم پاکستانی ٹیم کو صرف جیتتا ہوا دیکھنا چاہتی ہے اسی طرح میں بھی یہی چاہتا ہوں اور میں نے اپنی کوچنگ کے دوران کھلاڑیوں کو باور کروایا تھا کہ تم سب کر سکتے ہو۔ دعا گو ہوں کہ واٹمور کی کوچنگ میں بھی پاکستانی ٹیم فتوحات سمیٹے۔

انہوں نے کہا کہ آج محسن حسن خان جو بھی ہے محض پاکستان اور پاکستانی کرکٹ کی وجہ سے ہے اس لیے میں عزت اور وقار کے ساتھ پاکستان کرکٹ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں۔ میں وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا آج بھی مجھ میں اتنی جان ہے کہ میدان میں جا کر اپنا آؤٹ پٹ دے سکوں۔ جتنا عرصہ ٹیم کے ساتھ رہا ہوں کھلاڑیوں کو سمجھ کر ان کی فطرت کے مطابق انہیں کنٹرول کرتا تھا، بعض اوقات غصہ کرتا تھا تو بعض اوقات انہیں پیار سے گلے لگاتا تھا اور اسی طرح میں نے انہیں فائٹ بیک کرنا سکھایا اور پوری دنیا نے دیکھا کہ کس طرح ہم نے ہاتھ سے نکلے ہوئے میچز میں بھی فتح حاصل کی۔ ہمیشہ کھلاڑیوں سے اپنی قومی زبان میں بات کی، یقینی طور پر جو بھی پاکستان ٹیم کو کوچنگ کرے اس میں پاکستانیت کا جذبہ ضرور ہونا چاہیے اور یہی جذبہ فتح کے لیے سب سے زیادہ اہم ہے۔ کھلاڑیوں کو ٹیم میٹنگ میں کہا کرتا تھا کہ آپ لوگ دنیا کی بہترین ٹیم ہو، بس اسے دنیا کے سامنے ثابت کر کے دکھا اور انہوں نے اس بات کو سمجھا اور دنیا کو یہ باور کروا دیا کہ پاکستانی ٹیم خطرناک ٹیم ہے۔ میرا ہدف تھا کہ پاکستانی ٹیم کو جلد دنیا کی نمبر ون ٹیم بنا دوں۔ پاکستان کے کپتان کے حوالے سے جاری بحث پر گفتگو کرتے ہوئے محسن خان نے کہا کہ میں مصباح الحق کا دفاع نہیں کروں گا لیکن پاکستان کو ایسے بلے باز کی ضرورت ہے جو وکٹ پر رک کر تمام اوورز کا سامنا کر سکے جو میچ کو لے کر آگے بڑھ سکے۔ جہاں تک بات رہی کہ اگر مصباح الحق پر سلو اوور ریٹ کی وجہ سے پابندی لگ جاتی ہے تو مجھے یقین ہے کہ ایسا نہیں ہوگا، تاہم اگر ایسا ہو بھی جاتا ہے تو فکر والی کوئی بات نہیں۔ اسی ٹیم میں یونس خان جیسا نہایت سینئر اور تجربہ کار کھلاڑی موجود ہے جو یہ ذمہ داری اٹھا سکتا ہے۔ ہاں مستقبل کے نائب کپتان کے لیے بھی پاکستان کے پاس کافی آپشن موجود ہیں۔ اظہر علی اور اسد شفیق بھی ایسے نام ہیں جن پر غور کیا جا سکتا ہے ہر چند کہ انہیں ابھی زیادہ تجربہ نہیں ہوا بین الاقوامی کرکٹ کا تاہم ان کا نام بھی زیر غور لایا جا سکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میں نے ہمیشہ سے کہا ہے کہ ٹیم سلیکشن میں کپتان، کوچ اور چیف سلیکٹر کی رائے ضرور ہونی چاہیے تاکہ سلیکٹرز کو بتا سکیں کہ آخر انہیں کس کمبی نیشن کے ساتھ ٹیم کو منتخب کرنا ہے۔ پاکستان کی ٹیم میں وکٹ کیپر بیٹسمین کی موجودگی کے حوالے سے ایک سوال کے جواب میں محسن خان کا کہنا تھا کہ بالکل پاکستان کو بیٹسمین وکٹ کیپر کی ضرورت طویل عرصے سے ہے امید ہے کہ پاکستان کو جلد راشد لطیف اور معین خان جیسے مکمل بیٹسمین وکٹ کیپرز میسر آ جائیں گے۔ اختتامی کلمات میں انہوں نے کہا کہ لارڈز ٹیسٹ میں پاکستان کے لیے 200 رنز کی فتح گر اننگز اور اس کے بعد انگلستان کے خلاف متحدہ عرب امارات میں بطور کوچ پاکستانی ٹیم کا کلین سوئپ مکمل کرنا میری زندگی کی ایسی کامیابیاں ہیں جن کا ذکر کرتے ہوئے تمام عمر فخر محسوس کرتا رہوں گا۔ شوبز کو بس ایک بار چھوڑ دیا اب اس کی جانب دوبارہ جانے کی نہیں سوچوں گا۔

پاکستان ٹیم میں ایسے منیجر بھی رہے ہیں جو باؤنسر کو گگلی کہتے تھے

ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ میں پہلی ڈبل سنچری کرنے والے وکٹ کیپر امتیاز احمد کے حالات وخیالات

آیئے آپ کی ملاقات ایسے کرکٹر سے کراتے ہیں، جو ٹیسٹ کرکٹ کی تاریخ میں پہلے وکٹ کیپر ہیں، جنھوں نے ڈبل سنچری اسکور کی، جب یہ اعزاز اپنے نام کیا تو ساتھ ہی وہ پاکستان کی جانب سے پہلی ڈبل سنچری بنانے والے کھلاڑی بھی بن گئے۔ وہ برصغیر کے پہلا بلے باز بنے، جس نے فرسٹ کلاس کرکٹ میں کسی غیر ملکی ٹیم کے خلاف ٹرپل سنچری بنائی۔ پاکستان کی جانب سے غیر سرکاری ٹیسٹ میں پہلی سنچری بنانے کا کارنامہ بھی انہی نے انجام دیا۔ سن 52ء میں ٹیسٹ اسٹیٹس ملنے کے بعد پاکستان کی جس ٹیم نے دنیا کو اپنی کارکردگی سے ورطہ حیرت میں ڈالا، وہ اس ٹیم کا لازمی حصہ رہے۔ پاکستان کے پہلے 42 میچوں میں، ایک کے سوا وہ تمام میں موجود رہے۔ امتیاز احمد ان بلے بازوں میں شمار ہوتے تھے، جو وکٹ پر پہنچنے کے بعد بولر کو خاطر میں لانے کی بجائے اس کی ''خاطر تواضع'' پر یقین رکھتے۔ ان کی بیٹنگ دیکھنے کے واسطے شائقین کرکٹ خاص طور پر میدان کا رخ کرتے۔ امتیاز احمد کی جارحانہ طرز بیٹنگ کے باعث، لاہور میں ان کی جو دھوم تھی، اس کی مناسبت سے فضل محمود نے انھیں اپنی کتاب میں "The darling of Laborites" کے نام سے یاد کیا ہے۔ جارح مزاج کھلاڑی کے لیے ضروری ہے کہ وہ شارٹ پچ بال کھیلنے پر اچھی قدرت رکھتا ہو، امتیاز احمد میں یہ خوبی موجود تھی اور جناب! یہ قصہ اس زمانے کا ہے، جب ہیلمٹ کا رواج تھا اور نہ ہی رات کو وکٹ ڈھانپنے کا، ایسی صورت میں بولر کیا کیا قیامتیں ڈھاتے ہوں گے، اس کا تصور بھی آج کے بکتر بند بیٹسمینوں کے لیے محال ہوگا۔ امتیاز احمد اپنے دور میں بہترین ہک کھیلنے والے کھلاڑیوں میں گنے جاتے تھے۔ جاوید برکی نے دو ماہ قبل اپنے ایک انٹرویو میں بتایا کہ انہوں نے اپنی زندگی میں شارٹ پچ بال کا امتیاز احمد سے بہتر کھلاڑی نہیں دیکھا۔ امتیاز احمد کا 1958ء میں دہشت کی علامت ویزلے ہال کے باؤنسرز سے بہترین انداز میں نبرد آزما ہونا، ماجد خان کو بھی انسپائر کرنے کا باعث بنا۔ ہال کا سامنا کرنے سے بڑے بڑے جغادری بلے باز بھی کنی کتراتے لیکن امتیاز احمد کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ وہ اپنے شاندار کھیل سے وہ محاورۃً نہیں بلکہ حقیقی معنوں میں ویزلے ہال کی نیند حرام کرنے میں کامیاب ٹھہرے، جس کا احوال فاسٹ باؤلر نے اپنی تصنیف "pace like fire" میں بڑے دلچسپ پیرائے میں بیان کیا ہے۔ امتیاز احمد کی بیٹنگ پرستاروں کے لیے کیا معنی رکھتی تھی، اس کا اندازہ معروف ادیب شوکت تھانوی کے کرکٹ سے متعلق ایک فکاہیہ مضمون اور مستنصر حسین تارڑ کے ناول ''راکھ'' میں امتیاز احمد کی بیٹنگ کے بارے میں تذکرے سے بھی بخوبی ہوتا ہے۔ امتیاز احمد کی بیٹنگ سے متعلق تو ذکر ہو گیا، اب کچھ بات ان کی وکٹ کیپنگ پر بھی ہو جائے۔ پاکستان ٹیسٹ کرکٹ کے ابتدائی دور میں فضل محمود اور پاکستان کے دوسرے بولر ٹیم کی خراب فیلڈنگ سے نالاں رہے، ایسے میں گراؤنڈ کے کسی گوشے میں موجود کسی کھلاڑی پر اگر انہیں اعتماد رہتا تو وکٹوں کے پیچھے کھڑے امتیاز احمد تھے۔ 54ء میں اوول کے یادگار میچ میں فضل محمود کے گیندوں پر امتیاز احمد نے سات کیچ پکڑے، جس میں لین ہٹن کا کیچ بھی شامل تھا، جس کو امتیاز احمد کیریئر کا سب سے یادگار کیچ قرار دیتے ہیں۔ 1954ء کے دورۂ انگلینڈ میں امتیاز احمد نے مجموعی طور پر 86 کھلاڑیوں کو شکار کرکے ریکارڈ قائم کیا۔

پاکستان کے اس پہلے ریگولر وکٹ کیپر امتیاز احمد نے 28 جنوری 1928ء کو لاہور میں، مرکزی بینک میں ملازم جمال الدین کے ہاں آنکھ کھولی۔ ان کے والد کو کرکٹ سے دلچسپی تھی اور وہ محمدوٹ کرکٹ کلب سے وابستہ رہے تھے، اس لیے بیٹے نے کھیل سے التفات ظاہر کیا تو وہ خوش ہوئے۔ ان کی والدہ کا رویہ، باپ سے یکسر مختلف رہا۔ کھیل ان کے نزدیک شوق فضول تھا۔ یہ گھر میں کھیلتے تو انھیں چیزوں کے ٹوٹنے کا خدشہ رہتا، جو ایک بار درست ثابت ہوا اور گیند لگنے سے کچھ ٹوٹ گیا تو انھیں مار بھی پڑی۔ لیکن کرکٹ بھی بہر حال وہ آتش ہے جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے، اس لیے وہ اب گلی میں کھیلنے لگے۔ اس زمانے میں وہ دو پیسے کی ربڑ کی گیند سے کھیلتے، بلے کے طور پر تختی استعمال کرتے۔ اسلامیہ ہائی اسکول بھاٹی گیٹ میں داخلہ لیا تو شوق کچھ اور فراواں ہو گیا۔ یہ اسکول پانچ ٹیسٹ کرکٹرز کی مادر علمی رہا، جن میں عبدالحفیظ کاردار، امتیاز احمد، نذر محمد، گل محمد اور ذوالفقار احمد شامل ہیں دس پندرہ برس قبل، اس اسکول کو مسمار کیا گیا تو ان کا دل کرچی کرچی ہو گیا۔ اس اسکول میں چھوٹی سے گراؤنڈ بھی تھی، جہاں کھیلنے کے لیے وہ اسکول لگنے سے پہلے ہی پہنچ جاتے، آدھی چھٹی کا وقت بھی کھیلنے میں ہی گزرتا۔ اسکول سے فراغت پا کر وہ منٹو پارک پہنچے، جہاں ان کے اسکول کا نیٹ لگتا۔ اسکول کرکٹ سے اگلی منزل کلب کرکٹ تھی۔ بارہ سال کی عمر میں راوی جم خانہ کا حصہ بن گئے۔ ان کا کہنا ہے کہ اس زمانے میں کلب کرکٹ کی سطح پر بڑے معیاری مقابلے ہوتے۔ کلب کرکٹ کے آغاز میں عام طور پر سبھی کے ساتھ یہی ہوتا ہے کہ کھلایا کم اور پدایا زیادہ جاتا ہے، ایسا ہی کچھ معاملہ ان کے ساتھ بھی رہا۔ گیند پکڑانا، اور اگر وہ کہیں ادھر ادھر ہو جائے تو اسے ڈھونڈ کر لانا، فرائض میں شامل رہا۔ بتاتے ہیں کئی کئی دن بغیر باری کے گزر جاتے۔ باری ملنا شروع ہوئی تو وہ بھی کڑی شرائط کے ساتھ، جن کے مطابق، تین میں سے ایک وکٹ کو اکھاڑ کر ایک ڈیڑھ گز کے فاصلے پر جما دیا جاتا اور اب اگر درمیان سے گیند نکل جائے یا مناسب اونچائی پر آنے والے باؤنسر کو کھیلنے میں بیٹسمین ناکام رہے تو اس کی باری فی الفور ختم کر دی جاتی۔ اس مشق میں چونکہ ہر بال کو کھیلنا ہی پڑتا، اس لیے وہ سمجھتے ہیں کہ یہیں سے ان کے اسٹروک پلیئر بننے کی بنیاد پڑی۔ وہ اپنے اردگرد کرکٹ کے لیے موافقانہ فضا کی بنیادی وجہ منٹو پارک گراؤنڈ کا قریب ہونا بتاتے ہیں، جہاں پندرہ سولہ کلبوں کے نیٹ لگتے۔ کلب میں وہ بیٹسمین کی حیثیت سے کھیلتے تھے لیکن ایک اتفاق انھیں وکٹ کیپنگ گلوز پہنانے کا موجب بن گیا۔ بتاتے ہیں ''راوی جم خانے میں ایک دن وکٹ کیپر نہیں آیا تو مجھے کہا گیا کہ وکٹ کیپنگ کر لوں، میں فیلڈنگ میں اچھا تھا، اس لیے اچھی وکٹ کیپنگ کی تو راوی جم خانہ کا پکا وکٹ کیپر بن گیا۔''

1944ء میں اسلامیہ ہائی اسکول بھاٹی گیٹ سے میٹرک کیا تو قدرت نے انہیں داخلہ بھی ایسے کالج میں دلا دیا، جس کی ٹیم بہترین کھلاڑیوں پر مشتمل تھی اور بعد ازاں پاکستان کی پہلی ٹیسٹ ٹیم میں کپتان سمیت بیشتر کھلاڑی، اس تعلیمی ادارے اسلامیہ کالج کے طالب علم تھے۔ اس کالج میں وہ گریجویشن کرنے تک رہے۔ امتیاز احمد بتاتے ہیں کہ اس زمانے میں گورنمنٹ کالج اور اسلامیہ کالج میں بڑے کانٹے کا مقابلہ ہوتا، جس میں زیادہ تر انہی کے کالج کا پلہ بھاری رہتا۔ سن 45ء اور 46ء میں وہ ناردرن انڈین کرکٹ ایسوسی ایشن کی طرف سے رانجی ٹرافی کھیلے اور دونوں سال سنچری اسکور کی۔ 1948ء میں ویسٹ انڈیز کے خلاف غیر سرکاری ٹیسٹ میچ میں سنچری بنا کر وہ پاکستان کی طرف سے پہلے سنچری بنانے والے کھلاڑی بن گئے۔ وہ کارکردگی، جس سے ان کے نام کا ڈنکا چار دانگ عالم میں بجا وہ 1951ء میں پرائم منسٹر الیون کی جانب سے کامن ویلتھ کے خلاف ٹرپل سنچری تھی۔ 1950ء میں پاکستان کرکٹ بورڈ نے حنیف محمد، خان محمد، آغا سعادت اور امتیاز احمد کو انگلینڈ کے مشہور الف گور کرکٹ کوچنگ اسکول تربیت کی غرض سے بھجوایا۔ یہاں انھیں بیٹنگ کے بارے میں سابق برطانوی ٹیسٹ کرکٹر اینڈریو سینڈھم سے اور وکٹ کیپنگ کے متعلق ہربرٹ سٹریڈوک سے بہت کچھ سیکھنے کا موقع ملا۔

حنیف کی ریٹائرمنٹ اور میاں سعید کے کپتانی سے ہٹنے میں کاردار کا ہاتھ نہیں تھا

حنیف محمد نے اپنی خودنوشت "Playing for Pakistan" میں لکھا ہے کہ عبدالحفیظ کاردار نے انھیں ریٹائرمنٹ لینے پر مجبور کیا۔ فضل محمود نے اپنی کتاب "From Dusk to Dawn" میں خیال ظاہر کیا ہے کہ میاں سعید کو کپتانی سے ہٹانے کے پیچھے بھی کاردار کا ہاتھ تھا۔ آپ نے دونوں واقعات کو قریب سے دیکھا ہے تو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

☆ ''کاردار کو بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ اس نے حنیف محمد کو نکالا۔ وزیر محمد بھی سلیکشن کمیٹی میں شامل تھا۔ حنیف محمد کی پھرتی میں کمی آگئی تھی۔ بھاگ دوڑ نہیں سکتا تھا۔ کیچ بھی اس سے میچوں میں چھوٹے، کراچی میں بھی اس پر ہوٹنگ ہوئی۔ سلیکشن کمیٹی میں وزیر محمد سے کہا گیا کہ دیکھو حنیف کا بڑا اچھا امیج بنا ہوا ہے اور بڑا عظیم بیٹسمین ہے اگر اور کھیلے گا تو اس کی اور جگہ بھی ہوٹنگ ہوگی، اس صورت میں وہ اگر کرکٹ چھوڑے گا تو اس کا موجودہ امیج نہیں رہے گا۔ اس پر وزیر محمد نے بھی حنیف کو سمجھایا اور یوں وہ ریٹائرمنٹ پر آمادہ ہوگیا۔ اس سارے میں کاردار کا کوئی کردار نہیں تھا۔''

☆ ''میں نہیں سمجھتا کہ کاردار نے میاں محمد سعید کو ہٹوایا۔ آپ اگر ہارے ہوں تو کسی کا کیا قصور۔ کامن ویلتھ ٹیم کے خلاف ہم باغ جناح میں بری طرح ہارے جس پر پبلک نے غصہ کا اظہار کیا۔ سعید چونکہ فربہ تھا، اس لیے باغ جناح میں تماشائیوں نے شور مچا دیا کہ موٹے کو باہر نکالو، موٹے کو باہر نکالو جس پر سعید کو بڑی مشکل سے پبلک سے بچانے کے لیے محفوظ مقام تک لے جایا گیا۔ تماشائی جب شور مچا رہے تھے تو کامن ویلتھ کا کپتان سمجھا کہ شاید ان کی ٹیم کی تعریف ہو رہی ہے، اس نے خوشی سے گیند تماشائیوں کی طرف پھینک دی اور وہ خوش ہوگئے۔ ایک بات ذہن میں رکھیں، میچ سعید ہارا تھا، کاردار نہیں۔ عوام جو میچ دیکھ رہے تھے، وہی سعید کے خلاف ہوگئے۔''

تماشائی سے ملنے والا انعام 1955ء میں بھارت کے خلاف پشاور میں پاکستان ٹیم مشکلات کا شکار تھی۔ بیٹنگ لائن کا برا حال تھا۔ کاردار بہت پریشان تھا اور جب میں بیٹنگ کرنے پویلین سے نکلا تو میرے ساتھ ساتھ چلنے لگا اور سمجھاتا رہا کہ آرام اور دھیان سے کھیلنا۔ اس مشکل صورتحال میں جم کر کھیلا اور 69 اسکور کیا۔ میری بیٹنگ کی وجہ سے جو میچ پاکستان کے ہاتھ سے نکل رہا تھا وہ ڈرا ہوگیا۔ میچ کے بعد پشاور ریلوے اسٹیشن پر ایک پٹھان آیا اور اس نے بھارت کے خلاف شکست سے بچانے پر مجھے 101 روپیہ اور انگوٹھی انعام میں دی۔ کرکٹ میں مجھے ملنے والا پہلا اور واحد انعام ہے۔ اس واقعہ کی یاد آج بھی بہت خوشی دیتی ہے۔

آئیڈیل بیٹسمین لالہ امرناتھ اور مشتاق علی میرے فیورٹ کرکٹر تھے۔ لالہ امرناتھ اسپنر کو بہت اچھا کھیلتا تھا۔ نکل کر، بال کو بنا کر اور ڈرائیو بہت اچھا کھیلتا تھا، تین چار فیلڈرز بھی ہوتے تو ان کے درمیان سے گیند نکال دیتا۔ مشتاق علی فاسٹ بولر کو بہت اچھا کھیلتا تھا۔ پہلی گیند پر بھی چھکا لگا دیتا تھا۔ لوگوں میں بہت مقبول تھا، ایک بار اسے کلکتہ میں میچ نہیں کھلایا گیا تو لوگوں نے ہنگامہ کر دیا اور میچ نہیں ہونے دیا کہ جب تک مشتاق علی نہیں ہوگا، میچ نہیں ہوگا۔ اس پر اسے میچ کھلایا گیا۔

ہم نے امتیاز احمد سے پوچھا کہ آپ نے 1951ء میں سیالکوٹ میں زخمی ہونے کے بعد وکٹ کیپنگ چھوڑ بھی تو دی تھی، دوبارہ سے وکٹ کیپنگ کی طرف کیسے آئے؟ ان کے بقول: ''سیالکوٹ میں میچ کے دوران خالد عباداللہ نے بیٹسمین کو لیپٹا مارا تو اس کا بیٹ میری آنکھ پر لگا اور مجھے تین چار ٹانکے بھی لگے۔ دو ایک مہینے بعد ایک اور میچ میں ایک بیٹسمین نے سویپ کرتے ہوئے، میں بیٹ میری ناک پر مار دیا۔ ان دونوں واقعات کے بعد میں وکٹ کیپنگ چھوڑ دی۔ 52ء میں دورہ بھارت میں پہلے تین ٹیسٹ میچوں میں وکٹ کیپر کے طور پر حنیف نے اچھی کارکردگی نہیں دکھائی تو کاردار نے مجھ پر زور دیا کہ وکٹ کیپنگ کی ذمہ داری سنبھال لوں، جس پر سیریز کے چوتھے ٹیسٹ میں وکٹ کیپنگ کی ذمہ داری سنبھالی۔'' امتیاز احمد نے زندگی میں کبھی ریکارڈ کی پروا نہیں کی اور ہمیشہ دل کی بات پر زیادہ دھیان دیا۔ اپنے انداز سے کھیلنے کا لپکا آخری ٹیسٹ اننگز تک ان کے ساتھ رہا۔ اوول میں اپنے آخری ٹیسٹ میں وہ جب اپنی سنچری سے محض دو رن دور تھے، تو انہیں زوردار شارٹ لگانے کی ہڑک اٹھی اور اپنی وکٹ گنوا بیٹھے۔ وہ ریکارڈ سے دامن چھڑاتے رہے لیکن وہ ان کے تعاقب میں رہے اور وہ 1955ء میں نیوزی لینڈ کے خلاف ڈبل سنچری کرنے کے کرکٹ کی تاریخ کے پہلے وکٹ کیپر بن گئے جس نے ٹیسٹ میں ڈبل سنچری بنائی۔ اس بے نیاز آدمی کو اگلے روز اخبار کے مطالعے سے پتا چلا کہ انہوں نے کیا کارنامہ سرانجام دیا ہے۔ 1958 میں جارج ٹاؤن میں عظیم حنیف محمد نے تاریخ کی طویل ترین اننگز کھیلی اور 337 رن بنائے۔ حنیف محمد کے ساتھی اوپنر امتیاز احمد تھے، جنھوں نے جارحانہ انداز اپنا کر بولروں کا زور توڑ دیا۔ اس اننگز میں انہوں نے 91 اسکور کیا اور امپائر کے غلط فیصلے کا نشانہ بنے۔ وہ اپنی اس اننگز کو کیریئر کی سب سے یادگار اننگز قرار دیتے ہیں۔ اس زمانے میں ویسٹ انڈیز کے فاسٹ بولر رائے گلکرسٹ کا بڑا چرچا تھا۔ اس عفریت کو امتیاز احمد نے بڑی بہادری سے قابو کیا اور اس سیریز کے تیسرے ٹیسٹ میں شاندار 122 رنز بھی بنائے۔ پاکستان ٹیم کو 50ء کی دہائی میں جو کامیابیاں ملیں، ان کی وجہ امتیاز احمد کے نزدیک ''ٹیم میں جذبہ تھا۔ سب خاندان کی طرح سے رہتے تھے۔ کھلاڑیوں میں اختلافات اگر تھے تو بھی فیلڈ میں انہیں بھلا دیا جاتا۔ کاردار کا بڑا کردار رہا۔ ڈسپلن کے معاملے میں وہ کسی کا لحاظ نہیں کرتا تھا۔ ہر کھلاڑی سے اس کی اہلیت کے مطابق کام لینے کا گر بھی وہ جانتا تھا۔'' امتیاز احمد بتاتے ہیں کہ ان کے زمانے میں پاکستان میں ٹیسٹ کھیلنے پر دس روپے اور انگلینڈ میں ایک پاؤنڈ ملتا تھا۔ ہنستے ہوئے کہنے لگے۔ ''آج تو کھلاڑیوں کو بہت زیادہ معاوضہ ملتا ہے، ہماری ساری عمر تو ایک پاؤنڈ ہی میں گزری۔'' وہ جس دور میں ٹیم کا حصہ رہے، ٹیم کی فیلڈنگ کا معیار اس حد تک خراب تھا کہ ایک بار ذوالفقار احمد نے جب نہایت آسان کیچ گرایا تو لالہ امرناتھ نے ازراہ تفنن کہا کہ یار! ایسا کیچ تو میری بیوی بھی پکڑ لیتی۔ ہم نے ان سے جاننا چاہا کہ فیلڈنگ کے اعتبار سے اس دور ابتلا میں کیا کوئی قابل اعتماد فیلڈر بھی ٹیم میں تھا؟ ''نذر محمد گلی کا بہترین فیلڈر تھا۔ حنیف محمد اور وقار حسن بھی اچھے فیلڈر تھے۔'' میٹنگ اور ٹرف دونوں طرح کی وکٹوں پر کھیلنے کا انہیں تجربہ ہے۔ کہتے ہیں کہ ''54ء میں انگلینڈ میں بارش سے متاثرہ وکٹوں پر اگر ہم نے بہتر بیٹنگ کا مظاہرہ کیا تو اس کی بنیادی وجہ میٹنگ وکٹوں پر کھیلنے کا تجربہ تھا۔ آسٹریلوی کھلاڑی یوسف نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ انہوں نے میٹنگ پر کھیل کر اپنی کرکٹ بہتر کی۔ میں نے موجودہ بورڈ کو بھی تجویز کیا ہے کہ آپ پریکٹس کے لیے ایک وکٹ ایسی ضرور بنائیں، جو فاسٹ اور باؤنسی ہو، اور اگر ایسا بھی نہیں کر سکتے تو کم سے کم ایک میٹنگ وکٹ ہی بنا دیں تاکہ ہماری ٹیم باہر جائے تو بھارت کی ٹیم کی طرح انگلینڈ اور آسٹریلیا جا کر پاگل نہ ہو جائے۔'' امتیاز احمد وکٹ کیپنگ میں ڈائیو لگانے کے زیادہ حق میں نہیں۔ ان کے بقول ''میں بغیر ڈائیو کے کیچ پکڑنے کی کوشش کرتا، جہاں آپ نے ڈائیو کرنا ہے تو ادھر آپ ایک قدم لیکر بھی بال پکڑ سکتے ہیں۔ ڈائیو لگانے سے جسم کا توازن ختم ہو جاتا ہے اور نظر بھی گیند سے ہٹ جاتی ہے۔'' پرانے وکٹ کیپروں میں انہیں انگلینڈ کے گوڈفرے ایونز پسند ہیں، دور جدید میں آسٹریلیا کے ایڈم گلکرسٹ کی کیپنگ اور بیٹنگ دونوں نے انہیں متاثر کیا۔ امتیاز احمد کے خیال میں ''وکٹ کیپر کا اصل امتحان اسپن بولنگ پر ہوتا ہے۔ فاسٹ بولنگ پر تو عام کیچ کی طرح سے ہی گیند کو پکڑنا ہوتا ہے۔ بولر کی گرپ پر نظر ہونی چاہیے، جب تک گرپ کی سمجھ نہیں ہوگی، آپ اچھے وکٹ کیپر بن ہی نہیں سکتے۔'' امتیاز احمد کے خیال میں خان محمد پہلے پاکستان بولر تھے، جنھوں نے ریورس سوئنگ کا استعمال کیا۔

امتیاز احمد پاکستان ایئرفورس سے 27 برس کمیشنڈ آفیسر کی حیثیت سے وابستہ رہے۔ کئی برس سلیکشن کمیٹی کے رکن اور دو مختلف مواقعوں پر سلیکشن کمیٹی کے سربراہ رہے۔ کوچنگ سے ان کو خاص شغف ہے۔ کرکٹ کوچنگ پر اردو میں کتاب لکھ چکے ہیں۔ امتیاز احمد کرکٹ کوچنگ اکیڈمی بھی قائم کی۔ 2005ء سے 2008ء تک وہ خواتین کی قومی ٹیم کے کوچ رہے۔ امتیاز احمد نے 1954ء میں شادی کی۔ تینوں بیٹیاں ڈاکٹر ہیں۔ بیٹا ضیغم امتیاز ونگ کمانڈر کی حیثیت سے ریٹائر ہوا۔ زندگی سے وہ مطمئن ہیں۔ ان کے بقول ''زندگی جس شکل میں مجھ تک آتی ہے، میں اسے ویسے ہی قبول کرتا۔'' سردست وہ نیشنل کرکٹ اکیڈمی کے ایڈوائزر کے طور پر کام کر رہے ہیں۔ 84 سالہ امتیاز احمد ان دنوں اپنی خودنوشت لکھنے میں بھی مصروف ہیں۔

جاوید برکی جرنیل باپ کی وجہ سے کپتان بنا جاوید برکی کا باپ ایوب خان دور میں حاضر سروس جرنیل اور ایوب خان کے مشیروں میں شامل تھا۔ جاوید برکی صرف جرنیل باپ کی وجہ سے 62-1961ء کے دورۂ انگلینڈ کے لیے پاکستان کا کپتان مقرر ہوا۔ جاوید برکی کا والد تو کسی جرنیل کو منیجر کے طور پر بھیجنا چاہتا تھا لیکن ایوب خان مانا نہیں۔ اس دورے میں ایک بریگیڈیئر کو ٹیم منیجر بنایا گیا، جس کو کرکٹ کی اتنی سمجھ تھی کہ محمد فاروق نے پیٹرے کو باؤنسر کیا اور وہ پھسل کر گر پڑا تو منیجر صاحب جو گیلری میں کھڑے تھے، انہوں نے شور مچایا کہ ''واٹ اے گلی، واٹ اے گلی''۔ ہم کھلاڑیوں نے کہا کہ چپ رہیں، کسی نے سن لیا تو کیا سوچے گا کہ ان کا منیجر باؤنسر کو گگلی کہہ رہا ہے۔ اس سیریز میں پاکستان کو بری طرح شکست ہوئی۔ جاوید برکی کی ناتجربہ کاری شکست کی بنیادی وجہ تھی۔ وہ ایک دم سے کپتان بن گیا جبکہ ٹیم میں حنیف محمد اور میرے علاوہ اور بھی سینئر کھلاڑی تھے۔

(بشکریہ: ایکسپریس)

”میری تمنا ہے کہ جیسے میرا کیریئر شروع ہوا‘ اس کا خاتمہ بھی اسی طرح ہو“...... مارک باؤچر

کئی برس تک عالمی کرکٹ میں نمبر ون وکٹ کیپر کے طور پر راج کرنے والے کھلاڑی کا بڑی سادگی کے ساتھ یہ کہنا ہے کہ ”میں ایک مرتبہ پھر انگلینڈ کے دورے پر جانا چاہتا ہوں اور پھر وہ پراسس شروع ہوگا جس میں میری کوشش ہوگی کہ کسی اور وکٹ کیپر کو بھی اپنے ساتھ ملوث کروں کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ میں اب بھی اس شعبے کو بہت کچھ دے سکتا ہوں۔“ جنوبی افریقی وکٹ کیپر بیٹسمین مارک باؤچر نے آئندہ جولائی میں انگلینڈ ٹور کے بعد کھیل سے علیحدگی اختیار کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔ اگرچہ کہ جس وقت یہ سطریں لکھی جارہی ہیں۔ جنوبی افریقہ نے انگلینڈ جانے والے اسکواڈ کا انتخاب نہیں کیا ہے مگر باؤچر کو قوی امید ہے کہ اسے ٹیم میں شامل کرلیا جائے گا تاہم اس کا تمام تر انحصار اس بات پر بھی ہے کہ وہ نیوزی لینڈ میں کیسی کارکردگی کا مظاہرہ کرتا ہے۔

15 برس کے طویل عرصے سے مارک باؤچر جنوبی افریقہ کا سرفہرست وکٹ کیپر ہے اور اس کی باکمال فٹنس اور لاجواب کارکردگی کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اس نے اپنے کیریئر کے دوران صرف تین ٹیسٹ ایسے چھوڑے جن میں وہ نہیں کھیل سکا۔ 1997ء میں شروع ہونے والا بین الاقوامی کیریئر جاری ہے جس میں مارک باؤچر ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ یعنی 544 شکار کرنے کا اعزاز رکھتا ہے جبکہ اس نے اعلیٰ ترین معیار کی کرکٹ میں پانچ ہزار سے زائد رنز بھی پانچ سنچریوں کی مدد سے بنا رکھے ہیں۔ اگر ون ڈے کرکٹ کا سلسلہ جاری رہتا ہے تو 400 سے زائد شکار کا مالک وکٹ کیپر آسٹریلیا کے ایڈم گلکرسٹ کا 472 شکاروں کا عالمی ریکارڈ بھی اپنے قبضے میں رکھتا ہے اور اس کے کیریئر کے پانچ ہزار رنز کی تکمیل بھی ممکن ہے۔

چوتھی مرتبہ انگلینڈ کے دورے پر جانے کے لئے پرامید کھلاڑی کو اپنے اوپر اتنا بھروسہ ہے کہ وہ ایک بار پھر صرف اپنے تجربے کی بنیاد پر بھی دورے کے لئے منتخب ہوسکتا ہے۔ اگر اس بار سلیکٹرز نے اس پر اعتبار کیا تو پھر اسے وکٹ کیپر اور راہنما کا دوہرا کردار بھی نبھانا پڑے گا۔ کیونکہ 1998ء میں کھلاڑیوں سے معاہدوں کا طریقہ کار اپنانے کے بعد پہلی مرتبہ کرکٹ جنوبی افریقہ نے 13-2012ء کے سیزن کے لئے ایک سیکنڈ وکٹ کیپر کا بھی انتخاب کیا ہے جو مارک باؤچر کی عدم موجودگی میں زندگی گزارنے کی تیاری شروع کرے گا۔ 2004ء میں باؤچر کی جگہ عارضی طور پر آزمائے جانے والے تھامی سولی کلے کو ایک مرتبہ پھر باؤچر کا متبادل بنا کر لایا جارہا ہے۔ یہ اور بات ہے کہ چیئرمین آف سلیکٹرز اینڈریو ہڈسن نے واضح کردیا ہے کہ سولی کلے سے معاہدہ اس بات کی ضمانت نہیں ہے کہ وہ ہر حال میں جنوبی افریقہ کے لئے کھیلے گا کیونکہ ملک میں اور بھی وکٹ کیپرز موجود ہیں جن کی سلیکشن پر ضرورت کے مطابق غور کیا جاسکتا ہے۔

انگلینڈ ٹور سے قبل باؤچر کی توجہ کا مرکز نیوزی لینڈ کا دورہ ہے جو عمدہ کارکردگی کے ساتھ اس کی انگلینڈ ٹور کے لئے نشست پکی کرائے گا۔ گزشتہ برس اس نے 1998ء کے بعد اپنے کیریئر کا بدترین سیزن کھیلا مگر رواں سال اس کی کارکردگی بہتر ہوئی اور اس نے سنچری بھی اسکور کی جس لے واضح کیا کہ اس میں اب بھی پرفارم کرنے کی اہلیت ہے۔ جنوبی افریقہ کی ہی نہیں عالمی کرکٹ کے نمبر ون وکٹ کیپر سے کی جانے والی یہ بات چیت حاضر ہے جس میں مارک باؤچر نے کیریئر کے اختتام سمیت کئی پہلوؤں پر روشنی ڈالی ہے۔

اس سال لگتا ہے کہ آپ کرسمس اپنے گھر پر منائیں گے؟

شاید...... میں ایک بار پھر نارمل زندگی گزارنے کی طرف دیکھ رہا ہوں‘ میں گھر پر رہ کر کچھ وقت اپنے ساتھیوں اور فیملی کے افراد کے ساتھ گزارنا اور عام زندگی کا مزہ لینا چاہتا ہوں۔ میں نے 15 سال سے کرسمس کا تہوار گھر پر نہیں منایا ہے تو ایسا کرنا ظاہر ہے کہ مجھے اچھا لگے گا۔ کھیل کو چھوڑنا کسی حد تک غمزدہ تو کردے گا مگر شاید اس سے آگے بہت اچھا وقت بھی ہے۔

غمزدہ کیوں اور اچھے وقت سے آپ کی کیا مراد ہے؟

غمزدہ اس لئے کہ میں ڈیڑھ عشرے کی مدت سے جنوبی افریقی وکٹ کیپنگ کے عہدے پر راج کررہا ہوں اور جولائی میں انگلینڈ ٹور کے بعد جب میں کھیل کو خیرباد کہہ دوں گا تو افسوس ایک لازمی امر ہے۔ اچھا اس اعتبار سے ہوتا کہ میں اس وقت تک اپنے ریکارڈز کو مزید مضبوط کرلوں گا جن کو توڑنا آسان نہیں ہوگا۔ جنوبی افریقی ٹیم کا حصہ رہنا بھی ایک خوشگوار احساس ہے جس نے ملک اور ملک سے باہر کئی چیزوں کو حقیر کرنے کا موقع دیا اور ریٹائرمنٹ سے پہلے اگر جنوبی افریقہ کی ٹیم عالمی نمبر ایک بن گئی تو یہ ایک اور بڑا اعزاز ہوگا اور مجھے اس وقت غم سے کہیں زیادہ خوشی محسوس ہوگی۔

انگلینڈ ٹور کے بعد آپ نے کھیل سے الگ ہونے کا حتمی فیصلہ کرلیا ہے؟

میں انگلینڈ ٹور کے بعد چاہتا ہوں کہ اس کھیل کو خیرباد کہہ کر ایک ایسا طریقہ کار اپناؤں جس کے تحت میری کوشش یہ ہوگی کہ کسی وکٹ کیپر کی نشوونما کروں کیونکہ مجھے بھرپور یقین ہے کہ میں اس شعبے کو بہت کچھ واپس دے سکتا ہوں میرے جسم میں اب درد نے جگہ بنائی ہے اور میں تھکاوٹ محسوس کرنے لگا ہوں۔ سچی بات تو یہ ہے کہ میری کمر نے بھی اب جواب دینا شروع کردیا ہے۔ اگر میں فارم کے اعتبار سے بہتر رہا اور سب کچھ منصوبہ بندی کے تحت ہوتا چلا گیا تو پھر انگلینڈ ٹور کے بعد میں ظاہر ہے کہ اپنے کیریئر اور ریٹائرمنٹ کی طرف دیکھوں گا۔ جو کچھ ہونے جارہا ہے میں اس کے لئے ذہنی طور پر تیار ہوں حالانکہ آپ انگلش وکٹ کیپرز سے بھی پوچھ سکتے ہیں کہ انگلینڈ میں کوئی بھی گیند آپ کے ہاتھ سے پھسل سکتی ہے۔ آپ کو پوری توجہ کے ساتھ گیند کو قابو کرکے گرپ میں تبدیل کرنا پڑتا ہے کیونکہ گیند وہاں بہت زیادہ گھومتی ہے۔

کیا آپ کو پہلی بار انگلینڈ کا دورہ یاد ہے؟

میں 1998ء میں پہلی مرتبہ انگلینڈ کے دورے پر گیا تھا اور یہ دورہ میری کھیل کی زندگی کی تعمیر کے لئے انتہائی اہم ثابت ہوا تھا۔ پہلی مرتبہ مجھے وہاں کھیلنے کا موقع ملا تو یہ تکنیک کے لحاظ سے میری آنکھیں کھلو دینے کے مترادف تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ جنوبی افریقہ میں چند مقامات پر وکٹ کیپنگ کرنا بہت مشکل کام ہے مگر مجھے اندازہ یہ ہوا کہ انگلینڈ میں وکٹ کیپنگ انتہائی کٹھن کام ہے۔ جب میں 2003ء میں دوسری مرتبہ وہاں گیا تو مجھے کافی آسانی محسوس ہوئی کیونکہ اب میں بہت کچھ جان چکا تھا اور میرے لئے یہ چیز سمجھنا بہت کارآمد رہی کہ کن حالات میں مجھے کیا کرنا ہے۔ تیسری مرتبہ تو میرا خیال ہے کہ میری کارکردگی امیدوں کے مطابق بہت اچھی رہی تھی۔

امکان ہے کہ تھامی سولی کلے آپ کے ساتھ انگلینڈ جائے گا جس کی آپ کو رہنمائی کرنا ہے؟

سلیکشن کمیٹی کا ارادہ تو یہی ہے کہ انگلینڈ کے دورے پر دو وکٹ کیپرز کو بھیجا جائے اور سولی کلے چونکہ زیر معاہدہ ہے لہٰذا اس کے ساتھ جانے کا امکان روشن ہے لیکن میں بھی اپنی فرنچائز میں کھیلتے ہوئے ڈین ولاز کو تیار کرتا رہا ہوں اور اس کی وکٹ کیپر کے طور پر ترقی میں میرا بھی ایک کردار ہے کیونکہ میں نے اس پر کافی محنت کی۔ وہ بہت باصلاحیت ہے جسے بہت کچھ سیکھنا پڑے گا مگر کیپر کے طور پر اس میں ہر روز بہتری پیدا ہورہی ہے اور بڑی تیزی سے بیٹسمین کی حیثیت سے بھی وہ کسی ٹیم کا حصہ بن سکتا ہے اور میرا اندازہ غلط نہیں کہ وہ بہت زیادہ باصلاحیت ہے اس کے جارح مزاجی ٹی 20 میں ہی نہیں بلکہ ون ڈے اور ٹیسٹ کرکٹ میں بھی کام آسکتی ہے۔ میں یہ تو نہیں کہوں گا کہ وہ میری جگہ سنبھالنے والا اگلا امیدوار ہے مگر ہاں...... اس میں اتنی صلاحیت ضرور ہے۔

نیوزی لینڈ کے دورے میں عمدہ کارکردگی کیا انگلینڈ ٹور سے قبل لازمی ہے؟

ہاں اس اعتبار سے کہ پھر جانے کے لئے ایک مضبوط جواز سامنے ہوگا۔ میں کافی طویل عرصے کے بعد نیوزی لینڈ آیا ہوں اور میرا اندازہ یہ ہے کہ ماضی کے مقابلے میں یہاں حالات کافی تبدیل ہوگئے ہیں۔ دوسری طرح سے دیکھیں تو نیوزی لینڈ میں اپنا پن محسوس ہوتا ہے جہاں لوگ ہماری طرح ہیں اور شاید اسی لئے مقابلہ بھی سخت ہوتا ہے۔

اس بات میں کہاں تک صداقت ہے کہ آپ کھیل سے جانا نہیں چاہتے؟

اگر یہ میرے جانے کا وقت ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے جانا ہوگا‘ اگر میری کارکردگی اچھی نہیں جارہی تو پھر اچھی نہیں جارہی۔ کیونکہ اگر کوئی وکٹ کیپر مجھ جیسی کارکردگی دکھا رہا ہے مگر وہ مجھ سے دس برس کم عمر ہے تو پھر میں سمجھ سکتا ہوں کہ اسے موقع ملنا چاہئے مجھے اس کے باوجود اچھا لگے گا کہ میں کم از کم ون ڈے کرکٹ سے منسلک رہوں

مگر میں اینڈریو ہڈسن اور گیری کرسٹن کی منصوبہ بندی سے بھی واقف ہوں۔ ظاہر ہے کہ وہ آگے بڑھنے کی کوشش کررہے ہیں اور اگلے عالمی کپ کے لئے ٹیم کی تعمیر ان کا اصل مقصد ہے' کیلس نے اس عالمی کپ کو اپنا ہدف بنایا ہوا ہے مگر میں نے نہیں کیونکہ میں نے اس بارے میں سوچنا چھوڑ دیا ہے۔

آپ ڈومیسٹک کرکٹ کو کھیلتے رہیں گے یا نہیں ؟

مجھے اپنی فرنچائزز "کوبراز" میں واپسی پر بہت خوشی ہوگی جہاں میں اپنے نام کے آگے کچھ رنز کا اندراج کرانے کے بعد صرف ریلیکس کروں اور کھیل کا لطف اٹھاؤں۔ میں یہ حقیقت تسلیم کرنے کے قریب پہنچ گیا ہوں کہ ایک روز ہر چیز کو ختم ہونا پڑتا ہے اور میں بھی ایسا ہی ہوں مگر ہاں میں نے اپنے کھیل کا بھرپور مزا لے لیا ہے۔ ڈومیسٹک کرکٹ کے آخری دو میچوں میں میری کوشش رہی کہ ریلیکس کروں اور میدان کے وسط میں جا کر اپنا قدرتی کھیل جاری رکھنے کی کوشش کروں۔

کبھی اچھی کارکردگی کا مظاہرہ بہت مشکل نہیں ہوجاتا ہے ؟

بہت زیادہ مشکل.....گزشتہ بار کا خراب عرصہ نشیب و فراز سے بھرپور تھا' میں نے سری لنکا کے خلاف بہت اچھا ٹیسٹ میچ کھیلا اور سنچورین میں نصف سنچری سمیت میچ میں 8 شکار بھی کئے جس کی وجہ سے جنوبی افریقہ کو اننگ سے کامیابی ملی مگر کافی مشکل حالات میں ڈربن پر میں اچھی وکٹ کیپنگ نہیں کرسکا اور بیٹنگ میں بھی ناکام رہا جس کو شکست کے باعث مزید تنقید کی نگاہ سے دیکھا گیا۔ نئے سال کی ابتداء میں کیپ ٹاؤن ٹیسٹ ان بدترین یادوں کو کھرچنے میں معاون ثابت ہوا جب میں نے ایک اور ففٹی اسکور کی۔ میرا اعتماد بالکل ختم ہوچکا تھا' مگر میں نے ہمت کی اور سیدھی وکٹ پر بالکل اسی طرح بیٹنگ کی جس طرح میں سیزن کے دوسرے میچوں میں کرتا رہا تھا مگر اس کے بعد مجھے بیٹنگ کا مناسب موقع ہی نہیں مل سکا۔ میں نے دو آسان کیچز بھی گرائے جو کہ مجھے کرنا چاہئے تھا کیونکہ ایسے کیچز تو میں ہر روز کرتا ہوں۔ شاید یہی دباؤ ہے جو آپ کا اعتماد ختم کردیتا ہے اور کئی دوسری باتیں بھی ذہن پر اثر انداز ہونے لگتی ہیں جس کی وجہ سے کھیل پر توجہ بھی باقی نہیں رہتی۔ مثال کے طور پر یہ پریشر بھی کافی ہوسکتا ہے کہ لوگ آپ کے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں مگر میرا خیال ہے کہ اس طرح کی باتوں کو ذہن پر سوار نہیں کرنا چاہئے اور اسے نظر انداز کرنا سب سے بہتر طریقہ ہے۔

تنقید آپ کو پریشان کردیتی ہے ؟

اس طرح کی باتوں کو نظر انداز کرنا ہمیشہ سے میرا شعار رہا ہے اور میں نے میڈیا ہی نہیں لوگوں کی کڑی تنقید کا بھی سامنا کیا ہے۔ مگر اب محسوس ہوتا ہے کہ میرے اوپر ان چیزوں کا اثر ہونے لگا ہے۔ تنقید آپ کے ذہن کو ہی نہیں بعض اوقات جسم کو بھی جکڑ لیتی ہے۔ آپ تمام تر کوشش کرتے ہیں مگر پتہ لگتا ہے کہ آپ مزید ڈوبتے جارہے ہیں۔ آپ جتنی تیزی سے ابھرنے کی کوشش کرتے ہیں اتنی ہی تیزی سے گہرائی کی طرف جانے لگتے ہیں۔ کیریئر کے خاتمے کی طرف بڑھنے والے کئی کھلاڑیوں سے میری بات ہوئی ہے اور ان کا کہنا ہے کہ اس طرح کی صورتحال شروع ہوجاتی ہے کہ آپ جو کرنا چاہتے ہیں وہ کر نہیں پاتے اور اپنے آپ سے سوالات کرنے لگتے ہیں کہ اب اس کے بعد میں کہاں جاؤں گا اس کے بعد آپ کو اس بات کی فکر بھی لاحق ہوجاتی ہے کہ دوسرے آپ کے بارے میں کیا کچھ کہہ رہے ہیں۔

جب اپنے لوگ ہی انگلیاں اٹھانے لگیں جن کا آپ احترام بھی کرتے ہیں تو کیسا لگتا ہے ؟

میں بھی ایک انسان ہوں' بہت زیادہ نظر انداز کرتا ہوں کہ کمنٹیٹرز کیا کہہ رہے ہیں اور سابق کھلاڑیوں کی کیا رائے ہے مگر وہ سب آپ کے اوپر اثر انداز ہوتا ہے۔ یہ تمام ایسے لوگ ہیں کہ جو کچھ بھی کہیں اس کو توجہ کے ساتھ سننا پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ بہت کچھ ذہن سے چپک کر رہ جاتا ہے جس سے فوری جان نہیں چھڑائی جاسکتی۔ میں اپنی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتا ہوں اور کسی سے بھی مشورہ کرنے میں شرم محسوس نہیں کرتا۔ جب مجھے اکتوبر میں آسٹریلیا کے خلاف انجری سے دوچار ابراہام ڈی ویلیئرز کی جگہ وکٹ کیپنگ کے لئے طلب کیا گیا تو میں نے سابق جنوبی افریقہ کوچ رے جیننگز سے مدد لی اور ان کے ساتھ کوچنگ سیشن کیا۔ سری لنکا کے خلاف نیو لینڈز میں کھیلتے ہوئے بھی میں نے پیڈی اپٹن سے بات چیت کی۔ میں نے رچرڈ پائی بس کے ساتھ بھی اپنی بہتری پر کام کیا جو میلبورن کالج میں طالب علمی کے زمانے سے میری کوچنگ کرتے رہے ہیں۔ وہ میری پہلی صوبائی ٹیم بورڈ کے بھی کوچ تھے۔

یعنی آپ کو اب بھی کوچنگ کی ضرورت محسوس ہوتی ہے ؟

خامیوں کو ٹھیک کرنے کے لئے اس کی کبھی اور کسی بھی وقت ضرور پڑ سکتی ہے۔ رچرڈ پائی بس میرے کھیل کو بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں کیونکہ وہ میرے کیریئر کی ابتداء سے میرے ساتھ رہے ہیں اگر دیکھا جائے تو یہ ایک طرح سے چکر مکمل ہوگیا ہے کیونکہ وہ ابتداء میں ساتھ تھے اور اب میرا کیریئر ختم ہونے جارہا ہے تو اس وقت بھی وہ میرے ساتھ ہیں۔

وکٹ کیپنگ اور بیٹنگ میں توازن کے لحاظ سے آپ کو مشکلات تو درپیش رہی ہوں گی۔

میں نے اس حوالے سے بڑی سخت جدوجہد کی ہے۔ جب میں نے کرکٹ کھیلنا شروع کی تو میں ایسا بیٹسمین تھا جو وکٹ کیپنگ بھی کرسکتا تھا۔ جب مجھے جنوبی افریقہ کی ٹیم میں منتخب کیا گیا تو باب وولمر نے ہدایت دی کہ تم کو اپنی وکٹ کیپنگ پر محنت کرنا چاہئے اور پھر اس کی وجہ سے میری بیٹنگ صلاحیت پر اثر پڑا جو کسی حد تک زوال کا شکار ہوگئی مگر بات وہی ہے کہ جب آپ کی وکٹ کیپنگ کا ایک معیار بن جاتا ہے تو آپ دوبارہ بیٹنگ پر توجہ دے سکتے ہیں اور ایسے میں بھی وکٹ کیپنگ پر بھی اثر پڑتا ہے۔ دونوں کام ایک ساتھ کرنا کافی مشکل ہے کیونکہ وکٹوں کے پیچھے کھڑا ہونا بڑا سخت جان کام ہے۔ میں یہ ضرور کہہ سکتا ہوں کہ عام طور پر اگر آپ بیٹنگ اچھی کررہے ہوں تو وکٹ کیپنگ بھی اچھی ہورہی ہوتی ہے لیکن بیٹنگ کی کارکردگی پھسل جائے تو پھر کیپنگ بھی اثر انداز ہوتی ہے جو کہ مختلف ماحول میں کوئی آسان کام ہرگز نہیں ہے۔

مختلف اور مشکل ماحول سے آپ کی کیا مراد ہے ؟

بعض ممالک میں یا ان کے مخصوص حالات میں وکٹ کیپنگ کرنا آسان نہیں ہوتا۔ ایسی ہی مشکلات مجھے ویسٹ انڈیز کے دورے پر بھی پیش آئیں۔ ایان ہیلی نے ایک بار مجھ سے کہا کہ ویسٹ انڈیز کا دورہ میرے لئے ایسا تھا جس نے مجھے ایک طرح سے مار ڈالا میں بھی یہ بات محسوس کرسکتا ہوں کہ کیوں..... کیونکہ وہاں وکٹیں وکٹ کیپنگ کرنے کے لئے بہت مشکل ہیں۔

ایسے میچز اور سیریز جس میں آپ نے ٹیم کو فتح دلانے میں اپنا کردار انجام دیا ہو ؟

آسٹریلیا میں سیریز جیتنا ایک لاجواب کارنامہ تھا مگر میرے لئے انگلینڈ کی زیادہ اہمیت ہے جہاں میں کامیابی کے لحاظ سے بہت زیادہ ملوث رہا خاص طور پر برمنگھم میں جہاں میں نے گریم اسمتھ کے ساتھ آخری شراکت قائم کی۔ وہ میری بہترین سیریز تھی جس میں ہمیں فتح حاصل ہوئی۔ میں نے 40 اور ناقابل شکست 45 رنز اسکور کئے اور اسمتھ کے ساتھ اس وقت 112 رنز کی شراکت قائم کی جب ہماری ٹیم 281 رنز کے ہدف کا تعاقب کررہی تھی اس کامیابی نے ہمیں چار میچوں کی سیریز میں 2۔صفر برتری دلا دی تھی۔

سب سے مشکل مد مقابل ٹیم کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے ؟

آسٹریلیا اور انگلینڈ کی ٹیمیں ہمیشہ سے ہی مشکل اور سخت حریف رہی ہیں آپ ان کے خلاف کھیلتے ہوئے جانتے ہیں کہ یہ ایک سنجیدہ لڑائی ہے اور اسی لئے اس کا لطف بھی محسوس ہوتا ہے۔ جب آپ ان میچوں میں اچھی کارکردگی دکھاتے ہیں تو بہت ہی اچھا محسوس ہوتا ہے۔ آپ اس سخت جان مقابلے پر حاوی آکر ایک کھلاڑی اور عام انسان کے طور پر بھی خود کو برتر پاتے ہیں اور یہ احساس بڑا قیمتی ہوتا ہے۔

لڑائیاں تو اب اپنے خاتمے کی طرف بڑھ رہی ہیں کیا آپ ایک فائٹر کے طور پر کھیل سے جانا چاہتے ہیں ؟

میری خواہش ہے کہ اس کھیل سے اچھی یادوں کے ساتھ جاؤں اور جس حیثیت سے کھیلتا رہا ہوں وہ آخر تک قائم رہے۔ اس کھیل میں آنے والے ہر کھلاڑی کی ایک الگ حکمت عملی ہوتی ہے کہ وہ اپنا وقت آنے پر کس طرح جانا چاہتا ہے۔ یہ ایک حتمی بات ہے کہ میں بھی اپنے قدرتی کھیل کے ساتھ اپنے کیریئر کا خاتمہ کرنا چاہتا ہوں۔ میری تمنا ہے کہ جس طرح میرے کیریئر کا آغاز ہوا تھا اس کا خاتمہ بھی اسی طرح ہوجائے۔

کھیل میں آپ نے جو کارنامے دکھائے ان پر اطمینان ہے ؟

ظاہری بات ہے کہ میں اطمینان کے بعد ہی جانے کا فیصلہ کرسکا ہوں۔ اتنے طویل کیریئر میں جو کچھ مجھے حاصل رہا اس پر کوئی بھی فخر کرسکتا ہے اور میں ایسا ہی کرتا ہوں۔

مارک باؤچر

مصباح الحق پر تنقید، اسے کپتانی سے ہٹانے کے مطالبے کیوں؟

جائزہ

پاکستان میں یہ رواج عام ہے کہ ایک ناکامی پر کسی بھی شخص کی عہدے سے رخصتی کا مطالبہ کیا جانے لگتا ہے اور وہ کامیابیاں بھی پس پشت ڈال دی جاتی ہیں جو اس نے حاصل کی ہوتی ہیں۔ انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں "وہائٹ واش" کامیابی حاصل کرنے والے کپتان مصباح الحق کو صرف اس لئے تنقید کا نشانہ بنایا جا رہا ہے کہ وہ انگلینڈ کے خلاف ون ڈے سیریز کیوں ہار گئے اور مختصر فارمیٹ کی کرکٹ میں فتح کا جھنڈا بلند کیوں نہیں کر سکے؟ اس بات کو بھی فراموش کر دیا گیا کہ کپتان کی کامیابی کا دارومدار کھلاڑیوں کی تسلسل کے ساتھ عمدہ کارکردگی اور مناسب حکمت عملی پر ہوتا ہے جس کے بغیر جیت کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ نہ جانے کیوں بار بار یہ چھاپ مصباح پر لگانے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ وہ ایک دفاعی کپتان ہیں جن کو اپنی حکمت عملی میں تبدیلی لانا چاہئے حالانکہ غلطی تو کہیں اور ہی ہو رہی ہے جو انفرادی نہیں اجتماعی ہے۔

اگر صرف یہ حقیقت پیش نظر رکھی جائے کہ پاکستان کرکٹ کا اس وقت کیا حال تھا جب مصباح الحق نے اس ٹیم کی قیادت سنبھالی تھی تو بہت سے لوگوں کو عقل آ جائے گی کہ پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کا سلسلہ ختم ہو چکا تھا۔ کئی اہم اور باصلاحیت کھلاڑی میچ فکسنگ کے الزام میں یا تو جیل کی ہوا کھا رہے تھے یا مقدمات کا سامنا کر رہے تھے جبکہ کچھ پر غیر اعلانیہ پابندی عائد تھی تو کسی کو جان بوجھ کر کھیلنے سے محروم کر دیا گیا تھا۔ اس نازک موڑ پر دستیاب صلاحیت کے ساتھ مصباح الحق نے ٹیم کو جتا کر کے کامیابی کی راہ پر ڈالا اور ایک ایسے راستے پر گامزن کر دیا کہ "ناامیدی" کا اندھیرا دور ہو گیا اور امید کی کرن روشن ہو چلی کہ یہ ٹیم آنے والے عرصے میں مایوس نہیں کرے گی۔ سال 2011ء کا کامیابی سے خاتمہ ہوا تو قومی ٹیم پر تنقید کے نشتر برسانے والے بغلیں جھانکتے پھر رہے تھے اور انہوں نے برساتی مینڈکوں کی طرح پاکستان ٹیم کی کامیابیوں پر اپنی "ٹرٹر" شروع کر دی تھی مگر وہ اس وقت کے منتظر تھے کہ ٹیم کسی جگہ شکست سے دوچار ہو تو اس کے بخیے اُدھیڑے جائیں۔ انگلینڈ کے خلاف مختصر فارمیٹ کی کرکٹ میں ناکامی پر شور مچانے والے زیادہ تر وہی ناقدین ہیں جن کو گزشتہ عرصے میں منہ کی کھانا پڑی تھی۔

میں سابق کپتان عمران خان کی کھیل پر دسترس کا حامی رہا ہوں اور میرا ذاتی خیال یہ ہے کہ وہ پاکستان کرکٹ کی بہتری کے لئے عام طور پر اچھے مشورے دیتے رہے ہیں لیکن ان کا یہ کہنا قطعی درست نہیں ہے کہ موجودہ پاکستانی کپتان دفاعی حکمت عملی کے باعث شکستوں کا سامان کرتے رہے ہیں۔ اگر مصباح الحق کی حکمت عملی دفاعی ہوتی تو وہ کبھی ٹیسٹ کرکٹ کے معیار پر شاندار کامیابیاں حاصل نہ کرتے اور انگلینڈ کے خلاف "وہائٹ واش" کا کارنامہ نہ انجام دیتے اور نہ ہی اس سے قبل سری لنکا اور بنگلہ دیش کو ہرانا ممکن ہوتا۔ بیٹنگ آرڈر کے بارے میں ان کا یہ جواز تو سمجھ میں آتا ہے کہ مصباح الحق کو ٹیم کا اہم بیٹسمین ہونے کے ناطے تھوڑا اوپر بیٹنگ کرنا چاہئے کیونکہ جب تک چھٹے نمبر پر آنے والے کپتان کریز پر سیٹ ہوتے ہیں ان کے ساتھ کھلاڑی رخصت ہونا شروع ہو جاتے ہیں اور پاکستان کی ٹیم بڑا اسکور کرنے میں ناکام رہتی ہے۔ ان کا یہ جواز تسلیم کر لیا جائے تو پھر چھٹے نمبر پر جو بھی بیٹسمین کھیلے گا اسے یہی صورتحال پیش ہو گی۔ عمران خان نے اپنے دور قیادت میں اعجاز احمد جیسے بیٹسمین کو مسلسل چھٹے اور ساتویں نمبر پر کھلایا اور اس کو ایک ناکام بیٹسمین بنا کر رکھ دیا حالانکہ وہ اس وقت اپنی عقلمندی کا مظاہرہ کر کے اس سے بہتر نتائج حاصل کر سکتے تھے۔ تاریخ گواہ ہے کہ ان کا کامیاب دور ختم ہونے کے بعد اعجاز احمد نے ٹاپ آرڈر میں باکمال اننگز تخلیق کیں اور وہ پاکستان کے ایک نمایاں بیٹسمین بن کر ابھرے۔ یہاں سابق کپتان پر تنقید مقصود نہیں بلکہ صرف یہ بتانا ہے کہ بعض اوقات ہم کسی خام کو صحیح طور پر پرکھنے میں ناکامی کے بعد غلط فیصلے کر بیٹھتے ہیں اور شاید عمران خان بھی یہ اندازہ نہیں کر سکے کہ تین مختلف قسم کے فارمیٹ میں بٹ جانے والی کرکٹ کا مزاج اور حکمت عملی یکسر مختلف ہے اور لازمی نہیں ہے کہ ٹیسٹ کا کامیاب کپتان ون ڈے اور ٹی 20 میں بھی اسی چابکدستی سے فرائض نبھا سکے اور ٹیم کامیابیوں کی راہ پر گامزن رہے۔ پاکستان کی کامیابیوں کی حالیہ عرصے میں اصل وجہ اس کے اسپن بالرز رہے ہیں جنہوں نے خاص طور پر ٹیسٹ میچوں میں بہترین کارکردگی کا مظاہرہ کیا لیکن کسی نے اس بات پر غور کیا ہے کہ ون ڈے سیریز میں پاکستانی اسپن بالرز کا کیا کردار رہا؟ اور اس دوران فاسٹ بالرز کس بری طرح مار کھاتے رہے۔؟ سونے پر سہاگہ یہ کہ بیٹنگ لائن بھی کسی خاص فارمیٹ میں اسی طرح "کلک" نہیں کر رہی جیسے کہ وقت اس سے تقاضہ کر رہا ہوتا ہے۔ ٹیسٹ کرکٹ میں تو بیٹسمین پھر بھی حالات کے مطابق خود کو ایڈجسٹ کر لیتے ہیں مگر نہ تو وہ ون ڈے کرکٹ میں اسکورنگ کے طریقہ کار پر دھیان رکھتے ہیں اور نہ ہی ٹی 20 میں کیونکہ مذکورہ دونوں طرز کی کرکٹ میں وہ بے جا اسٹروک پلے کا سہارا لے کر اپنی اننگز کو قبل از وقت ختم کر بیٹھتے ہیں۔ کیا کسی کو یہ احساس بھی ہے کہ جس ٹیم میں اویس ضیاء جیسے نوجوان کھلاڑی کو صرف اس اُمید پر شامل کر لیا جائے کہ وہ آڑے ترچھے شاٹس کھیل کر کامیابی کی راہ ہموار کر دے گا' اس کا حشر کیا ہو سکتا ہے؟

اگر اسے مواقع دینا مقصود تھا تو پہلے اسے مناسب ون ڈے کرکٹ کا تجربہ دلایا جاتا جہاں وہ تھوڑا سا وقت لے کر اپنے اسٹروکس کو چیک کر کے کھیلنے کی عادت ڈالتا اور پھر ٹی 20 کرکٹ میں ان کی آزمائش کرتا مگر اسے براہ راست "مار دھاڑ" کے بازار میں پھینک دیا گیا جہاں مد مقابل بالرز اتنے ماہر ہیں کہ وہ سامنے کھڑے بیٹسمینوں کی نفسیات سے کھیلتے ہیں۔ مختصر فارمیٹس کی ٹیم کا سب سے بڑا نقص یہ ہے کہ اس میں کوئی اسپیشلسٹ وکٹ کیپر ہی موجود نہیں جو کہ اچھی بیٹنگ بھی کر سکتا ہو۔ کامران اکمل کی کمی اب تک پوری نہیں ہو سکی ہے اور عمر اکمل کو وکٹ کیپر بنا کر نہ صرف ٹیم میں آنے والے کسی اسپیشلسٹ امیدوار کی آمد کا راستہ روکا جا رہا ہے تو خود عمر اکمل کی بیٹنگ بھی متاثر ہو رہی ہے۔ بیٹنگ کے شعبے میں موجود خامیوں کی وجہ سے نہ تو پہلے بیٹنگ کر کے مضبوط ہدف دیا جا رہا ہے اور نہ ہی ہدف کے تعاقب میں کامیابی ہو رہی ہے۔ انگلینڈ کے خلاف ون ڈے سیریز میں عمران فرحت' یونس خان اور شعیب ملک خاص طور پر خراب فارم یا نامناسب حکمت عملی کے باعث ٹیم کی کوئی مدد نہ کر سکے اور دوسرے بیٹسمین اس کا بوجھ برداشت نہ کرتے ہوئے ناکام ہوتے رہے جن کو اپنے اصل کھیل سے ہٹ کر پرفارم کرنے کی کوشش کرنا پڑی۔

کپتان کے طور پر مصباح الحق سے کچھ غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جن کی طرف توجہ دلائی جا سکتی ہے مگر اس کا مقصد یہ نہیں کہ کپتان ہی تبدیل کر دیا جائے۔ اس کا سب سے بہتر طریقہ یہ ہے کہ کھیل کے ہر فارمیٹ پر قیادت مختلف ہاتھوں میں دیدی جائے تاکہ کسی بھی سطح کی کرکٹ سے انصاف ہو سکے۔ انگلینڈ کی ٹیم اس کی بہترین مثال ہے جس میں ہر فارمیٹ کا الگ کپتان ہے اور وہ ٹیم ایک وقت ہارتی ہے تو دوسری جگہ اسے فتح بھی نصیب ہوتی ہے اور کسی ایک کے سر سارا الزام رکھنے کی نوبت نہیں آتی۔ ہم ایک مرتبہ پھر یہی کہیں گے کہ کارکردگی میں اچانک زوال کا سبب صرف کھیل کے طریقہ کار کی تبدیلی ہے جس سے پاکستانی کھلاڑی ہم آہنگ نہیں ہو سکے اور یہ ایک عام سی بات ہے جس کا سامنا ٹیموں کو آئے روز کرنا پڑتا ہے اور ذرا سی توجہ اور دیکھ بھال سے یہ غلطیاں اور خامیاں دور ہو سکتی ہیں مگر صرف کپتان کی تبدیلی کسی طرح بھی مسئلے کا حل نہیں' کیونکہ موجودہ ٹیم میں فی الوقت کوئی ایسا کردار موجود نہیں جس کے سر پر کپتانی کا تاج رکھا جائے۔ اگر ایک لابی یہ چاہتی ہے کہ آفریدی کو یہ منصب دوبارہ سونپ دیا جائے تو اس سے ٹیم پر مزید بُرے اثرات مرتب ہوں گے اور وہ اسی جگہ جا پہنچے گی جہاں سے اسے سنبھال کر مصباح نے کامیابی کی راستے پر ڈالا تھا۔

اگر باریک بینی سے جائزہ لیا جائے تو 38 ویں سالگرہ کی طرف بڑھتے ہوئے مصباح الحق کو اب اپنا کیریئر بچانے کے لئے محدود اوورز کی کرکٹ سے جان چھڑا لینا چاہئے اور صرف ٹیسٹ کرکٹ تک محدود ہو کر "اطمینان" کے ساتھ اپنے دور کو طویل کرنا چاہئے جو تیز رفتار کرکٹ کی نذر ہونے جا رہا ہے۔ انگلینڈ کے خلاف تیسرے ٹی 20 میں مصباح الحق نے جو کچھ کیا اس نے اس کی تمام اچھائیوں پر پانی پھیر دیا ہے اور لوگ اس پر کڑی تنقید کر رہے ہیں۔ چند سال قبل ٹی 20 عالمی کپ کے فائنل میں "پیڈل سوپ" کھیل کر ایک یقینی فتح سے محرومی کو لوگ آنے والے عرصے میں بھلا بیٹھے تھے مگر ابوظہبی میں وہ زخم پھر ہرے ہو گئے اور جذباتی شائقین کا اب صرف ایک ہی مطالبہ ہے کہ مصباح الحق کو قیادت سے برطرف کر دیا جائے حالانکہ کہنا

یہ چاہئے ہے کہ وہ خود کو ٹیسٹ سطح تک محدود کرلے جہاں وہ انصاف کے تقاضے پورے کرسکتا ہے۔ یہ بات کافی عرصے بعد سہی مگر ثابت ہوگئی ہے کہ وہ ایک اچھا "فنشر" نہیں ہے اور کھیل کو بنانے کے باوجود کامیابی پرختم کرنے میں ناکامی کا شکار ہوجاتا ہے۔

ٹیم کو فتح کے لئے پانچ اوورز میں 36 اور پھر تین اوورز میں 23 رنز درکار ہوں اور کپتان کو پہلے عمر اکمل اور پھر شاہد آفریدی کا ساتھ مل گیا ہو اور وہ 32 گیندوں پر دو چوکوں سمیت 28 رنز کرکے اس وقت بولڈ ہوجائے جب آخری بال پر 6 رنز درکار ہوں تو کھیل کے مداح اس کو سراہنے سے تو رہے۔ وہ تو جو کچھ نہ کہیں کم ہے کیونکہ ایک جیتا ہوا میچ انگلینڈ کی جھولی میں چلا گیا۔ اگر مصباح نے آخری بال والی "کوشش" ایک آدھ اوور پہلے کر ڈالی ہوتی تو شاید صورتحال کچھ اور ہوتی یا آنے والے بیٹسمین سے امید باندھ لی جاتی مگر جس جگہ کپتان نے ٹیم کو لاکر چھوڑا وہ کسی کو بھی ہضم نہیں ہو رہا ہے 18 ویں اوور تک پاکستان کے پاس سات وکٹیں باقی تھیں اور دور حاضر کی تیز رفتار کرکٹ میں بازی پلٹ دینا کوئی انوکھا کام نہ تھا مگر نہ جانے کیا سوچ کر اور کس حکمت عملی کے تحت اس نے خود کو کریز پر قائم تو رکھا مگر جیت کی سنجیدہ "کوشش" نہیں کی اور ایک مرتبہ پھر کھیل کو اس وقت خوش اسلوبی سے "فنش" کرنے میں ناکام رہا جب وہ ایسا کرنے کی اہلیت رکھتا تھا۔ میچ کے بعد مصباح نے اعتراف کیا کہ "کھیل پاکستان کے ہاتھ میں تھا اور جیتا جاسکتا تھا مگر ہم کھیل کو عمدگی سے فنش نہ کرسکے۔" قومی کپتان نے جیت کا کریڈٹ انگلینڈ کو دیتے ہوئے کہا کہ "ان کی بالنگ کا ہمارے پاس جواب ہی نہیں تھا" ایک ٹی 20 میچ کے بل پر لوگوں کا یہ کہنا کہ مصباح کو "بیرونی دروازہ" دکھا دیا جائے کافی سخت اقدام ہوتا اور یہ شاید اس کے احترام کے منافی بھی ہے۔ کپتان کی اپنی ایک عزت اور وقار ہوتا ہے جسے اس کے مقام سے گرا کر ہم کوئی اچھی مثال قائم نہیں کرتے۔ ذرا نگاہ ڈالیں شعیب ملک اور یونس خان کے کیریئر پر کہ کیا وہ ون ڈے کرکٹ کے اتنے معمولی کھلاڑی تھے جیسے کہ اب نظر آرہے ہیں...... یقیناً نہیں...... اس کی وجہ یہی ہے کہ ٹیم کو لیڈ کرنے کے بعد عام کھلاڑی کے طور پر کھیلنا بعض حالات میں اعتماد کو بری طرح مجروح کردیتا ہے۔ اس کا بہترین حل یہ ہے کہ مصباح الحق کو عزت کے ساتھ ٹیسٹ کرکٹ تک محدود کردیا جائے کہ اس کے کھیل ہی نہیں اس کی شخصیت سے بھی انصاف ہوگا اور آنے والے عرصے میں اس کی صلاحیتوں سے فائدہ اُٹھایا جاسکے گا۔

ذرا حالیہ عرصے میں مصباح الحق کی محدود اوورز کی کرکٹ کا جائزہ بھی لے لیں کہ ہماری یہ تجویز کس حد تک موثر اور قابل عمل ہے۔ 39 ٹی 20 میچوں میں 37.52 کی اوسط سے 788 رنز میں تین نصف سنچریاں اسکور کرنے والے مصباح کا اسٹرائیک ریٹ 110.20 ہے جس نے 45 چوکے اور 26 چھکے بھی لگائے ہیں۔ اعداد و شمار یہاں تک تو ایک دل خوش کن فضا بنا رہے ہیں مگر 20 اپریل 2008ء کو کراچی میں بنگلہ دیش کے خلاف 87* رنز بنانے کے بعد مصباح نے 29 میچوں میں کوئی نصف سنچری بھی اسکور نہیں کی۔ پانچ مرتبہ اس کی بیٹنگ ہی نہ آسکی۔ جبکہ لوئر مڈل آرڈر میں کھیلنے کے باعث اسے 8 مرتبہ ناٹ آؤٹ رہنے کا موقع مل گیا اور اسی لئے ان میچوں میں 450 رنز کا اوسط 28/12 رہا۔ چار مرتبہ چوتھے' گیارہ مرتبہ پانچویں' پانچ مرتبہ چھٹے' تین بار ساتویں اور ایک بار آٹھویں نمبر پر بیٹنگ کرنے والے "اسٹار" نے 9 مرتبہ 20 سے کم رنز بنائے۔ چار مرتبہ اس کا اسکور دس سے زیادہ اور 9 مرتبہ 20 سے زیادہ رہا جبکہ صرف دو اننگز میں اس کا اسکور تھرٹی پلس اور دو مرتبہ فورٹی پلس رہا یعنی بہترین اننگ 48* رنز کی تھی۔ کیا اس سے ظاہر نہیں ہوتا کہ کپتان کی مسند پر بیٹھنے والے کھلاڑی نے اپنی صلاحیت کے ساتھ پوری طرح انصاف نہیں کیا ہے خاص طور پر اس لئے بھی کہ اس نے زیادہ تر میچز زمبابوے' سری لنکا اور بنگلہ دیش کے خلاف کھیلے ہیں۔

ون ڈے کرکٹ میں بھی کہانی کچھ زیادہ مختلف نہیں ہے' 8 ستمبر 2011ء کو زمبابوے کے خلاف بلاوایو میں 54 رنز کی اننگ کے بعد اگلے 15 میچوں میں دو مرتبہ بیٹنگ کا موقع نہ مل سکا اور تین مرتبہ ناٹ آؤٹ واپس آنے والے کھلاڑی کی واحد نصف سنچری (66) سری لنکا کے خلاف ابوظہبی میں 23 نومبر 2011ء کو سامنے آئے۔ چار مرتبہ فورٹی پلس اور ایک مرتبہ تھرٹی پلس کی اننگ کے خالق بیٹسمین نے سات اننگز ایسی بھی کھیلی ہیں جب اس کا اسکور 20 سے زائد مگر 30 سے کم رہا۔ اگرچہ 35.00 کی اوسط سے 350 رنز کچھ زیادہ برے نہیں مگر انگلینڈ کے خلاف حالیہ ون ڈے سیریز میں چار میچز کے دوران 108 رنز ٹیم کی کوئی مدد نہ کرسکے۔ ٹیسٹ میچوں کی طرح ون ڈے کرکٹ میں بھی دو ہزار رنز کا سنگ میل پار کرنے والے کھلاڑی کے پاس اب خود کو درست کرنے کا بہت کم وقت باقی بچا ہے اور اسی لئے ہمارا مخلصانہ مشورہ تو یہی ہے کہ وہ "اوسط درجے" کی کارکردگی والے فارمیٹس کو خیر باد کہتے ہوئے اپنی تمام تر توجہ ٹیسٹ کرکٹ پر مرکوز کرے جہاں اسے کپتان کے طور پر بھی قبول کرلیا جائے گا کیونکہ اس طرح پر وہ ہر طرح سے موزوں کارکردگی بھی دکھا رہا ہے۔

مجموعی اعتبار سے دیکھا جائے تو مصباح الحق میں نہ تو کھلاڑی کے طور پر کوئی خامی ہی اور نہ ہی کپتان کے طور پر کوئی نقص بلکہ اب سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اس کا کھیل کس طرز کے لئے موزوں ہے؟ ایک سینئر کھلاڑی کے طور پر موجودہ حالات میں وہ ایک بہترین ٹیسٹ کپتان ہے جہاں اس کی بڑھتی ہوئی عمر بھی کوئی "ایشو" نہیں کیونکہ بقول عمران خان "کھلاڑی کی فارم اور فٹنس اچھی ہو تو عمر کا معاملہ غیر اہم ہوجاتا ہے" اگر صرف محدود اوورز کے چند میچوں میں ناکامی کو سامنے رکھ کر مصباح الحق کو ہر طرف کی کرکٹ سے دور کیا جاتا تو یہ کوئی دانشمندانہ فیصلہ ہرگز نہ ہوتا کیونکہ جب پوری ٹیم کسی خاص طرز کی کرکٹ میں پرفارم نہ کرسکے تو اس ناکامی کی سزا صرف ایک کھلاڑی کیوں بھگتے؟

کرکٹ کے شائقین اور مداح کامیابی پر ایک رات کا جشن منا کر تو آرام سے بیٹھ جاتے ہیں مگر ناکامی کے بعد کافی عرصے تک "بدہضمی" کا سلسلہ چلتا رہتا ہے اور ایسے افراد کے منہ بھی کھل جاتے ہیں جو کھیل کے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتے مگر تنقید کرنا اپنا حق سمجھتے ہیں۔ میری ان سے صرف ایک گزارش ہے کہ صبر کی عادت ڈالیں اور فتح کا جشن مناتے ہوئے شکست کو فراموش نہ کریں۔ انگلینڈ کے خلاف بہت سی خامیوں کا یکجا ہونا شکست کی وجہ بنا ہے نہ تو ٹیسٹ میچوں کی طرح افتتاحی بیٹسمین کلک کرسکے اور نہ ہی اسپنرز کی جادوگری برقرار رہی اور نہ ہی وقت پر کسی نے آگے بڑھ کر حیران کن کارکردگی کا مظاہرہ کیا۔ کپتان کو اچانک رخصت کرنے کا طریقہ کار تبدیل کریں ورنہ آج محمد حفیظ اور یونس خان کپتانی سے انکار کرتے پھر رہے ہیں تو آنے والے عرصے میں کوئی بھی یہ عہدہ قبول کرنے پر تیار نہیں ہوگا اور کھلاڑی اپنی جگہ ٹیم میں برقرار رکھنے کے لئے کپتان بننے سے کان پکڑ رہے ہوں گے۔ براہ کرم وہ لمحہ نہ آنے دیں کہ قومی ٹیم کپتان کی تلاش میں سرگرداں ہو اور کوئی مناسب امیدوار ہی نہ مل سکے۔ پی سی بی نے کڑی تنقید کے باوجود مصباح الحق پر اعتماد برقرار رکھ کر جو مثال قائم کی ہے اس کا پھل ضرور ملے گا اور یہی ٹیم ون ڈے اور ٹی 20 میں بھی کامرانی کے راستے پر گامزن ہوگی۔ اگر نہیں تو اس کا موثر حل ہم نے پیش کر ہی دیا ہے۔ MAB

قومی ٹیم کے کپتان ٹیکسٹ پیغامات پر تبدیل نہیں ہوتے!

کس قدر شرم کا مقام ہے کہ قومی ٹیم کا کوئی کھلاڑی جو کپتان بھی ہو صرف ایک میچ نہ جتوا سکے تو اس کے پورے کیریئر پر ختم شد کا بورڈ آویزاں کرنے کی کوشش کی جائے اور اس کی تذلیل کرنے میں حد سے بھی گزرنے سے گریز نہ کیا جائے۔ پاکستان کی حالیہ شکست کے بعد موبائل فونز پر ایس ایم ایس کی قطار شروع ہوگئی اور ہر ایک کا موضوع صرف ایک تھا...... کپتان مصباح الحق......!

ان ٹیکسٹ پیغامات میں ہنسی مذاق کا پہلو تو درگزر کیا جاسکتا ہے مگر جس انداز سے مصباح الحق پر فحش جملوں کی بھرمار کی گئی اس نے پوری قوم کی سوچ کو "برہنہ" کردیا ہے۔ کپتان ہی کیا اس سے منسلک مقدس رشتوں کو جس بے دردی کے ساتھ گھسیٹا گیا اس کے زخم عرصے تک نہیں بھر سکیں گے۔ مصباح کو ایک مرتبہ پھر قیادت کی مسند پر جگہ دے کر ان تمام مخالفین کے منہ پر پی سی بی نے جو طمانچہ رسید کیا ہے اس کی گونج شاید زیادہ دیر تک فضا میں موجود نہ رہے مگر مجھے اب ایک ہی خیال آرہا ہے کہ جب قومی ٹیم کسی جگہ کامیابی حاصل کرے گی اور اس کی وجہ مصباح الحق ہوگا تو یہ لوگ اپنے آپ کو کوسیں گے یا اپنے مقدس رشتوں کو انہی القابات سے نوازیں گے جن سے وہ قومی کپتان کو نوازتے رہے حالانکہ شکست کی وجہ وہ تنہا نہیں تھا۔

ہماری قوم نے اچھی مثالیں بہت کم ہی پیش کی ہیں۔ ایک طرف شرمین عبید چنائے کو آسکر مل رہا تھا تو دوسری طرف اس اعزاز سے غافل افراد جو خود کو کرکٹ کا مداح کہتے ہیں قومی ٹیم کے کپتان کو لتاڑنے پر لگے ہوئے تھے اور غلاظت کے ڈھیر پر بیٹھ کر۔ کاش ایک موقع ملے تو وہ تمام ٹیکسٹ پیغامات ان ماؤں تک پہنچائے جائیں جن کے سپوت یہ "کارنامے" دکھا رہے ہیں تب اندازہ ہوگا کہ تکلیف اور درد کیا ہے اور کسی کی ماں یا بہن کا احترام کیا ہوتا ہے۔ آخری بات یہی کہ اس بری مثال کا نتیجہ سوائے اپنی زبان خراب کرنے کے کچھ نہیں کیونکہ قومی ٹیم کے کپتان نہ تو ٹیکسٹ پیغامات پر تبدیل ہوسکتے ہیں اور نہ ہی ان کی عزت و احترام پر کوئی حرف آسکتا ہے!!

پاکستان میں انٹرنیشنل کرکٹ کی بحالی کی طرف پہلا قدم بنگلہ دیش نے اُٹھا دیا!

دن تو سارے ایک جیسے ہوتے ہیں کیونکہ سورج ہر صبح اپنی چمکیلی کرنیں پھیلا کر اندھیرا دور کرتا ہے مگر اس روز پیش آنے والے واقعات کی وجہ سے کوئی خاص دن کسی کے لئے خوشی کا تو کسی کے لئے غم کا سبب بن جاتا ہے۔ 3 مارچ کا دن 2009ء میں پاکستان کرکٹ کے لئے روشنی کی بجائے وہ تاریکی لایا جس نے ملک کے کرکٹ گراؤنڈز کو بین الاقوامی کرکٹ سے محروم کر دیا۔ لاہور میں قذافی اسٹیڈیم کے قریب دہشت گردوں نے سری لنکن ٹیم کی ہوٹل سے اسٹیڈیم آنے والی بس کو گھیر کر اس پر فائرنگ شروع کر دی اور یہ سانحہ پاکستان کے ماتھے پر کلنک کا ٹیکہ بن گیا۔ تین سال کے بعد 3 مارچ کا دن اس وقت یادگار بن گیا جب بنگلہ دیش کرکٹ بورڈ کے صدر مصطفیٰ کمال نے پاکستان میں قدم رکھتے ہی یہ بیان دیا کہ وہ اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ پاکستان میں ایک مرتبہ پھر بین الاقوامی کرکٹ کی سرگرمیاں بحال ہو جائیں اور وہ اس حوالے سے ہر ممکن مدد کے لئے تیار ہیں۔

تین سال قبل لاہور میں دہشت گردوں کے حملے میں 6 سیکورٹی اہلکاروں سمیت 8 افراد ہلاک ہوئے جبکہ خوش قسمتی یہ رہی کہ سری لنکن ٹیم کے کھلاڑی اور آفیشلز زخمی تو ہوئے مگر کوئی جانی نقصان نہیں ہوا۔ تھیلن سماراویرا کو لگنے والی گولی سب سے کاری زخم تھا جو آج بھی اس واقعے کو یاد کر کے کہتا ہے کہ " میں سمجھا کہ میرا کرکٹ کیریئر ختم ہو گیا"۔ تھرنگا پراناوستھانا، اجنتھا مینڈس اور سری لنکن ٹیم کے کوچنگ اسٹاف میں موجود ایک آفیشلو کے علاوہ پاکستانی امپائر احسن رضا بھی زخمی ہوئے مگر شکر ہے کہ کسی کا کیریئر خطرے میں نہیں پڑا مگر پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ ختم ہو گئی جس کا سلسلہ اب بھی جاری ہے۔

پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی بحالی کے حوالے سے باتیں تو ہوتی رہی ہیں مگر پہلا عملی قدم بنگلہ دیش نے اُٹھا لیا ہے جس کی ٹیم پاکستان میں تین ون ڈے اور ایک ٹی 20 میچ کھیلنے کی غرض سے آمادگی ظاہر کر چکی ہے مگر سیکورٹی ایک ایسا مسئلہ ہے جس کی طرف سے نظریں نہیں پھیری جاسکتیں اور اسی لئے بنگلہ دیشی سیکورٹی وفد نے گزشتہ دنوں پاکستان کا دورہ کیا اور لاہور کے علاوہ کراچی میں سیکورٹی انتظامات پر اطمینان کا اظہار بھی کیا اور امید یہی ہے کہ اپریل میں مجوزہ سیریز باقاعدہ طور پر طے ہو جائے گی۔ اگرچہ کہ وفد کے پاکستان آمد کے ساتھ ہی یہ منفی اطلاع بھی موصول ہوئی کہ بنگلہ دیشی ہیڈ کوچ اسٹوارٹ لاء اور ان کے کوچنگ اسٹاف نے پاکستان کا دورہ کرنے سے انکار کر دیا ہے جن کا واضح موقف یہ ہے کہ پاکستان میں ابھی صورتحال اتنی اچھی نہیں ہے کہ وہاں کرکٹ کھیلی جاسکے مگر بنگلہ دیشی کرکٹ حکام ماضی کی اس مدد اور حمایت کا بدلہ اُتارنا چاہتے ہیں جو کہ پاکستان نے ٹیسٹ کرکٹ کا استحقاق دلانے کے لئے کی تھی۔

بنگلہ دیش سے آنے والے 9 رکنی وفد میں موجود دو افراد نے کراچی کے نیشنل اسٹیڈیم کا دورہ کیا جبکہ دیگر سات افراد نے لاہور کے قذافی اسٹیڈیم میں وقت گزارا اور انتظامات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنے اطمینان کا اظہار بھی کیا لیکن سیکورٹی کی جائزہ رپورٹ کی روشنی میں دورے کی حتمی منظوری بنگلہ دیشی وزارت خارجہ ہی دے گی۔ وفد کے ساتھ آنے والے بنگلہ دیشی کرکٹ بورڈ کے صدر مصطفیٰ کمال نے اعتراف کیا کہ بنگلہ دیش کرکٹ کے ابتدائی دور میں پاکستان نے ہمیشہ ان کا ساتھ دیا اور اب وہ پاکستان کی مدد کرنا چاہتے ہیں جہاں سیکورٹی خدشات کی وجہ سے بین الاقوامی کرکٹ کی سرگرمیاں ختم ہو چکی ہیں جو شائقین کرکٹ کے لئے ایک مایوس کن بات ہے۔ انہوں نے وعدہ کیا کہ وہ پی سی بی کے سربراہ کے ساتھ مل کر آئی سی سی کو اس بات پر قائل کرنے کی کوشش کریں گے کہ پاکستان میں کھیل کی بین الاقوامی سرگرمیاں بحال کی جائیں۔ مصطفیٰ کمال کا کہنا تھا کہ وہ سیکورٹی کے انتظامات کا جائزہ لے کر جا رہے ہیں اور یہ رپورٹ وزارت داخلہ کو دیں گے جو دورے کا حتمی فیصلہ کرے گی۔ دوسری جانب بنگلہ دیشی وفد نے پاکستانی وزیر داخلہ رحمٰن ملک سے بھی ملاقات کی جنہوں نے بنگلہ دیش کے دورہ پاکستان کے لئے فول پروف سیکورٹی کی یقین دہانی کراتے ہوئے کہا کہ "بنگلہ دیشی ٹیم کو اس کی خواہش کے مطابق سیکورٹی فراہم کی جائے گی اور ٹیم کے پاکستان آنے سے لے کر واپسی تک سیکورٹی کی ذمہ داری حکومت پاکستان کی ہوگی۔ اس موقع پر موجود پی سی بی کے سربراہ ذکاء اشرف نے بھی اس بات کی یقین دہانی کرائی کہ ایسے انتظامات کئے جائیں گے جن سے بنگلہ دیشی بھائیوں کو تسلی ہو۔ انہوں نے واضح کیا کہ بنگلہ دیشی وفد کا دورہ پاکستان ملک میں بین الاقوامی کرکٹ کے بحالی کی طرف پہلا قدم ہے اور یہاں جلد انٹرنیشنل کرکٹ بحال ہو جائے گی۔

معلوم ہوا ہے کہ بنگلہ دیشی ٹیم کے خلاف لاہور اور کراچی میں میچوں کے انعقاد کی کوشش کی جا رہی ہے اور ذکاء اشرف نے مربوط سیکورٹی پلان بھی تیار کر لیا ہے جب دونوں کرکٹ بورڈز کے درمیان سیریز کے معاملات طے ہو جائیں گے تو پھر آئی سی سی سے میچ آفیشلز کے لئے درخواست کی جائے گی۔ پاکستان نے سیکورٹی بریفنگ میں آئی سی سی کو بھی شرکت کی دعوت دی تھی جو اس جواز کے ساتھ مسترد کر دی گئی کہ جب تک دونوں بورڈز سیریز کا حتمی فیصلہ نہیں کرتے آئی سی سی کسی معاملے کا جائزہ نہیں لے گی۔ آئی سی سی نے بنگلہ دیشی وفد کی آمد سے بہت پہلے حالانکہ یہ اشارہ دیا تھا کہ بنگلہ دیشی ٹیم کے پاکستان آنے سے پہلے آئی سی سی بھی سیکورٹی کا جائزہ لے گی کیونکہ میچ آفیشلز بھیجنے سے پہلے سیکورٹی کے حوالے سے مکمل اطمینان چاہتے ہیں۔ پاکستان میں سری لنکن ٹیم پر حملے کے بعد آئی سی سی نے سیکورٹی ٹاسک فورس کی تشکیل کی تھی جو انٹرنیشنل کرکٹ میں حفاظتی انتظامات کا جائزہ لیتی ہی اور آئی سی سی چیف ہارون لورگاٹ اس بات کو واضح بھی کر چکے ہیں کہ سیکورٹی صورتحال کا مکمل جائزہ لینے سے قبل میچ آفیشلز کو بھیجنے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔

اُدھر کھلاڑیوں کی بین الاقوامی تنظیم "فیکا" نے بھی ایک بیان داغ دیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ پاکستان کرکٹ کھیلنے کے لئے اب بھی محفوظ جگہ نہیں ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ بنگلہ دیش کے آسٹریلین کوچ نے بھی پاکستان کے دورے سے انکار کیا ہے جن کے کوچنگ اسٹاف میں جنوبی افریقی اور برطانوی افراد بھی شامل ہیں۔ سیکورٹی وفد کا پاکستان سے روانگی کے وقت اطمینان اس بات کی ضمانت قطعی نہیں ہے کہ اپریل میں مجوزہ دورے کے لئے حالات سازگار ہو چکے ہیں اور پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ بھی بحال ہونے والی ہے کیونکہ ابھی کئی مراحل طے ہونا باقی ہیں جس میں آئی سی سی کی ٹاسک فورس کی جانب سے کلیئرنس بھی لازمی ہے کیونکہ اس کی جانب سے اطمینان کے بعد ہی میچ آفیشلز کی پاکستان آمد ہو سکے گی۔ وہ تمام قوتیں جو پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ کی راہیں روکتی رہی ہیں ہر ممکن کوشش کریں گی کہ راہ میں روڑے اٹکائے جائیں اور بنگلہ دیشی ٹیم پاکستان نہ آ سکے کیونکہ اگر ایک مرتبہ کوئی ٹیم یہاں آ کر چلی گئی تو دوسری ٹیموں کے پاس انکار کا جواز باقی نہیں رہے گا اور انہیں پاکستان کے دورے پر آنا پڑے گا۔ 3 مارچ 2009ء کی صبح پھیلنے والی تاریکی تین برس بعد عین اسی دن جس انداز سے چھٹنا شروع ہوئی ہے اس کا فائدہ اُٹھاتے ہوئے پی سی بی کو یہ سنہری موقع ضائع نہیں کرنا چاہئے۔ اگر پاکستان میں بین الاقوامی کرکٹ بحال ہو گئی تو یہ ذکاء اشرف کی سربراہی میں پاکستان کرکٹ بورڈ کا ایک ایسا کارنامہ ہوگا جسے برسہا برس یاد رکھا جائے گا۔

MAB

> پی سی بی کو بنگلہ دیش کے خلاف سیریز کو یقینی بنانے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنا چاہئے' ایک بار یہ دورہ ہو گیا تو دوسری ٹیموں کے پاس پاکستان آنے سے انکار کا کوئی جواز باقی نہیں بچے گا

اقبال قاسم کی سربراہی میں ''پاکستانی'' سلیکشن کمیٹی کی تشکیل ہو گئی!

نہ جانے یہ مشق کب تک جاری رہے گی...... تبدیلی کا شوق آخر کب ختم ہوگا؟ شکست کے بعد اکھاڑ پچھاڑ کا روایتی اور سدا سے جاری ''ڈھکوسلا'' پھر شروع ہو گیا۔ شکر ہے کہ اس کا آغاز کپتانی سے نہیں ہوا بلکہ اس کا شکار بنی ہے سلیکشن کمیٹی جس نے برطرفی سے پہلے ہی اپنا بوریا بستر گول کر کے پی سی بی کو یہ موقع دے دیا کہ وہ نئی سلیکشن کمیٹی کا اعلان کر دے۔ ''عبوری'' کے مریل گھوڑے پر سوار سلیکشن کمیٹی چیف محمد الیاس نے ماحول کی گرمی محسوس کرتے ہوئے اچانک ہی مستعفی ہونے کا فیصلہ کر لیا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ 24 گھنٹے میں ان کی جگہ کہنے کو ''نئی'' مگر حقیقت میں وہی ''پرانی'' اور برسہا برس سے ''آزمائی'' ہوئی سلیکشن کمیٹی پھر وجود میں آ گئی جیسے پرانے نوٹ کو گیلا کر کے اس پر استری کر دی جائے تو وہ قدرے ''کڑک'' اور نیا سا محسوس ہونے لگتا ہے خواہ اس کی چمک دمک چند روز کی ہو۔

محمد الیاس نے یہ ''تڑکا'' لگاتے ہوئے اپنا عہدہ چھوڑا کہ ان کے کام میں مداخلت کی جا رہی تھی جبکہ انہوں نے قومی ٹیم کی شکست کو بھی پیش نظر رکھا۔ سابق اور حالیہ کھلاڑیوں کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اپنے عہدے سے رخصت ہونے والے سابق کرکٹر نے جیسے ہی گورننگ بورڈ کو اپنا استعفیٰ پیش کیا اسے فوری طور پر منظور کر لیا گیا کہ جیسے اس کے لئے ہر کوئی پہلے سے تیار تھا۔ لاہور کے حلقوں میں اپنی دو ٹوک اور لگی لپٹی کے بغیر ٹھوس رائے کے لئے مشہور محمد الیاس دراصل جذباتی شخص ہیں اور کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ وہ محض اپنی ''بدزبانی'' کے سہارے فائدے اور نقصان کا سامنا کرتے رہے ہیں۔ ان کا یہ الزام بڑا مضحکہ خیز ہے کہ ان کے کام میں مداخلت کی جا رہی تھی کیونکہ وہ اپنے داماد عمران فرحت کی متواتر سلیکشن کا فریضہ تو بخوبی انجام دیتے رہے اگر وہ کپتان کی فرمائش پر شعیب ملک کی شمولیت کو مداخلت تصور کرتے ہیں تو انہیں اس بات کا علم بھی ہونا چاہئے کہ مصباح الحق سے بھی یہ فرمائش کسی اور نے کی تھی اور کپتان کی بھلا کیا مجال تھی کہ وہ اس فرمائش کے پیچھے موجود ''آہنی ہاتھ'' کو انکار کر دیتا۔

خیر یہ تو سدا سے جاری رنا رنایا اسکرپٹ ہے کہ ٹیم کی شکست کے بعد جب بھی کسی کا عہدہ جاتا ہے تو اس کا پہلا بہانہ یہی ہوتا ہے کہ اسے آزادی سے کام نہیں کرنے دیا گیا اور اس میں مداخلت کی جاتی رہی۔ محمد الیاس اگر فتوحات کے دوران مداخلت کا ذکر بھی کر دیتے تو آج انہیں اس کا کچھ فائدہ مل سکتا تھا مگر اب تو کچھ نہیں ہو سکتا۔ انہیں اس عہدے سے جانا تھا سو چلے گئے۔ نئی سلیکشن کمیٹی کا قیام بھی جلد ہی عمل میں آ گیا اور پانچ رکنی مجلس انتخاب اپنی کرسیوں پر اس طرح براجمان ہو گئی جیسے دسترخوان پر قلعی کئے ہوئے برتنوں کو نیا کر کے سجایا جاتا ہے۔ اس جتھے کی سربراہی سابق اسپن بالر اقبال قاسم کو سونپی گئی ہے جو درحقیقت شریف اور سادہ شخص ہیں اور پہلے بھی اس دشت کی خاک چھان چکے ہیں جو کہ کبھی کبھار ان کے سر میں بھی نظر آتی ہے مگر بے چارے ہر بار اسے جھاڑ کر پھر اپنا کام سنبھال لیتے ہیں۔ ان کے ساتھ رکھے گئے چار اراکین ''پاکستانیت'' سے زیادہ ''صوبائیت'' کا تاثر پیش کر رہے ہیں۔ سندھ سے سلیم جعفر، پنجاب سے اظہر خان، بلوچستان سے آصف بلوچ اور خیبر پختونخواہ سے فرخ زمان کو لے کر واقعی ایک ''قومی'' سلیکشن کمیٹی کی تشکیل کی گئی ہے مگر دلچسپی بات یہ ہے کہ کرکٹ کے اعتبار سے چیئرمین کی جو اہلیت ہے دیگر چاروں اراکین مل کر بھی اس کی برابری نہیں کر سکتے کیونکہ ان میں دو افراد تو ''سنگل'' ٹیسٹ کے ماہر ہیں او ر ایک کو ٹھیک سے فرسٹ کلاس کرکٹ بھی کھیلنے کو نہ مل سکی۔ اب رہ گئے سلیم جعفر تو ان کا تجربہ بہرحال اقبال قاسم کے بعد دوسرے نمبر پر ہے جو دو سال بعد ایک مرتبہ پھر سلیکشن کمیٹی کا حصہ بن گئے ہیں حالانکہ ان کے بارے میں آخری وقت تک خبر یہ تھی کہ وہ بالنگ کوچ بنائے جا رہے ہیں۔ اسلام آباد میں منعقدہ گورننگ بورڈ کے اجلاس میں پی سی بی کے سربراہ نے کہا کہ ''ہم سلیکشن کمیٹی کے حوالے سے کچھ تبدیلیاں کرنا چاہتے ہیں' پاکستانی ٹیم بنگلہ دیش میں منعقدہ ایشیا کپ کھیلنے جا رہی ہے اور امید ہے کہ سلیکٹرز میرٹ پالیسی کو جاری رکھیں گے۔

نیشنل بینک میں اسپورٹس ڈویژن کے سربراہ کے طور پر کام کرنے والے اقبال قاسم نے پہلی مرتبہ چیف سلیکٹر کا عہدہ 10-2009ء کے عبرتناک دورہ آسٹریلیا کے بعد چھوڑا تھا جب پاکستانی ٹیم ٹیسٹ اور ون ڈے کرکٹ میں ''وائٹ واش'' کا شکار ہوئی تھی اور شاہد آفریدی گیند چبانے کے بعد ''پابندی'' میں جکڑے جا چکے تھے۔ اقبال قاسم ماضی میں بھی سلیکشن کمیٹی کے رکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے ہیں۔ اپنا عہدہ سنبھالنے کے بعد اقبال قاسم کا کہنا تھا کہ ''آسٹریلیا میں ڈھائی ماہ کے دوران ہم ہر میچ میں شکست سے دوچار ہوئے اور میں دعا ہی کر سکتا ہوں کہ وہ صورتحال پھر پیدا نہ ہو۔ ایشیا کپ میں بہت کم وقت رہ گیا ہے لیکن ہماری کوشش ہوگی کہ بہترین دستیاب ٹیم کی تشکیل کی جائے۔ اس بات کا میں یقین دلاتا ہوں کہ ٹیم متوازن ہوگی۔'' اب انہوں نے جو ''متوازن'' ٹیم منتخب کی ہے اس کا اندازہ اس بات سے ہی لگایا جا سکتا ہے کہ شعیب ملک' عمران فرحت اور عدنان اکمل کو نکال کر نئی کمیٹی نے یہ ''نیا پن'' لانے کی کوشش کی کہ بنگلہ دیش پریمئر لیگ میں عمدہ کارکردگی کے مالک ناصر جمشید کو اسکواڈ میں جگہ دے دی جن کا نام کارکردگی سے زیادہ اور کسی ''وجہ'' سے ابھرا اور جارحانہ اننگز کھیلتے کھیلتے ایک میچ میں وہ ''صبر'' کے ساتھ کھیلتے دکھائی دیئے جسے اس دباؤ کا نام دیا گیا کہ انہیں قومی ٹیم میں واپسی کی نوید مل گئی ہے جبکہ اسی بے پناہ دباؤ میں وہ ایک صفر کا سامنا بھی کر بیٹھے مگر آخر کار واپسی ہو ہی گئی اور انہیں ''کلین چٹ'' کے ساتھ اسکواڈ میں شامل کر لیا گیا۔ دوسری تبدیلی سرفراز احمد کی صورت میں ہوئی جو کہ اسپیشلسٹ وکٹ کیپر بیٹسمین کے طور پر منتخب ہوئے ہیں۔ وہ وکٹ کیپر تو ٹھیک ہیں مگر ان کی بیٹنگ قومی ٹیم میں آنے کے بعد اس معیار کی نہیں رہتی جس کے لئے وہ مشہور ہیں۔

اگر یہ دو تبدیلیاں ''میرٹ پالیسی'' کے عین مطابق اور ٹیم کا ''توازن'' برقرار رکھنے میں معاون رہتی ہیں تو شاید ایسا ہی کیونکہ شعیب ملک کو تو ٹیم سے نکالنا ہی تھا۔ عمران فرحت کی رخصتی بھی محمد الیاس کے ساتھ کسی حیرانگی کی بات نہیں اور عدنان اکمل تو بے سبب ون ڈے ٹیم میں شامل تھا جسے کبھی آزمانے کی سنجیدہ کوشش ہی نہیں کی گئی۔ اقبال قاسم نے کہا ہے کہ سلیکشن میں میرٹ کو اولیت دی جائے گی۔ عمران فرحت بھی دوسرے کھلاڑیوں کی طرح ہے۔ ہر کھلاڑی کا اندازہ کر کے اسے ٹیم میں میرٹ پر لایا جائے گا۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اقبال قاسم نے محمد الیاس کے کام کو سراہتے ہوئے یہ بھی کہا کہ انہوں نے اپنا فرض ذمہ داری اور سچائی سے انجام دیا۔ بورڈ ان کی خدمات کو سراہتا ہے کیونکہ وہ ایک اہم رکن کے طور پر ٹیم کے ساتھ رہے۔''

یہ بالکل سیاستدان والا رویہ ہے جو بظاہر تو ایک دوسرے پر تنقید کرتے ہیں مگر اندر سے ایک ہی ہوتے ہیں۔ اگر محمد الیاس اپنے فرائض اتنی ذمہ داری اور سچائی کے ساتھ انجام دے رہے تھے تو پھر ٹیم میں دو تبدیلیاں کرنے کے لئے پانچ افراد کے ٹولے کو کیوں لایا گیا۔ کیا یہ کام بورڈ میں موجود کوئی بھی فرد نہیں کر سکتا تھا؟

عام خیال یہ تھا کہ کوچ بن جانے والے محسن خان ایک بار پھر سلیکشن کمیٹی چیف کا عہدہ سنبھالیں گے مگر پی سی بی میں ان کا مستقبل اب کیا ہوگا۔ اس کا فی الوقت کوئی اندازہ نہیں کیا جا سکتا لیکن پی سی بی کے سربراہ چونکہ خود یہ بات کہہ چکے ہیں کہ محسن خان ساتھ رہیں گے تو ممکن ہے کہ انہیں کوئی عہدہ مل ہی جائے۔ خیر یہ تو آنے والا وقت بتائے گا لیکن فی الحال تو نئی نویلی سلیکشن کمیٹی زیر بحث ہے جس میں ہر صوبے کی نمائندگی بھی واضح ہے اور ایشیا کپ کے ساتھ اس نے کام بھی شروع کر دیا ہے۔ ہمارے یہاں کپتان' سلیکشن کمیٹیاں اور کرکٹ بورڈ کی سربراہی ہوا کے دوش پر رکھے چراغ ہوتے ہیں۔ جب تک ٹیم ان کے آگے کامیابی کی دیوار کھڑی کرتی ہے یہ روشن رہتے ہیں اور شکستوں کے سوراخ ہوا دینے لگتے ہیں تو کسی بھی روز بجھ جاتے ہیں اور دعا ہے کہ اقبال قاسم اینڈ کمپنی کے آگے کامیابی کی یہ دیوار کھڑی رہے تاکہ وہ ایشیا کپ کے بعد کم از کم وہ مربوط منصوبہ بندی کر سکیں جس کا اقبال قاسم نے اشارہ دیا ہے۔

MAB

ایشیا کپ کے بعد سلیکشن کمیٹی کا اصل کام شروع ہوگا جو کچھ کھلاڑیوں کو خامیاں دور کرنے کے لئے اکیڈمی بھیجے گی اور چند نئے اور باصلاحیت کھلاڑی بھی سامنے آئیں گے

پاکستان نے ایشیا کپ اور بنگلہ دیش نے دل جیت لیے

پاکستان نے ایشیا کپ جیت کر 12 سال بعد اپنا کھویا ہوا اعزاز تو حاصل کرلیا لیکن میزبان بنگلہ دیش نے اپنی شاندار کارکردگی کے ذریعے دنیا بھر کے کروڑوں شائقین کرکٹ کے دل جیت لیے۔ شیر بنگلہ اسٹیڈیم میں ایک بہت بڑے ٹورنامنٹ کے فائنل میں دونوں ٹیموں نے میچ کے شایان شان کارکردگی دکھائی حتی کہ معاملہ آخری اوور میں 9 رنز درکار تک پہنچ گیا جہاں پاکستانی زنجیر میں کمزور کڑی سمجھے جانے والے اعزاز چیمہ نے اپنے اعصاب پر قابو پاتے ہوئے پاکستان کو 2 رنز کی ایک تاریخی فتح سے ہمکنار کردیا۔ اس شکست پر میزبان کھلاڑیوں اور میدان میں موجود ہزاروں اور باہر لاکھوں کروڑوں جذباتی بنگلہ تماشائیوں پر جو بیتی، اس کی عکاسی وہ مناظر تھے جو میچ کے اختتام پر دیکھے گئے۔ بنگلہ دیشی کھلاڑی جیت کے اتنے قریب پہنچ کر بھی اسے نہ حاصل کرنے پر بہت آزردہ تھے اور ان کی آنکھوں سے اشک رواں تھے۔ حالانکہ انہوں نے جس جرات رندانہ کے ساتھ تمام ٹیموں کا سامنا کیا اور اتنی شاندار فتوحات سمیٹیں اس پر سر فخر سے بلند کرنے کا وقت تھا لیکن شاید انہیں غم اس بات کا ہو کہ وہ فتح کی خوشبو پا کر بھی اس سے محروم رہ گئے۔ ایشیا کپ، جسے جنوبی ایشیا کپ کہنا زیادہ مناسب لگتا ہے، کے اس تاریخی فائنل نے کئی پیچ و خم کھائے۔ ایک ہی مقابلے میں کئی لمحات ایسے تھے جن سے میچ کا توازن دونوں ٹیموں کے حق میں پلٹا۔ امپائرز کے ہاتھوں پاکستان کے دو کلیدی بلے بازوں کو غلط آؤٹ دینا، سرفراز احمد کے 46 قیمتی بلکہ فیصلہ کن رنز، آخری اوورز میں پاکستان کا 19 رنز سمیٹنا، بنگلہ دیش کے اوپنرز کا 68 رنز کا شاندار آغاز، یونس خان کے تین عمدہ کیچ، شکیب الحسن کا بولڈ، عمر گل کا 47 ویں اوور میں 14 رنز کھانا اور بالآخر اعزاز چیمہ کا فیصلہ کن اوور، کس کس کو فیصلہ کن لمحہ قرار دیا جائے؟ حقیقت یہی ہے کہ یہ ایشیا کپ کی تاریخ کے یادگار ترین مقابلوں میں سے ایک تھا۔ میزبان بنگلہ دیش جو مسلسل دو مقابلوں میں گزشتہ عالمی کپ کی فاتح و رنر اپ ٹیموں بھارت و سری لنکا کو شکست دے کر فائنل میں پہنچا تھا، بلند حوصلوں کے علاوہ ہوم گراؤنڈ اور ہوم کراؤڈ کی بدولت فیورٹ تھا جبکہ مقابل پاکستان گزشتہ معرکے میں بھارت کے ہاتھوں بدترین ہار کھانے کے بعد دل گرفتہ تھا۔ یہی وجہ ہے کہ بنگلہ دیش ابتدا ہی سے مقابلے پر حاوی ہو گیا اور قسمت نے بھی اس کا بھرپور ساتھ دیا کہ ٹاس جیت کر اس نے ایک مرتبہ پھر ہدف کے تعاقب کا انتخاب کیا کیونکہ وہ بھارت و سری لنکا کے خلاف اہم میچز اسی حکمت عملی کے تحت جیت چکا تھا۔ بہرحال، پاکستان نے پہلے بلے بازی شروع کی تو اسے ابتدا ہی سے مشکلات کا سامنا رہا اور ٹورنامنٹ میں ایک سنچری اور ایک ڈبل سنچری شراکت جڑنے والی اوپننگ جوڑی اس مرتبہ کوئی بہتر آغاز فراہم نہ کرسکی اور بالآخر پانچویں اوور میں ناصر جمشید کی مشرفی مرتضی کے ہاتھوں روانگی نے بنگلہ دیش کو پہلا ہدف دلا دیا۔ ناصر جمشید کی وکٹ اس لیے قیمتی تھی کہ وہ مسلسل فارم میں تھے اور اس ٹورنامنٹ میں بہت عمدہ کارکردگی کا مظاہرہ کر چکے تھے۔ لیکن اگلے ہی اوور میں نظم الحسین کی گیند پر امپائر کا انتہائی ناقص فیصلہ یونس خان کی روانگی کا سبب بن گیا اور پاکستان ایسے دباؤ میں آ گیا کہ پھر اس کی اننگز آخری اوور کے آغاز تک سحر بنگال کے اثر سے نہ نکل پائی۔

دونوں اہم کھلاڑیوں کی روانگی نے کریز پر موجود محمد حفیظ اور آنے والے بلے باز مصباح الحق پر دباؤ میں اضافہ کر دیا اور رنز بنانے کی رفتار سست سے سست تر ہوتی چلی گئی۔ دونوں کے درمیان محض 36 رنز کی شراکت نے تقریباً 10 اوورز ضایع کر دیے۔ بنگلہ دیشی کھلاڑیوں کی گیند بازی کے ساتھ ساتھ فیلڈنگ بھی بہت عمدہ تھی اور اس کا سب سے اعلیٰ ثبوت پاکستان کے کپتان مصباح الحق کا خوبصورت رن آؤٹ تھا۔ ناصر حسین نے پوائنٹ پر پھرتیلی فیلڈنگ اور براہ راست تھرو نے رنز لینے کا فیصلہ کرنے میں شش و پنج کا مظاہرہ کرتے پاکستانی قائد کے کریز میں واپس پہنچنے سے قبل ہی ان کی وکٹیں بکھیر دیں۔ کپتان کی روانگی نے حوصلوں کو مزید پست کر دیا اور رنز بنانے کی رفتار مزید ناتوانی کا شکار ہو گئی۔ جس کا لحاظ کریز پر موجود محمد حفیظ کو بار ہا ہو رہا تھا کیونکہ ان کی اننگز بہت ہی سست روی کا شکار تھی اور بالآخر وہ عبدالرزاق کی گیند کو مڈ آن کے اوپر سے پھینکنے کی کوشش میں نظم الحسین کو کیچ دے بیٹھے۔ انہوں نے 87 گیندوں پر 40 رنز کی پھسپھسی اننگز کھیلی اور ان کے لوٹتے ہی تمام تجربہ کار و سینئر کھلاڑی پویلین پہنچ گئے اور ذمہ داری نوجوان کاندھوں پر آ گئی۔ عمر اکمل اور حماد اعظم نے کسی حد تک اس کو نبھایا خصوصاً رنز بنانے کی رفتار میں کچھ اضافہ کیا۔ سب سے پہلے تو حماد اعظم نے اگلے اوور میں ملنے والی ایک فری ہٹ کو ڈیپ ایکسٹرا کور باؤنڈری سے باہر پھینک کر چھ رنز حاصل کیے۔ لیکن پاکستان مزید کوئی وکٹ گرنے کا متحمل نہیں ہوسکتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ دونوں کھلاڑیوں نے روایتی انداز سے ہٹ کر بری گیندوں کا انتظار کیا اور انہی پر گیند بازوں کو عتاب کا نشانہ بنایا۔ پہلے حماد اعظم نے دو چوکے حاصل کیے اور پھر عمر اکمل نے اپنے بلے کا جادو دکھاتے ہوئے شکیب الحسن کو مڈ وکٹ پر زبردست چھکا رسید کیا۔ اب دونوں بلے باز باؤنڈریز کے ساتھ ساتھ ایک اور دو رنز بھی لینے لگے اور اسکور بورڈ پر رنز کی رفتار میں بہتری آ گئی لیکن حماد اعظم لڑکھڑا گئے اور مڈ وکٹ پر ایک بھرپور شاٹ کھیلنے کی کوشش میں شکیب کی گیند پر وہ انہی کو کیچ تھما بیٹھے۔ گو کہ ان کی روانگی شاہد آفریدی کی آمد کا سبب بنی لیکن مسئلہ پاکستان کا بقیہ پورے 17 اوورز کھیلنا اور ان میں زیادہ سے زیادہ اسکور حاصل کرنا تھا اور اس کے لیے کریز پر موجود بلے بازوں کو بہت ذمہ داری کے ساتھ کھیلنا تھا۔ پھر وہ لمحہ آیا جو پاکستان کم از کم یونس خان کے آؤٹ ہونے کے بعد دوبارہ نہیں چاہتا تھا، جی ہاں! عمر اکمل بھی امپائر کے ایک انتہائی ناقص فیصلے کا شکار ہو گئے۔ اک ایسے وقت میں جب عمر پاکستان پاور پلے کے آغاز سے قبل پر تول رہے تھے۔ امپائر نے محموداللہ کی باہر جاتی ہوئی گیند پر انہیں وکٹوں کے پیچھے کیچ آؤٹ قرار دیا حالانکہ گیند ان کے تھائی پیڈ سے لگ کر وکٹ کیپر کے پاس گئی تھی۔ عمر اکمل بہت برہم ہو گئے اور شدید غصے میں میدان سے باہر چلے گئے۔ آخری پاور پلے کے آغاز سے محض ایک گیند قبل پاکستان کے دونوں سیٹ بلے باز پویلین لوٹ چکے تھے اور اسکور بورڈ پر بھی صرف 134 رنز جگمگا رہے تھے۔ امید کی آخری کرن شاہد آفریدی تھی جن کے بلے نے ایشیا کپ 2010 میں ہونے والے آخری پاک۔ بنگلہ مقابلے میں برق رفتار سنچری بنائی تھی۔ گو کہ انہوں نے اسی کارنامے کو دہرانے کی کوشش کا آغاز کیا اور 4 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 22 گیندوں پر 32 رنز بنانے میں کامیاب ہو گئے لیکن شکیب کی گیند پر ناصر حسین کی پھرتی نے شاہد کی اننگز کا خاتمہ کر دیا۔ پاکستان کی امیدوں کا آخری چراغ گل ہو گیا۔ اب تمام تر کوششوں کا محور یہ تھا کہ کسی طرح پورے 50 اوورز کھیلے جائیں اور یوں جتنے زیادہ رنز بن پائیں بنائے جائیں اور اس مہم کے سرخیل سرفراز احمد تھے۔ جنہوں نے شاہد کی روانگی کے باوجود ہمت نہیں ہاری۔ گو کہ اس وقت تک وہ 25 گیندوں پر صرف 10 رنز بنا پائے تھے لیکن یہ ذمہ داری کاندھوں پر پڑتے ہی انہوں نے فیلڈنگ پابندیوں کا پورا فائدہ اٹھایا اور اگلے اوور میں شہادت حسین کو دو چوکے جڑ کر ایک تاریخی اننگز کا آغاز کیا۔ درمیان میں عمر گل اور سعید اجمل ان کا ساتھ چھوڑ گئے لیکن سرفراز ایک اینڈ سے جمے رہے یہاں تک کہ اننگز کا آخری اوور آ گیا جس میں سرفراز نے پہلے کمر سے بلند نو بال گیند پر چوکا رسید کیا۔ شہادت نے ایک اور نو بال پھینکی جبکہ فری ہٹ پر بھی سرفراز نے دو رنز حاصل کیے اور پانچویں گیند پر پاکستان کے آخری سپاہی اعزاز چیمہ نے بھی چوکا مار کر اپنی اہمیت ظاہر کی اور آخری اوور میں 19 رنز مل کر پاکستان 236 رنز کے ایک معقول مجموعے تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ بنگلہ دیشی بلے بازوں کی گزشتہ کارکردگی کو دیکھتے ہوئے 237 رنز کا ہدف آسان لگتا تھا لیکن بنگلہ دیش کو فائنل کھیلنے کا دباؤ اور سری لنکا اور بھارت کی نسبت پاکستان کے بہتر بالنگ اٹیک کا چیلنج درپیش تھا۔ یہی وجہ ہے کہ ایک نسبتاً کم ہدف کا تعاقب بنگلہ دیش نے محتاط انداز میں شروع کیا بلکہ اگر اسے حد سے زیادہ سست کہا جائے تو بے جا نہ ہو گا خصوصاً ناظم الدین نے جیسی سست رفتار اننگز اس نے آنے والے بلے بازوں پر دباؤ میں اضافہ کیا اور رہی سہی کسر بعد ازاں ناصر حسین کی ایک اور دھیمی اننگز نے پوری کردی۔ اگر ایک اینڈ سے اِن فارم تمیم اقبال تیز نہ کھیلتے تو بنگلہ دیش ابتدا ہی میں اچھی بھلی مشکل کا شکار ہو جاتا۔ مسلسل تین نصف سنچریاں داغ کر فائنل کے لیے میدان میں اترنے والے تمیم کے بلے سے رنز اگلنے کا سلسلہ بدستور جاری رہا جنہوں نے محض 68 گیندوں پر 8 چوکوں کی مدد سے 60 رنز کی ایسی اننگز کھیلی جو وقت کی ضرورت تھی۔ ان کی اسی اننگز کی بدولت اسکور بورڈ ضرورت کے عین مطابق رفتار سے بڑھتا رہا یہاں تک کہ 17 ویں اوور میں ناظم الدین 52 گیندیں ضائع کرکے شاہد آفریدی کی گیند پر یونس خان کے ایک شاندار کیچ کا نشانہ بن گئے۔ آنے والے بلے باز جوہر الاسلام اگلے ہی اوور میں سعید اجمل کی دوسرا پر سلپ میں کھڑے یونس کے ایک اور عمدہ کیچ کے ہاتھوں صفر کی ہزیمت سے دوچار ہوئے۔ پے در پے دو وکٹیں گرنے سے پاکستانی بالرز کے حوصلے بلند ہوئے یہاں تک کہ انہوں نے اپنا پہلا ہدف یعنی کہ تمیم اقبال کو نشانہ بنانا حاصل کرلیا۔ 24 ویں اوور کی پہلی گیند کو ایک اور خوبصورت کور ڈرائیو کے ذریعے باؤنڈری کی راہ دکھانے کی کوشش تمیم کو مہنگی پڑ گئی کیونکہ پاکستان کا گولڈن آرم یعنی یونس وہاں موجود تھے جنہوں نے آگے کی جانب جست لگا کر ایک اور شاندار کیچ تھاما اور 81 رنز پر بنگلہ دیش کی تین وکٹیں گر گئیں۔ تشویش کی اصل بات رنز بنانے کی رفتار تھی جو اس وقت محض ساڑھے تین تھی۔ اس موقع پر بنگلہ دیش کی امیدوں کے دو مینار ناصر حسین اور

شکیب الحسن کریز پر موجود تھے جنہوں نے اپنی پوری توانائیاں اس کوشش میں کھپا دیں کہ کسی طرح میچ میں ٹیم کو مضبوط پوزیشن میں لے آئیں۔ دونوں نے 89 رنز کی بہت عمدہ شراکت داری قائم کی لیکن اس رفاقت کا ایک تاریک پہلو ناصر حسین کی سست اننگز تھی جو 63 گیندوں پر صرف 28 رنز بنا کر عمر گل کا شکار بنے۔ یہی وجہ ہے کہ درکار اوسط بڑھتا چلا گیا اور جب ناصر پویلین لوٹے تو اس وقت ساڑھے آٹھ اوورز میں بنگلہ دیش کو 87 رنز کا مشکل ہدف درکار تھا۔ رنز اور گیندوں کی اسی مساوات کو کم کرنے کی شکیب نے کوشش کی لیکن اگلے اوور میں اعزاز چیمہ کی ایک گیند پر وکٹوں کے پیچھے ایک اور چوکا حاصل کرنے کی کوشش انہیں مہنگی پڑ گئی اور گیند ان کی لیگ اسٹمپ اُڑا گئی۔ 72 گیندوں پر ایک چھکے اور 7 چوکوں کی مدد سے کھیلی گئی 88 رنز کی یہ اننگز میچ کو پاکستان کی گرفت سے تقریباً نکال گئی تھی لیکن اہم موقع پر اس وکٹ کا حصول پاکستان کو امید تازہ بخش گیا۔ شکیب کی روانگی سے پاکستان کو بنگلہ دیشی لوئر مڈل آرڈر میں دراڑ ڈالنے کا موقع ملا۔ پہلے کپتان مشفق الرحیم اعزاز چیمہ کی گیند پر باؤنڈری پر دھر لیے گئے تو 48 ویں اوور میں محمود اللہ اور مشرفی مرتضیٰ کی خطرے کے نشان کو چھوتی شراکت داری کا سعید اجمل کے ہاتھوں خاتمہ ہوا۔ یہی پاکستان کی بنگلہ دیش پر فیصلہ کن ضرب تھی کیونکہ مشرفی نے جس عمدگی کے ساتھ گزشتہ اوور میں عمر گل کو تین چوکے رسید کیے تھے اس نے بنگلہ دیش کو فتح کے کنارے تک پہنچا دیا تھا۔ عمر گل کے اس اوور میں بنگلہ دیش نے 14 رنز سمیٹے اور اس کے بعد اسے 18 گیندوں پر 25 رنز درکار تھے لیکن سعید اجمل کا عمدہ اوور اور مشرفی کی وکٹ بنگلہ دیش کو مشکلات سے دوچار کر گئی۔ اب صرف اور صرف ایک امید تھی اور وہ محمود اللہ سے وابستہ تھی جو بہت عمدگی کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ 49 ویں اوور میں عمر گل نے ایک نو بال کر کے پاکستانی تماشائیوں کو دل کے دورے کا شکار کر ہی دیا تھا اور ان کے اوور میں 10 رنز حاصل کرنے کے بعد اب بنگلہ دیش کو آخری اوور میں 9 رنز درکار تھے اور گیند اعزاز چیمہ کے ہاتھ تھی۔ جو عمدہ کارکردگی کے باوجود شائقین کرکٹ کی تنقید کی زد میں رہتے ہیں اور آج انہوں نے اپنی ثابت کی۔ بہت ہی عمدگی کے ساتھ انہوں نے ابتدائی چار گیندوں پر صرف چار رنز دیے اور پانچویں وکٹ پر عبد الرزاق کو بولڈ کر کے بنگلہ دیش کو سخت مشکل میں ڈال دیا جسے آخری گیند پر 4 رنز درکار تھے۔ شہادت حسین میدان میں اترے جن کے کاندھوں پر پاکستانی اننگز کے آخری اوورز میں 19 رنز کھانے کا بوجھ بھی تھا، اور اب اس کا قرضہ اتارنے کا موقع بھی لیکن اعزاز کی عمدہ یارکر کے سامنے ان کے پاس کوئی جواب نہ تھا اور پاکستان محض 2 رنز سے فتح یاب ٹھیرا۔ اعزاز چیمہ نے سب سے زیادہ تین وکٹیں حاصل کیں اور دو، دو وکٹیں عمر گل اور سعید اجمل کو ملیں۔ شاہد آفریدی نے ایک وکٹ حاصل کی۔ یوں پاکستان 2000 کے بعد پہلی بار ایشیائی چیمپئن بننے میں کامیاب ہوا اور بنگلہ دیش 2009 کے بعد کسی ٹورنامنٹ کے فائنل میں پہنچنے کے باوجود فتح کے خواب کو تعبیر نہ دے سکا۔ شاہد آفریدی کو تیز رفتار اننگز اور عمدہ گیند بازی پر میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا جبکہ مسلسل زبردست کارکردگی دکھانے پر شکیب الحسن مین آف دی سیریز کا اعزاز لینے میں کامیاب رہے۔

پہلا میچ پاکستان بمقابلہ بنگلہ دیش

تجربے کی وجہ سے پاکستان نے بنگلہ دیش کو شکست تو دے دی، لیکن ایشیا کپ 2012 کے افتتاحی مقابلے میں جیسی کارکردگی گرین شرٹس نے پیش کی، کم از کم اس کو دیکھتے ہوئے تو یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ بھارت اور سری لنکا جیسی مضبوط ٹیموں کو شکست دینے کے قابل ہے۔

بنگلہ دیش نے ٹاس جیت کر پہلے گیند بازی کا فیصلہ کیا جو کم از کم اننگز کے ابتدائی نصف حصے تک تو بہت ہی غلط ثابت ہوا کیونکہ پاکستان کے آؤٹ آف فارم بلے باز محمد حفیظ اور ان کے نئے اوپننگ شراکت دار ناصر جمشید نے ایک سست پچ پر بنگلہ گیند بازوں کو خود پر حاوی نہ آنے دیا۔ ناصر جمشید نے سالوں کے بعد ٹیم میں واپسی کے ساتھ ہی اچھی کارکردگی دکھائی۔ انہوں نے حفیظ کے مقابلے میں زیادہ تیز رفتاری سے بلے بازی کی اور 59 گیندوں پر اپنی نصف سنچری مکمل کی۔ دونوں کے درمیان 135 رنز کی شراکت کا خاتمہ اس وقت ہوا جب 28 ویں اوور میں ناصر جمشید رن آؤٹ ہو گئے۔ انہوں نے 64 گیندوں پر ایک چھکے اور 5 چوکوں کی مدد سے 54 رنز بنائے۔ دوسری جانب محمد حفیظ نے مستقل ناکامیوں کے بعد بالآخر اپنی اہلیت ثابت کر دی اور 72 گیندوں پر نصف سنچری مکمل کی اور بدقسمتی سے اپنی سنچری تک نہ پہنچ سکے اور 89 رنز بنا کر ایک شارٹ گیند کو میدان بدر کرنے کی کوشش میں اسکوائر لیگ پر کیچ آؤٹ ہو گئے۔ اوپنرز کے پویلین لوٹتے ہی پاکستان کے مڈل آرڈر کی اہلیت کا پول کھل گیا۔ جہاں پاکستان کا 160 رنز پر صرف ایک آؤٹ تھا، 198 تک پہنچتے پہنچتے 7 کھلاڑی پویلین لوٹ چکے تھے یعنی تمام کے تمام بلے باز سر جھکائے میدان سے باہر بیٹھے تھے۔ یونس خان 12، عمر اکمل 21، اسد شفیق 4، شاہد آفریدی صفر اور مصباح الحق 8 رنز بنا کر چلتے بنے۔ لیکن وکٹ کیپر سرفراز احمد اور عمر گل نے آٹھویں وکٹ پر 53 رنز کی زبردست شراکت داری قائم کر کے پاکستان کو ایک اچھا مجموعہ حاصل کرنے میں مدد دی۔ خصوصاً عمر گل کی برق رفتار اننگز نے بنگلہ دیش کے اُبھرتے ہوئے حوصلوں کو پست کر دیا۔ عمر گل نے 25 گیندوں پر ایک چھکے اور 5 چوکوں کی مدد سے 39 رنز بنائے جبکہ سرفراز 28 گیندوں پر 19 رنز بنا کر ناٹ آؤٹ رہے۔ یوں پاکستان نے 262 رنز کا ایسا مجموعہ حاصل کر لیا جو شیر بنگلہ اسٹیڈیم کی وکٹ اور بنگلہ بلے بازوں کی صلاحیتوں کو دیکھتے ہوئے کافی تصور کیا گیا۔

263 کے ہدف کے تعاقب میں توقعات کے عین مطابق وہی ہوا جس کی بنگلہ دیش کے بلے بازوں سے امید تھی، ابتدائی 11 اوورز میں 45 رنز کا اوپننگ اسٹینڈ ملنے کے باوجود میزبان ٹیم کے بلے بازوں کے لیے پاکستانی بالرز خصوصاً اسپنرز کے سامنے نہ ڈٹ پائے۔ گو کہ ناظم الدین نے 30 اور ظہور الاسلام نے 23 رنز بنا کر تمیم اقبال کا بھرپور ساتھ دیا اور ابتدائی 21 اوورز تک بنگلہ دیش کو صرف ایک وکٹ ہی گنوانی پڑی لیکن جیسے ہی وکٹیں گرنے کا سلسلہ شروع ہوا، اسے روکنے میں کافی مشکل در پیش آئی۔ 21 ویں اوور میں شاہد آفریدی نے ظہور الاسلام کو بولڈ کیا اور پھر اگلے ہی اوور میں کپتان مشفق الرحیم کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا۔ اس تشویشناک صورتحال میں کاری ضرب محمد حفیظ نے لگائی جنہوں نے پہلے سیٹ بلے باز تمیم اقبال کو 64 رنز پر ڈھیر کیا اور اگلی ہی گیند پر محمود اللہ آؤٹ کر کے صفر پر پویلین کا راستہ دکھا کر پاکستان کو میچ پر حاوی کر دیا۔ 135 رنز پر پانچ وکٹیں گنوا بیٹھنے کے بعد تو لگتا تھا کہ یہ ہدف بنگلہ دیش کے لیے بھاری پتھر ثابت ہوگا لیکن تجربہ کار شکیب الحسن اور نوجوان کھلاڑیوں میں متاثر کن ترین بلے باز ناصر حسین نے چھٹی وکٹ 89 رنز کی شراکت داری قائم کر کے میچ پاکستان کے جبڑوں سے تقریباً چھین لیا تھا۔ پاکستان کے دو اہم ترین گیند باز عمر گل اور سعید اجمل ان دونوں کے سامنے بالکل بھیگی بلی ثابت ہوئے۔ ناصر نے خصوصاً عمر گل کو آڑے ہاتھوں لیا اور ان کے ایک ہی اوور میں ایک چھکا اور دو چوکے اور بعد ازاں دوسرے اوور میں مسلسل دو چوکے رسید کیے، اگر وہ اسی اوور میں آؤٹ نہ ہوتے تو بنگلہ دیش با آسانی جیت جاتا کیونکہ ان کے وکٹ گرنے سے ہی میچ کا پانسہ پلٹ گیا اور دوسرا اینڈ بالکل غیر محفوظ ہو گیا۔ پاکستان نے دیوار کے اس کمزور حصے پر اپنا دباؤ برقرار رکھا اور سعید اجمل نے ایک ہی اوور میں اس اینڈ سے دو وکٹیں ٹھکانے لگا کر بنگلہ دیشی امیدوں کے چراغ کی لو گل کر دی۔ اگلے یعنی 46 ویں اوور میں عمر گل نے شفیع الاسلام کو ایل بی ڈبلیو کر کے بات آخری سپاہی تک پہنچا دی یعنی کہ اب شکیب ہی کچھ کر پائیں تو کر پائیں، ورنہ میچ بنگلہ دیش کے ہاتھوں سے نکل ہی چکا ہے۔ بالآخر، 49 ویں اوور کا آغاز عمر گل سے کروایا گیا جنہوں نے پہلی ہی گیند پر دہاڑ کے شکار شکیب کو بولڈ کر کے پاکستان کی فتح پر مہر ثبت کر دی۔

دوسرا میچ بھارت بمقابلہ سری لنکا

آسٹریلیا کے بھیانک دورے کے بعد بھارت ایشیا کپ 2012 کے پہلے واہم معرکے میں سری لنکا کو 50 رنز سے شکست دے کر اعزاز کے دفاع کا آغاز کامیابی سے کیا۔ دو اِن فارم بلے بازوں گوتم گمبھیر اور ویرات کوہلی کی سنچریوں نے اس کی فتح کی بنیاد رکھی جبکہ سری لنکا کے بلے بازوں کے ناقص کارکردگی اور شائقین کے غلط انتخاب نے میچ پر بھارت کی گرفت مضبوط کر دی اور بالآخر کامیابی اس کا مقدر ٹھہری۔ گوتم گمبھیر اور ویرات کوہلی نے دوسری وکٹ پر 205 رنز کی زبردست شراکت داری قائم کر کے لاسِتھ مالنگا سے محروم سری لنکن باؤلنگ اٹیک کو چھٹی کا دودھ دلا دیا۔ گو کہ گوتم کو 36 کے انفرادی اسکور پر پہلی زندگی ملی جب دنیش چندیمال نے ان کا ایک آسان کیچ چھوڑ دیا اور یہ کیچ سری لنکا کو بہت مہنگا پڑا۔ گمبھیر جو گزشتہ کچھ عرصے سے اپنی طویل اننگز کو تہرے ہندسے میں پہنچانے میں ناکام رہے ہیں، اس مرتبہ 100 رنز بنانے میں کامیاب ہوئے اور رن آؤٹ سے بچنے میں بھی۔ انہیں 94 کے اسکور پر چندیمال ہی کے ہاتھوں ایک اور زندگی اور سنچری مکمل کرنے کا موقع ملا ورنہ وہ ایک مرتبہ پھر نروس نائنٹیز میں رن آؤٹ ہو جاتے۔ انہوں نے کیریئر کی 10 ویں سنچری 116 گیندوں پر 7 چوکوں کی مدد سے مکمل کی اور اس کے فوراً بعد پویلین سدھار گئے۔ بہرحال، سنچری بنانے پر انہوں نے جس ردعمل کا اظہار کیا وہ ظاہر کر رہا تھا کہ انہیں اس لمحے کا کس قدر شدت کے ساتھ انتظار تھا۔ ان سے قبل کوہلی نے بھی کیریئر کی 10 ویں سنچری بنائی اور 120 گیندوں پر 7 چوکوں ہی کی مدد سے 108 رنز بنانے کے بعد اسی اوور میں مہاروف کی دوسری وکٹ بنے جس میں گمبھیر آؤٹ ہوئے۔

43 ویں اوور میں دونوں سیٹ بلے بازوں کی وکٹیں گر جانے کے بعد کپتان مہندر سنگھ دھونی خود میدان آئے اور سریش رینا کے ساتھ مل کر انہوں نے سری لنکن باؤلنگ کی دھجیاں بکھیر دیں اور آخری 7 اوورز میں بھارت نے 78 رنز سمیٹے جن میں دھونی کا حصہ 46 رنز کا تھا جبکہ رینا نے 30 رنز بنائے۔ دھونی نے 26 گیندوں پر 6 چوکے اور ایک چھکے کی مدد سے زبردست اننگز کھیلی جبکہ رینا نے صرف 17 گیندیں کھیلیں اور تین مرتبہ گیند کو چوکے کی راہ دکھائی اور میچ کی آخری گیند پر کولاسیکرا کو چھکا رسید کر کے بھارت کو 300 کی نفسیاتی حد عبور کروا دی۔ 305 رنز کے ہدف کے تعاقب میں ابتدا ہی میں شعلہ فشاں تلکارتنے دلشان کو کھو بیٹھنے کے باوجود سری لنکا کی پیشرفت میں کوئی فرق نہیں ہوا اور تجربہ کار مہیلا جے وردھنے اور کمار سنگاکارا کی 93 رنز کی شراکت داری نے سفر کو پیہم جاری رکھا۔ لیکن عرفان

پٹھان ایک مرتبہ پھر سری لنکا کی راہ میں ہموار ہو گئے جنہوں نے پہلے دلشان کو میدان بدر کیا اور پھر جے وردھنے کی اہم ترین وکٹ بھی سمیٹنے میں کامیاب ہوئے۔ جے وردھنے 59 گیندوں پر 78 رنز کی عمدہ اننگز کھیل کر پویلین لوٹے۔ ان کی اننگز میں 2 چھکے اور 10 چوکے شامل تھے۔ یہیں سے سری لنکا کی رنز بنانے کی رفتار کم ہوئی، لیکن اس کی ہدف کی جانب پیشرفت جاری رہی یہاں تک کہ اسے آخری 15 اوورز میں فتح کیلئے 109 رنز درکار تھے اور 7 وکٹیں باقی تھیں اور تجربہ کار کمار سنگاکارا بھی کریز پر موجود تھے لیکن جیسے ہی آخری پاور پلے لیا گیا، میچ نے پلٹا کھالیا۔ پہلی ہی گیند پر کمار سنگاکارا 65 رنز کی عمدہ اننگز کھیلنے کے بعد روی چندرا آشون کی وکٹ بن گئے اور پھر وکٹیں گرنے کا ایسا سلسلہ چل پڑا کہ پاور پلے کے خاتمے کے ساتھ ہی سری لنکا کی امیدیں بھی ختم ہو گئیں۔ ان پانچ اوورز میں سری لنکا محض 31 رنز بنا پایا اور 4 وکٹیں گنوا بیٹھا۔ جن میں 36 ویں اوور میں سنگاکارا اور لاہیرو تھریمانے اور 39 ویں اوور میں نووان کولاسیکرا اور چمارا کاپوگیدرا کی وکٹیں شامل ہیں۔ بالآخر 46 ویں اوور کی پہلی گیند پر پریسکو کے پرسنا کے آؤٹ ہوتے ہی سری لنکا کی اننگز 254 رنز پر تمام ہوئی۔ عرفان پٹھان نے سب سے زیادہ 4 وکٹیں حاصل کیں جبکہ تین، تین وکٹیں ونے کمار اور روی چندرا آشون کو ملیں۔

تیسرا میچ پاکستان بمقابلہ سری لنکا

مصباح الحق، عمر اکمل اور اعزاز چیمہ نے یادگار کارکردگی کا مظاہرہ کرتے ہوئے نہ صرف اپنے ناقدین کے منہ بند کر دیے بلکہ سری لنکا کے خلاف ایشیا کپ 2012 کے اہم میچ میں پاکستان کو فتح سے ہمکنار کر کے اسے فائنل میں پہنچا دیا۔ میرپور، ڈھاکہ کے شیر بنگلہ نیشنل اسٹیڈیم میں پاکستان کے گیند بازوں نے فتح کی بنیاد رکھی جنہوں نے طویل بیٹنگ لائن اپ کے حامل سری لنکا کو نہ صرف باندھ کر رکھا بلکہ کسی ان فارم بلے باز کو چلنے نہیں دیا، سوائے کمار سنگاکارا اور اوپل تھارنگا کے، اور محض 188 رنز پر حریف ٹیم کی بساط لپیٹ دی۔ اس شاندار کارکردگی کی بدولت پاکستانی بلے بازوں کے لیے کام آسان ہو گیا۔ گو کہ ابتدائی بلے بازوں کی غیر ذمہ داری اور سفر کے آغاز ہی میں وکٹیں گنوانے نے پاکستان کو سخت دھچکا پہنچایا لیکن مصباح اور عمر کی کیریئر کی یادگار ترین اننگز اور 152 رنز کی فتح گر رفاقت نے پاکستان کو نہ صرف فتح سے ہمکنار کیا بلکہ بونس پوائنٹ بھی دلا دیا۔ 189 رنز کے ہدف کے تعاقب میں انتہائی سست رفتاری سے آغاز کے بعد پاکستان کے ابتدائی تین بلے باز ناصر جمشید، محمد حفیظ اور یونس خان بہت ہی غیر ذمہ دارانہ انداز میں آؤٹ ہوئے۔ ناصر کو باہر جاتی ہوئی ایک گیند کو پل کھیلنے کی کوشش مہنگی پڑی اور وہ 18 رنز بنا کر واپس آ گئے۔ محض دو رنز کے اضافے سے محمد حفیظ اور مزید دو رنز بننے کے بعد یونس خان بھی حریف فیلڈرز کو کیچ تھما کر پویلین سدھار گئے اور پاکستان کو سخت مشکلات سے دوچار کر گئے۔ اس موقع پر پاکستانی ڈریسنگ روم میں زبردست تناؤ پیدا ہو گیا، کیونکہ اب اگر آنے والے بلے بازوں نے ذمہ داری کا احساس نہ کرتے تو محض 189 رنز کا ہدف بھی ہمالیہ جیسا ثابت ہو سکتا تھا۔ اس صورتحال میں کپتان مصباح الحق اور نوجوان عمر اکمل کی صلاحیتوں کا حقیقی امتحان تھا اور خوش قسمتی سے دونوں اس میں سرخرو ثابت ہوئے۔ مصباح الحق نے 72 رنز بنا کر بحیثیت کپتان کیریئر کی سب سے بہترین اننگز کھیلی جبکہ عمر اکمل، جو ہدف سے محض 3 رنز کے فاصلے پر اپنی وکٹ گنوا بیٹھے، 72 گیندوں پر 2 چھکوں اور 7 چوکوں کی مدد سے 77 رنز بنانے میں کامیاب ہوئے۔ انہیں 46 کے انفرادی اسکور پر ایک زندگی ملی تھی، جب لاہیرو تھریمانے نے ان کا ایک آسان کیچ چھوڑ دیا تھا۔ دونوں کھلاڑیوں کے درمیان 26 اوورز پر مشتمل 152 رنز کی زبردست رفاقت کی خاص بات مصباح کی جانب سے عمر اکمل کی ہمہ وقت رہنمائی تھی۔ جس کی بدولت طویل عرصے بعد کسی ایک روزہ مقابلے میں پاکستانی بلے بازوں کی اچھی کارکردگی دیکھنے میں آئی۔ قبل ازیں ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کرنے والے سری لنکا کو اعزاز چیمہ اور سعید اجمل کی نپی تلی گیند بازی اور بلے بازوں کے غلط شاٹس کے انتخاب نے سخت مشکل صورتحال سے دوچار کیا۔

سری لنکا نے آغاز تو روایتی جارحانہ انداز سے کیا لیکن اعزاز چیمہ ابتدائی اوورز کی ناکامی کے بعد بالآخر سری لنکا کی سب سے قیمتی وکٹ یعنی کپتان مہیلا جے وردھنے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے جو 12 رنز بنا کر محمد حفیظ کو کیچ تھما کر باہر لوٹ آئے۔ دوسری جانب تلکارتنے دلشان بھی اعزاز کا ہی نشانہ بنے۔ دلشان اپنی جارح مزاجی کے باعث پاکستان کے لیے بڑا خطرہ تھے یہاں تک کہ انہوں نے اعزاز کے پہلے اوور میں 17 رنز بھی سمیٹے لیکن اعزاز کی بھرپور واپسی اور مکمل منصوبہ بندی کے ساتھ گیند کرانے کی صلاحیت کے سامنے بالآخر انہیں ہتھیار ڈالنا پڑے۔ دلشان نے 20 رنز بنائے۔ سری لنکا کو تیسرا دھچکا اگلے اوور میں عمر گل نے پہنچایا، جن کی گیند پر پہلی سلپ میں یونس خان نے دنیش چندیمال کا بہت ہی عمدہ کیچ تھاما۔ جبکہ ایک اور ان فارم بلے باز لاہیرو تھریمانے حماد اعظم کی گیند پر عمر اکمل کو کیچ دے بیٹھے۔ محض 65 رنز پر 4 وکٹیں گنوا بیٹھنے کے بعد کمار سنگاکارا اور اوپل تھارنگا نے اننگز کو درکار تقویت بخشی۔ سنگاکارا نے 71 اور تھارنگا نے 57 رنز کے ذریعے پانچویں وکٹ پر 96 رنز کا اضافہ کیا۔ لیکن ایک مرتبہ پھر سری لنکا کو پاور پلے راس نہیں آیا اور اس کے پہلے ہی اوور میں تھارنگا سعید اجمل کے 'دوسرا' کا نشانہ بنے۔ سعید نے اپنے اگلے اوور میں فرویز مہاروف کو باہر کی راہ دکھائی۔ پاور پلے کے آخری اوور میں نووان کولاسیکرا عمر گل کی گیند پر وکٹوں کے پیچھے کیچ تھما بیٹھے اور یوں پاور پلے سری لنکا کے لیے انتہائی مایوس کن ثابت ہوا جس میں صرف 11 رنز کا اضافہ ہوا اور وہ تین قیمتی وکٹوں سے محروم ہو گیا۔ صورتحال کو دیکھتے ہوئے سنگاکارا نے تیز کھیلنے کی کوشش کی۔ اگلے اوور میں انہوں نے سعید اجمل کو چھکا رسید کیا لیکن محض دو گیند بعد اعزاز چیمہ کی تیسری و قیمتی ترین وکٹ بن گئے۔ سعید اجمل نے 46 ویں اوور میں محض 188 رنز پر سری لنکن اننگز کی بساط لپیٹ دی۔

چوتھا میچ بنگلہ دیش بمقابلہ بھارت

سچن ٹنڈولکر نے سنچری منتظر تو حاصل کر لی لیکن اس کے لیے انہوں نے انجانے میں ٹیم کی فتح کا سودا کر ڈالا، کیریئر کے یادگار ترین سنگ میل یعنی 100 ویں بین الاقوامی سنچری کے حصول کے لیے انہوں نے بھارت کی اننگز کے تقریباً نصف اوورز استعمال کیے جس کے نتیجے میں ایشیا کپ کے کمزور ترین بالنگ اٹیک کے خلاف بھی بھارت 289 رنز ہی جوڑ پایا۔ جواب میں بنگلہ دیش نے تمیم اقبال کی اننگز کی بنیاد پر، شکیب الحسن کی برق رفتاری سے تقویت حاصل کرتے اور مشفق الرحیم کی خاتمے کی اہلیت سے تحریک پاتے ہوئے 5 وکٹوں سے تاریخی فتح سمیٹ لی۔ یہ سنچری بلاشبہ سچن اور بھارت دونوں کے لیے ایک بہت بڑا سنگ میل تھا لیکن شکست نے اس تاریخی موقع کو گہنا دیا۔ سچن کی سست روی کے علاوہ ہار کا ایک اور محرک بھارتی گیند بازوں کی انتہائی ناقص بالنگ تھی، اس بات سے اندازہ لگایئے کہ سب سے کم اوسط سے رن کھانے والے پارٹ ٹائم بالر سریش رینا تھے جن کے 7 اوورز میں 30 رنز بنے جبکہ مرکزی گیند بازوں پروین کمار کو 10 اوورز میں 56، عرفان پٹھان کو 9 میں 61 اور اشوک ڈنڈا کو 5.2 میں 38 رنز پڑے۔ بنگلہ دیش کی ہدف کے تعاقب کی صلاحیت کی داد نہ دینا بھی زیادتی ہو گی جن کی جانب سے پہلے تمیم اقبال نے 99 گیندوں پر 70 رنز کی اننگز کھیلی اور جوہر الاسلام کے ساتھ دوسری وکٹ پر 113 رنز کی زبردست رفاقت کے ذریعے بنگلہ دیش کو لانچنگ پیڈ فراہم کیا۔ جوہر نے 68 گیندوں پر 53 رنز بنا کر ان کا بھرپور ساتھ دیا۔ بعد ازاں شکیب الحسن اور ناصر حسین کی زبردست شراکت داری بنگلہ دیش کو میچ میں مکمل طور پر واپس لے آئی۔ شکیب نے خاص طور پر آخری پاور پلے کا بہت ہی شاندار استعمال کیا، پہلے انہوں نے دو کرارے چوکے اور ایک بلند و بالا چھکا رسید کر کے اشوک ڈنڈا کے اوور میں 18 رنز لوٹے اور پھر پاور پلے کے آخری اوور میں روی چندرا آشون کو بھی ڈیپ اسکوائر لیگ پر ایک زبردست چھکا رسید کیا۔ اس کے بعد انہوں نے عرفان پٹھان کو دو چوکے لگائے اور فتح کے لیے درکار رن اوسط کو 8 تک لے آئے لیکن اگلے اوور میں آشون کی گیند پر وکٹوں کے پیچھے دھونی کی پھرتی ان کی میدان سے واپسی کا باعث بن گئی۔ گو کہ معاملہ بہت ہی قریبی تھا لیکن تیسرے امپائر نے ان کا بیرلائن پر ہونے کے باعث انہیں اسٹمپ قرار دیا، گو کہ شک کا فائدہ بلے باز کو ملنا چاہیے تھا لیکن شکیب اتنے خوش قسمت ثابت نہیں ہوئے۔ انہوں نے 31 گیندوں پر 49 رنز بنا کر فتح گر کارکردگی دکھائی اور اسی کی بنیاد پر میچ کے بہترین کھلاڑی بھی قرار پائے۔ دوسرے اینڈ سے ناصر حسین نے 58 گیندوں پر 54 رنز کی عمدہ اننگز کھیلی گو کہ وہ آخری لمحات میں بہت زیادہ تھکے ہوئے دکھائی دیے اور نازک مرحلے پر کچھ گیندیں ان کے بلے کو چھوئے بغیر وکٹ کیپر کے دستانوں میں گئیں لیکن اس کے باوجود فتح میں ان کا حصہ بھی بہت اہمیت کا حامل تھا۔ وہ 49 ویں اوور میں اس وقت آؤٹ ہوئے جب بنگلہ دیش کو فتح کے لیے صرف 2 رنز درکار تھے۔ مذکورہ بالا تینوں بلے بازوں کی کارکردگی اپنی جگہ اہم تھی لیکن درحقیقت بنگلہ دیش کو منزل تک پہنچانے کا کام کپتان مشفق الرحیم نے انجام دیا۔ جنہوں نے 48 ویں اوور میں عرفان پٹھان کو مسلسل دو گیندوں پر دو چھکے اور 49 ویں اوور میں پروین کمار کو پہلی دو گیندوں پر چوکا اور چھکا رسید کر کے بھارت کی رہی سہی امیدوں کو بھی خاک میں ملا دیا اور بالآخر آخری اوور کی دوسری گیند پر محمود اللہ کے چوکے نے بنگلہ دیش کی فتح پر مہر ثبت کر دی۔ مشفق 25 گیندوں پر 46 رنز کے ساتھ ناقابل شکست رہے۔ اس تاریخی فتح نے بھارتی کھلاڑیوں و شائقین اس نشے کو محض چند گھنٹوں میں ہرن کر دیا جو سچن کے بین الاقوامی کیریئر کی 100 ویں سنچری سے چڑھا تھا۔ قبل ازیں بنگلہ دیش نے ٹاس جیت کر پہلے گیند بازی کا فیصلہ کیا اور سچن تنڈولکر اور ویراٹ کوہلی کے درمیان دوسری وکٹ پر 148 رنز کی شراکت نے مشفق الرحیم کے اس فیصلے کو تقریباً غلط ثابت کر دیا لیکن اس شراکت داری کا ایک منفی پہلو بھی تھا، وہ تھا سچن کا بہت زیادہ گیندیں کھیل جانا۔ انہوں نے 138 گیندوں پر 10 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے اپنی تاریخی سنچری تو مکمل کر لی لیکن اننگز کی تقریباً نصف گیندیں کھیل جانے کے باعث دیگر بلے بازوں کے لیے مواقع نہیں بچے۔ کوہلی نے 82 گیندوں پر 66 رنز بنائے۔ اس میں بنگلہ دیشی بالرز کی آخری اوورز میں عمدہ گیند بازی کا بھی عمل دخل تھا جس نے بھارت کو، جو واضح طور پر 300 سے آگے کی جانب دیکھ رہا تھا، بالکل اختتامی اوورز میں باندھ کر

رکھا۔ ایک روزہ اننگز میں سب سے اہم سمجھے جانے والے 47 سے 49ویں اوورز میں بھارت صرف 15 رنز حاصل کر پایا۔ تاہم آخری اوور میں 17 رنز نے بھارت کو 289 رنز پر پہنچا دیا۔ یہاں تک پہنچنے میں سریش رینا اور مہندر سنگھ دھونی کی تیز رفتاری کام آئی۔ رینا نے 38 گیندوں پر 51 اور دھونی نے 11 گیندوں پر 21 رنز بنائے۔ بنگلہ دیش کی جانب سے مشرفی مرتضیٰ نے دو وکٹیں حاصل کیں، جنہوں نے ایک ہی اوور میں دو سیٹ بلے بازوں سریش رینا اور سچن تنڈولکر کو ٹھکانے لگایا۔ ایک، ایک وکٹ شفیع الاسلام اور عبدالرزاق کو ملی۔ اس فتح کا ایک قابل ذکر پہلو یہ بھی ہے کہ آج سے چار سال قبل 17 مارچ کو عالمی کپ 2007 میں بھی بنگلہ دیش نے بھارت کو شکست دی تھی اور آج 16 مارچ کو اسی کارکردگی کو ڈھاکہ میں دہرا دیا، جہاں بنگلہ دیش کی تاریخی فتح کو دیکھنے کے لیے تماشائیوں کی بڑی تعداد موجود تھی اور میدان میں تل دھرنے کی جگہ نہ تھی۔

پانچواں میچ بھارت بمقابلہ پاکستان

ویرات کوہلی کی کیریئر کی بہترین اننگز کی بدولت بھارت نے ایشیا کپ 2012 کے اہم ترین معرکے میں پاکستان کو 6 وکٹوں سے شکست دے دی۔ اس ریکارڈ 'run chase' نے ٹورنامنٹ میں بھارت کی امیدوں کو برقرار رکھا۔ شیر بنگلہ اسٹیڈیم، ڈھاکہ میں پاکستان کی جانب سے محمد حفیظ اور ناصر جمشید کی یادگار سنچریاں اور ریکارڈ شراکت داری رائیگاں گئی اور ویرات کوہلی نے پاکستان کے بالرز کو چھٹی کا دودھ یاد دلا دیا۔ کوئی بھی پاکستانی بالر، حتیٰ کہ سچن تنڈولکر کو پریشان کرنے والے سعید اجمل بھی، کوہلی کے سامنے کچھ نہ کر سکے خصوصاً وہاب ریاض نے بہت ہی مایوس کن گیند بازی جن کے 4 اوورز میں بھارتی بلے بازوں نے 50 رنز لوٹے۔ اعزاز چیمہ نے 8 اوورز میں 60، عمر گل نے 8.5 اوورز میں 65 اور شاہد آفریدی نے 9 اوورز میں 58 رنز دیے۔ کوہلی کی اننگز بلاشبہ ایک شاہکار تھی، انہوں نے پاکستانی بالرز کی گیندوں کو میدان کے چاروں طرف رسی کی راہ دکھائی۔ محض 148 گیندوں پر 22 چوکوں اور ایک چھکے کی مدد سے 183 رنز کی اننگز نے فیصلہ کن کردار ادا کیا جس پر وہ بلاشبہ میچ کے بہترین کھلاڑی کا اعزاز حاصل کرنے کے درست ترین حقدار رہے۔

بھارت نے 330 رنز کے ہدف کا آغاز کیا تو پہلے ہی اوور میں محمد حفیظ نے گوتم گمبھیر کو ایل بی ڈبلیو کر کے پاکستان کو بالادست پوزیشن پر پہنچا دیا۔ بائیں ہاتھ سے بیٹنگ کرنے والے بلے بازوں کے خلاف حفیظ کی اہلیت)اور قسمت (کسی سے ڈھکی چھپی نہیں اور انہوں نے بارہا لیفٹ ہینڈڈ بلے بازوں کی وکٹ دلا کر پاکستان کو ابتدائی کامیابی بخشی ہے لیکن اس کے بعد پاکستان کی بالنگ مکمل طور پر اپنا راستہ بھول گئی۔ اعزاز چیمہ اور عمر گل کی شارٹ پچ گیندوں نے کریز پر موجود ویرات کوہلی اور سچن تنڈولکر کا کام آسان کر دیا اور بعد ازاں رہی سہی کسر روہیت شرما کی 68 رنز کی کارآمد اننگز نے پوری کر دی۔ سچن، جنہوں نے گزشتہ میچ میں ہی اپنے بین الاقوامی کیریئر کی 100ویں سنچری مکمل کی ہے، زیادہ اطمینان کے ساتھ پاکستان کے خلاف میدان میں اترے اور 48 گیندوں پر ایک چھکے اور پانچ چوکوں کی مدد سے 52 رنز بنانے میں کامیاب ہوئے اور بالآخر سعید اجمل کی 'دوسرا' پر سلپ میں یونس خان کے کیچ کا نشانہ بن گئے۔ لیکن پاکستان کے لیے اصل مسئلہ رنز بنانے کی اچھی رفتار تھی، جسے دوسرے اینڈ پر کھڑے ویرات کوہلی نے برقرار رکھا ہوا تھا۔ 133 رنز پر دوسری وکٹ گرنے کے بعد بھارت کی سب سے بڑی رفاقت کا آغاز ہوا جو کوہلی اور شرما کے درمیان تیسری وکٹ پر قائم ہوئی۔ کوہلی اور شرما نے نازک ترین موقع پر 172 رنز جوڑے اور بھارت کو میچ پر مکمل طور پر حاوی کر دیا اور ایسی پوزیشن پر پہنچا دیا جہاں وہ ہار نہیں سکتا تھا۔ جب 46ویں اوور میں شرما عمر گل کی گیند پر آؤٹ ہوئے تو بھارت کو صرف 25 رنز درکار تھے۔ گو کہ کوہلی 48ویں اوور کی پہلی گیند پر عمر گل کی ہی دوسری وکٹ بنے لیکن میچ پاکستان کے ہاتھوں سے مکمل طور پر نکل چکا تھا اور سریش رینا کے چھکے اور مہندر سنگھ دھونی کے چوکے نے اسی اوور میں بھارت کو فتح سے ہمکنار کر دیا۔

قبل ازیں پاکستان نے اوپنرز محمد حفیظ اور ناصر جمشید کی بہترین بلے بازی کی بدولت ایک اچھا مجموعہ حاصل کیا۔ گو کہ 224 رنز کی ریکارڈ شراکت داری کا پلیٹ فارم ملنے کے بعد آنے والے بلے بازوں کو تیز رفتاری سے رنز بنانے چاہیے تھے لیکن ایک مرتبہ پھر آخری پاور پلے اپنی تمام تر نحوست کے ساتھ پاکستان پر غالب آ گیا۔ اس کے پہلے ہی اوور میں ناصر جمشید 112 رنز بنانے کے بعد آؤٹ ہوئے اور اگلے اوور میں محمد حفیظ 105 رنز کے ساتھ پویلین لوٹ گئے اور پاکستان اس پاور پلے کا بھرپور فائدہ نہ اٹھا سکا۔ لیکن آخری 10 اوورز میں عمر اکمل اور شاہد آفریدی جن سے پاکستان کو تیز رفتار بلے بازی کی توقع تھی، مکمل طور پر ناکام رہے۔ عمر اکمل، جنہیں صورتحال کے پیش نظر ون ڈاؤن بھیجا گیا، 24 گیندوں پر 28 رنز بنانے کے بعد واپس آ گئے جبکہ شاہد آفریدی 15 گیندوں پر 9 رنز بنا کر آؤٹ ہو گئے۔ اگر یونس خان برخلاف روایت 34 گیندوں پر 52 رنز کی عمدہ اننگز نہ کھیلتے تو پاکستان 300 بھی عبور نہ کر پاتا۔ لیکن پھر بھی پاکستان جو ایک موقع پر باآسانی 350 سے اوپر جا سکتا تھا، کو محض 329 پر اکتفا کرنا پڑا اور یہیں سے میچ پاکستان کے ہاتھ سے نکل گیا۔

چھٹا میچ بنگلہ دیش بمقابلہ پاکستان

ایشیا کپ میں بنگلہ دیش کا خوبصورت سفر جاری رہا جس نے ٹورنامنٹ کے اہم ترین میچ میں سری لنکا کو شکست دے کر نہ صرف پہلی بار ٹورنامنٹ کے فائنل میں جگہ بنائی بلکہ دفاعی چیمپئن بھارت کو بھی باہر کر دیا۔ گو کہ بارش کے باعث 10 اوورز کا کھیل ضائع ہونے نے بنگلہ دیش کو ہدف تک پہنچنے کے سفر کو کچھ مشکل کر دیا لیکن تمیم اقبال اور شکیب الحسن کی شاندار بلے بازی اور آخر میں ناصر حسین اور محمود اللہ کی 77 رنز کی ناقابل شکست رفاقت نے بالآخر بنگلہ دیش کو منزل تک پہنچا دیا جس کے بعد میدان میں جشن کے زبردست مناظر دیکھنے میں آئے۔ صدر ظل الرحمٰن اور وزیر اعظم حسینہ واجد سمیت متعدد اعلیٰ شخصیات اس مقابلے کو دیکھنے کے لیے شیر بنگلہ نیشنل اسٹیڈیم میں موجود تھیں اور کھلاڑیوں نے ملک کی اعلیٰ ترین شخصیات کو بہترین کھیل کے ذریعے مایوس نہیں ہونے دیا۔ یہ 2009 میں ایک سہ فریقی ٹورنامنٹ کے فائنل میں پہنچنے کے بعد دوسرا موقع ہے کہ بنگلہ دیش کسی ایک روزہ ٹورنامنٹ کے فائنل تک رسائی میں کامیاب ہوا ہو اور یہ 2007 کے عالمی کپ کے بعد پہلا موقع ہے تھا کہ ایک ہی ٹورنامنٹ میں بنگلہ دیش نے خود سے بہتر دو ٹیموں کو شکست دی ہے۔ مذکورہ ورلڈ کپ میں بنگلہ دیش نے بھارت اور جنوبی افریقہ کو ہرایا تھا۔ تجربہ کار تمیم اور شکیب کے علاوہ ناصر حسین کی جانب سے میچ کو خاتمے تک پہنچانے میں اہم کردار نے ثابت کیا کہ نوجوان کھلاڑی اس سیزن کی بہت بڑی دریافت ہے۔ یکے بعد دیگرے دونوں سیٹ بلے بازوں کے جانے کے بعد میچ ایک لمحے کے لیے مقابلہ میزبان ٹیم کی گرفت سے نکلتا ہوا محسوس ہوا لیکن سینانائیکے کی عمدہ گیند بازی کے سامنے ناصر حسین نے بند باندھا اور محمود اللہ نے ان کا بھرپور ساتھ دیا اور دونوں نے ذمہ دارانہ انداز سے سلسلے کو آگے بڑھایا اور 38ویں اوور کی پہلی گیند پر چوکا لگا کر بنگلہ دیش منزل کو پہنچ گیا اور 5 وکٹوں کی تاریخی فتح سمیٹ کر فائنل میں جگہ بنائی اور بھارت کے کھلاڑی جو اپنے تھیلے تیار کیے بیٹھے تھے، نے ہوائی اڈے کے سفر کا آغاز کیا۔ بہرحال، بنگلہ دیش نے اہم ترین معرکے میں ٹاس جیت کر پہلے گیند بازی کا فیصلہ کیا اور زخمی شفیع الاسلام کی جگہ ٹیم میں شامل کیے جانے والے نظم الحسین کی تباہ کن گیند بازی کی بدولت محض 32 رنز پر سری لنکا کے ابتدائی تین کھلاڑیوں کو ٹھکانے لگا دیا اور اپنے انتخاب کو درست ثابت کر دکھایا۔ حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے اگر ایک بھی بلے باز کریز پر ٹک جاتا تو بنگلہ دیش ایڑی چوٹی کا زور لگا کر بھی میچ نہ نکال پاتا۔ نظم الحسین نے سب سے پہلے اننگز کے چوتھے اوور میں کپتان مہیلا جے وردھنے کو بولڈ کیا، اس کے بعد 29 کے مجموعے پر کمار سنگاکارا کی باری آئی جبکہ 10ویں اوور میں تلکارتنے دلشان بھی نظم کے ہاتھوں بولڈ ہو گئے اور میدان میں موجود تماشائی خوشی سے پھٹ پڑے۔ یوں بنگلہ دیش نے ابتدا ہی میں میچ پر جو کنٹرول حاصل کیا، وہ دوبارہ سری لنکا کی مکمل گرفت میں نہ آ سکا۔ گو کہ لاہیرو تھریمانے اور چمارا کاپوگیدرا نے چوتھی وکٹ پر 88 رنز جوڑ کے سری لنکا کو مکمل تباہی سے بچایا اور پھر اوپل تھارنگا نے کسی حد تک قابل عزت مجموعے تک پہنچایا لیکن حقیقت یہی ہے کہ سری لنکا اسکور بورڈ پر بہت بڑا مجموعہ اکٹھا کرنے میں ناکام رہا اور 50ویں اوور کی پانچویں گیند پر پوری ٹیم 232 رنز بنا کر آؤٹ ہو گئی۔ ناظم الدین کے دوسرے اوور میں کولاسیکرا کے ہاتھوں بولڈ ہونے کے بعد 5 گیندوں پر مزید دو وکٹوں گرنے نے میزبان ٹیم کی پیش رفت کو ہلا دیا۔ اس موقع پر دو ان فارم بلے بازوں تمیم اقبال اور شکیب الحسن اننگز کو مزید کسی بڑے نقصان سے بچایا اور چوتھی وکٹ پر 76 رنز کا اضافہ کر کے ہدف کو حاصل کرنے کے لیے اچھی بنیاد فراہم کی۔ 20ویں اوور میں جب تین کھلاڑیوں کے نقصان پر بنگلہ دیش کا اسکور 116 رنز تھا اور اسے 100 سے کم رنز درکار تھے، وہ بہت اچھی پوزیشن میں پہنچ چکا تھا لیکن مستقل اچھی گیند بازی کرنے والے سینانائیکے نے تمیم اقبال کو 59 رنز کے انفرادی اسکور پر آؤٹ کر کے سری لنکا کی امیدوں کو دوبارہ روشن کیا۔ تمیم اقبال نے مسلسل تیسرے ایک روزہ میں نصف سنچری بنا کر طویل عرصے سے اپنے عدم انتخاب کو غلط ثابت کر دیا۔ بہرحال، بنگلہ دیش کے لیے سب سے مشکل مرحلہ ابھی باقی تھا کیونکہ سینانائیکے نے اگلے اوور میں شکیب الحسن کی صورت میں سب سے اہم وکٹ حاصل کر لی جو سینانائیکے کے سامنے بہت زیادہ مسائل سے دوچار نظر آئے اور متعدد بار گیند ان کے بلے سے لگ کر اوپر کو اٹھی لیکن فیلڈرز تک پہنچ نہ پائی۔ بالآخر وہ کیریئر کی 24ویں نصف سنچری بنانے کے بعد انہی کی گیند پر ایل بی ڈبلیو قرار پائے اور 135 رنز پر بنگلہ دیش کے 5 کھلاڑی پویلین لوٹ گئے۔ اب ذمہ داری نوجوان ناصر حسین اور محمود اللہ کے کاندھوں پر آ گئی جن کے بعد کوئی باقاعدہ بلے باز لائن اپ میں موجود نہیں تھا اس لیے اصل دارومدار انہی کھلاڑیوں پر تھا اور دونوں نے اس ذمہ داری کو بہ احسن و خوبی انجام دیا اور چھٹی وکٹ پر 77 ناقابل شکست رنز جوڑ کر بنگلہ دیش کو ایک تاریخی فتح سے ہمکنار کر دیا۔ ناصر حسین 61 گیندوں پر 36 اور محمود اللہ 33 گیندوں پر 32 رنز کے ساتھ ناٹ آؤٹ رہے۔

ایشیاء کپ کی تصویری جھلکیاں

ماہنامہ

کرکٹر

پاکستان

96

ایشاء کپ میں پاک بھ

ت میچ کی تصویری جھلکیاں

ایشیاء کپ کی
تصویری جھلکیاں

کرکٹ کی دیوار گر گئی، راہول ڈراوڈ نے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا

راہول ڈراوڈ نے بین الاقوامی کرکٹ سے ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دیا اور یوں ایک مثال قائم کرتے ہوئے کھیل کا دامن چھوڑ گئے۔ بنگلور میں پریس کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے راہول نے کہا کہ یہ آسان فیصلہ نہ تھا لیکن وہ اس پر مطمئن ہیں کیونکہ اب وقت آچکا ہے کہ نئی نسل کو آگے بڑھنے کا موقع دیا جائے۔ اس موقع پر بھارتی کرکٹ بورڈ (بی سی سی آئی) کے صدر این سری نواسن اور ڈراوڈ کے ساتھی سابق کھلاڑی انیل کمبلے بھی موجود تھے۔ بلاشبہ اس اعلان کے ساتھ ڈراوڈ نے اپنے ساتھی بزرگ کھلاڑیوں ٹنڈولکر اور وی وی ایس لکشمن کے لیے ایک مثال قائم کر دی ہے کہ وہ بھی انہی کے قدموں پر چلتے ہوئے دنیائے کرکٹ سے باعزت رخصت ہو جائیں۔ گو کہ ڈراوڈ کا یہ

راہول ڈراوڈ کی ہر ملک کے خلاف کارکردگی

بمقابلہ	ٹیسٹ	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	100	50
آسٹریلیا	33	62	6	2166	233	2	13
بنگلہ دیش	7	10	2	560	160	3	1
انگلینڈ	21	37	5	1950	217	7	8
نیوزی لینڈ	15	28	2	1659	222	6	6
پاکستان	15	26	3	1236	270	5	3
جنوبی افریقہ	21	40	3	1252	148	2	5
سری لنکا	20	32	1	1508	177	3	9
ویسٹ انڈیز	23	38	7	1978	146	5	13
زمبابوے	9	13	3	979	200	3	5
اندرون ملک	70	120	11	5598	222	15	27
بیرون ملک	94	166	21	7690	270	21	36
مجموعی	164	286	32	13,286	270	36	63

اعلان آسٹریلیا کے مایوس کن دورے کے بعد سامنے آیا ہے لیکن انہوں نے جاتے جاتے 2011 میں بھرپور کرکٹ کھیلی اور بیرون ملک ویسٹ انڈیز اور انگلستان میں بھی سنچریاں اسکور کیں۔ انگلستان کے حوصلہ شکن دورے میں انہوں نے ٹیم کے دیگر اراکین کے مقابلے میں سب سے اعلیٰ کارکردگی دکھائی اور تین سنچریوں کی بدولت 461 رنز بنائے لیکن حالیہ دورِ آسٹریلیا میں وہ اس کارکردگی کو نہ دہرا پائے اور بالآخر ریٹائر ہونے کا اعلان کر کے اس قضیے کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ کر دیا۔ البتہ راہول انڈین پریمیئر لیگ میں حصہ لیں گے، جہاں رواں سال وہ راجستھان رائلز کی قیادت کریں گے۔

1996 میں لارڈز کے تاریخی میدان میں انگلستان کے خلاف اپنے کیریئر کا آغاز کرنے والے راہول نے 16 سال دنیائے کرکٹ پر حکمرانی کی۔ انہیں وکٹ بچانے کی صلاحیت کے پیش نظر دیوار (The Wall) کہا گیا۔ وہ 13 ہزار 288 رنز کے ساتھ سب سے زیادہ ٹیسٹ رنز بنانے والے بلے بازوں میں دوسرے نمبر پر ہیں۔ اس میں 36 یادگار سنچریاں بھی شامل ہیں۔ علاوہ ازیں وہ ٹیسٹ میں سب سے زیادہ یعنی 210 کیچ پکڑنے کے ریکارڈ کے بھی حامل ہیں۔ گو کہ ان کا ایک روزہ کیریئر نسبتاً کم نمایاں رہا لیکن اس کے باوجود وہ 10 ہزار رنز سمیٹنے میں کامیاب رہے۔ اسے ڈراوڈ کی خوش قسمتی کہیے یا بدقسمتی کہ وہ اس دور میں بھارت کی نمائندگی کرتے رہے جب ملک بلکہ دنیا کی تاریخ کے چند بہترین بلے باز ان کے ساتھی تھے۔ سچن اور لکشمن کے علاوہ سارو گنگولی اور وریندر سہواگ پر مشتمل بیٹنگ لائن اپ نے جہاں ایک جانب ان کی صلاحیتوں کو مزید جلا بھی بخشی، وہیں وہ ٹیم میں رہتے ہوئے وہ مقام حاصل نہ کر پائے جس کے وہ حقدار تھے۔ بہرحال، انہیں ٹیم کی قیادت کا موقع بھی ملا اور وہ ملے جلے نتائج دے پائے۔ 25 ٹیسٹ مقابلوں میں انہوں نے آٹھ فتوحات سمیٹیں اور چھ مرتبہ شکست کھائی جس میں 2004 میں پاکستان میں جیتی گئی سیریز سب سے یادگار رہوگی۔

راہول ڈراوڈ نے ٹیسٹ کرکٹ میں 31258 گیندوں کا سامنا کیا اور تاحال کوئی کھلاڑی بھی ٹیسٹ کرکٹ میں 29 ہزار سے زائد گیندیں کھیلنے میں کامیاب نہیں ہو سکا ہے انہوں نے سچن ٹنڈولکر کے بعد ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز اسکور کرنے والے دوسرے کھلاڑی ہونے کا اعزاز حاصل کرنے کے بعد ٹیسٹ کرکٹ سے علیحدگی اختیار کی راہول ڈراوڈ کے ٹیسٹ کرکٹ دورانیے کو ہم 4 حصوں میں تقسیم کریں تو کیریئر آغاز سے 31 مارچ 2002ء تک انہیں 55 ٹیسٹ میں 4329 رنز 50.92 کی اوسط سے بنانے کا موقع ملا جس میں 9 سنچریاں اور 24 نصف سنچریاں شامل رہیں۔ ان کا ہوم اوسط 48.91 اور بیرون ملک 53.20 رہا۔ اپریل 2002ء سے جولائی 2006ء تک انہوں نے 49 ٹیسٹ میچوں میں 4720 رنز 68.40 کی اوسط سے 22 سنچریوں اور 14 نصف سنچریوں سے بنائے۔ یہاں ان کا ہوم اوسط 55.71 اور بیرون ملک 77.07 رہا۔ اگست 2006ء سے دسمبر 2008ء تک 27 ٹیسٹ میچوں میں 1460 رنز 31.06 کی اوسط سے بنائے۔ 3 سنچریاں اور 7 نصف سنچریاں شامل تھیں، ہوم اوسط 31.60 اور بیرون ملک 30.66 رہا۔ جنوری 2009ء سے کیریئر کے اختتام تک 33 ٹیسٹ میچوں میں 2779 رنز 52.43 کی اوسط سے 10 سنچریوں اور 10 نصف سنچریوں سے اسکور کیے ہوم اوسط 75.31 اور بیرون ملک 42.54 اوسط رہا۔ ڈراوڈ نے بھارتی فتوحات کے ٹیسٹ میں 5131 رنز اسکور کیے۔ جو کہ سچن ٹنڈولکر 5594 رنز کے بعد دوسرا نمبر تھا۔ بھارت کی ٹیم کی نمائندگی کرتے ہوئے راہول ڈراوڈ نے بیرون ملک 15 فتوحات میں شرکت کی جو کہ سچن ٹنڈولکر کی 13 فتوحات سے کراس کرتے ہوئے سرفہرست رہے۔ ان 15 ٹیسٹ میچوں میں 1577 رنز 65.70 کی اوسط سے 4 سنچریوں اور 7 نصف سنچریوں سے اسکور کیے۔ راہول ڈراوڈ کے 11 مین آف دی میچ ایوارڈ میں سے 8 بیرون ملک حاصل کیے گئے۔ جبکہ 5 ٹیسٹ میں بھارت فاتح رہا، یاد رہے کہ ٹیسٹ میچوں میں دونوں کھلاڑیوں نے بھارت کی جانب سے سب سے زیادہ مین آف دی میچ ایوارڈز حاصل کیے ہیں۔ سنیل گواسکر اور وجے ہزارے کے ساتھ وہ تیسرے بھارتی کھلاڑی قرار پائے جنہوں نے ٹیسٹ میچوں کی دونوں اننگز میں سنچریاں 2.2 مرتبہ اسکور کیں۔ راہول نے نمبر تین کی پوزیشن پر کھیلتے ہوئے 10524 رنز 52.88 کی اوسط سے 219 اننگز میں بنائے جو کہ اس نمبر پر کسی بھی بھارتی بیٹسمین کا زیادہ سے زیادہ اسکور ہے۔ راہول ڈراوڈ نے 88 سنچری شراکتوں میں حصہ لیا جو کہ ورلڈ ریکارڈ ہے جبکہ رکی پونٹنگ نے 85 سنچری شراکتوں میں حصہ داری کی۔ 25 ٹیسٹ میچوں میں راہول نے قیادت کی

8 جیت 6 ہارے اور 11 ڈرا رہے ان کی فتح کا تناسب 1.33 رہا جو مہندرا سنگھ دھونی 1.70 اور سارو گنگولی 1.61 کے بعد بھارت میں تیسرا بہترین کپتان تناسب رہا۔

راہول ڈراوڈ نے سب سے زیادہ رنز بھارتی سرزمین پر 5598 رنز 70 ٹیسٹ میچوں میں 51.35 کی اوسط سے بنائے۔ ڈراوڈ نے بھارتی سرزمین پر 15 سنچریاں اور 27 نصف سنچریاں اسکور کیں۔ پھر ویسٹ انڈیز کی سرزمین پر انہوں نے 17 ٹیسٹ میں 1511 رنز 65.69 کی اوسط سے 3 سنچریوں اور 11 نصف سنچریوں سے بنائے۔ انگلینڈ کی سرزمین پر 13 ٹیسٹ میں 1376 رنز 68.80 کی اوسط سے 6 سنچریوں اور 4 نصف سنچریوں سے جبکہ آسٹریلوی سرزمین پر 1166 رنز 16 ٹیسٹ میچوں میں 41.64 کی اوسط سے ایک سنچری اور 6 نصف سنچریوں سے اسکور کیے۔ نیوزی لینڈ سرزمین پر 7 ٹیسٹ میچوں میں 766 رنز 63.83 کی اوسط سے 2 سنچریوں اور 5 نصف سنچریوں سے سری لنکا میں 12 ٹیسٹ میں 662 رنز 33.10 کی اوسط سے ایک سنچری اور چار نصف سنچریوں سے جنوبی افریقہ میں 11 ٹیسٹ میں 624 رنز 29.71 کی اوسط سے ایک سنچری اور 2 نصف سنچریوں سے بنگلہ دیش میں 7 ٹیسٹ میں 550 رنز 70.00 کی اوسط سے 3 سنچریوں اور ایک نصف سنچری سے۔ پاکستان میں 6 ٹیسٹ میں 550 رنز 78.57 کی اوسط سے 3 سنچریوں سے جبکہ زمبابوے کی سرزمین پر 5 ٹیسٹ میں 475 رنز 79.16 کی اوسط سے ایک سنچری اور 3 نصف سنچریوں سے بنائے۔

راہول ڈراوڈ نے اپنے کیریئر کی اولین اننگز میں 95 رنز انگلینڈ کے خلاف لارڈز میں جون 1996ء میں اسکور کیے اور بدقسمتی سے 5 رنز کی کمی سے وہ ڈیبیو پر سنچری کا اعزاز حاصل نہ کرسکے جبکہ اگلی اننگز جو کہ انگلینڈ ہی کے خلاف ناٹنگھم میں کھیلی اس میں 84 رنز بنا کر سنچری سے محروم رہے۔ نومبر 1997ء میں سری لنکا کے خلاف ناگپور سے لے کر آسٹریلیا کے خلاف کولکتہ میں مارچ 1998ء تک انہوں نے مسلسل 6 ٹیسٹ اننگز ففٹی پلس کھیلیں جو کہ 92'93'85'52'56'86 کی تھیں' 3 آسٹریلیا اور 3 سری لنکا کے خلاف کھیلی گئیں پھر اگست 2002ء میں انگلینڈ کے خلاف ناٹنگھم ٹیسٹ سے لے کر ویسٹ انڈیز کے خلاف اکتوبر 2002ء میں ممبئی ٹیسٹ تک انہوں نے مسلسل 4 سنچری اننگز کھیلیں جو کہ 115'148'217 (انگلینڈ کے خلاف) اور *100 (ویسٹ انڈیز کے خلاف تھیں) دسمبر 2004ء میں بنگلہ دیش کے خلاف چٹاگانگ ٹیسٹ سے لے کر پاکستان کے خلاف کولکتہ میں مارچ 2005ء تک انہوں نے پھر چار مسلسل اننگز (50.160) بنگلہ دیش اور (110'135) پاکستان کے خلاف کھیلیں' راہول ڈراوڈ نے 5 ڈبل سنچریاں' 270' بمقابلہ پاکستان راولپنڈی اپریل 2004ء میں' 233 بمقابلہ آسٹریلیا ایڈیلیڈ دسمبر 2003ء تھیں۔ 222 بمقابلہ نیوزی لینڈ احمد آباد اکتوبر 2003ء میں' 217 بمقابلہ انگلینڈ اوول ستمبر 2002ء میں' 2001 بمقابلہ زمبابوے نئی دہلی نومبر 2000ء میں اسکور کیں۔ جبکہ دو اننگز 191 بمقابلہ نیوزی لینڈ ناگپور نومبر 2010ء میں اور 190 بمقابلہ نیوزی لینڈ ہملٹن 2 جنوری 1999ء کو کھیلیں اور 190 پلس کی یہی دو اننگز تھیں جبکہ وہ ڈبل سنچری کے نزدیک آ کر محروم رہے راہول ڈراوڈ کو ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ کیچ 210 بھی تھامنے کا اعزاز حاصل ہے ان کے قریب ترین حریف رکی پونٹنگ 193 کیچ کے ساتھ ہیں۔ راہول ڈراوڈ ٹیسٹ کرکٹ میں سب سے زیادہ رنز بنانے والوں کی فہرست میں دوسرے نمبر پر رہے۔ انہوں نے 13288 جبکہ بھارتی لٹل ماسٹر سچن ٹنڈولکر 15470 رنز کے ساتھ سرفہرست ہیں تیسرے نمبر پر آسٹریلوی بلے باز رکی پونٹنگ 13200 رنز کے ساتھ موجود تھے۔

راہول ڈراوڈ کی سال بہ سال کارکردگی

سال	میچز	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	سنچری	نصف سنچری
1996	7	12	1	436	95	39.63	x	3
1997	12	18	2	984	148	61.50	1	9
1998	5	9	0	413	118	45.88	10	3
1999	10	19	10	865	190	48.05	4	1
2000	6	11	3	624	200*	78.00	2	1
2001	13	23	3	935	180	46.75	1	6
2002	16	26	3	1357	217	59.00	5	5
2003	5	10	2	803	233	100.37	2	3
2004	12	18	3	946	270	63.06	2	4
2005	8	12	x	640	135	53.33	2	4
2006	12	22	4	1095	146	60.83	3	7
2007	10	19	2	606	129	35.64	1	3
2008	15	28	2	805	136	30.96	2	4
2009	6	10	1	747	177	83.00	2	5
2010	12	20	2	771	191	42.83	3	1
2011	12	23	3	1145	146*	57.25	5	4
2012	3	6	x	116	47	19.33	x	x

راہوڈراوڈ کی ہر بیٹنگ پوزیشن پر کارکردگی

بیٹنگ نمبر	میچز	اننگز	ناٹ آؤٹ	رنز	بہترین	اوسط	100	50
1	3	3	0	72	38	24.00	x	x
2	14	20	4	735	146*	45.93	4	1
3	134	219	20	10.524	270	52.88	28	50
4	16	21	3	957	146	53.16	2	6
5	11	11	3	308	144*	38.50	1	1
6	6	8	2	413	180	68.83	1	2
7	4	4	*	279	95	69.75	*	3
بطور کپتان	25	45	6	1736	146	44.51	4	10
بطور کھلاڑی	139	241	26	11.552	270	53.73	32	53

قومی ٹیم کی کوچنگ میں ڈیو واٹمور راِن...... محسن خان آؤٹ!!

کپتان اپنی جگہ برقرار...... سلیکشن کمیٹی نئی بن گئی اور ہیڈ کوچ کا مسئلہ بھی حل ہو گیا...... رہ گئے بے چارے محسن حسن خان جو گھر کے رہے نہ گھاٹ کے ...... ظاہر ہے کہ انہیں کسی نہ کسی جگہ کھپانے کی کوشش تو کی جائے گی جس کا پی سی بی چیف نے وعدہ بھی کیا ہے لیکن درحقیقت سابق اسٹار کے ساتھ کچھ زیادہ اچھا سلوک نہیں ہوا جو سلیکشن کمیٹی چیف کے طور پر تنقید کا نشانہ بنتے رہے اور پھر کوچنگ کا فرض قبول کر بیٹھے۔ اگرچہ کہ انہیں مختصر سے عرصے میں انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ وائٹ واش سمیت کئی نمایاں کامیابیوں کا کریڈٹ بھی لینے کا موقع ملا اور یہ بات کھل کر کہی جانے لگی کہ جب وہ اپنا کام عمدگی سے کر رہے ہیں تو کسی کو ان کی جگہ لانے کی کیا ضرورت ہے مگر تمام تر حمایت کے باوجود پی سی بی نے یہ فرض ڈیو واٹمور کے حوالے کر دیا جن کی آمد سے پہلے یہ خبریں گردش میں تھیں کہ کھلاڑی اس فیصلے پر معترض ہیں۔

محسن خان کی کوچ کے طور پر اہلیت کے آگے ''قابلیت'' کی کوئی سند نہیں تھی اور وہ چونکہ ''کوالیفائیڈ کوچ'' نہیں تھے لہٰذا ان کی خدمات وقتی طور پر مستعار لی گئی تھیں۔ ان کے عہدہ سنبھالنے کے بعد جو نتائج سامنے آئے وہ ان کی قابلیت کے غماز تھے مگر شاید ان نتائج سے زیادہ اہمیت ان ڈگریوں کی تھی جو کہ انگلینڈ میں معمولی سے خرچے کے بعد گھر بیٹھے بھی حاصل ہو سکتی ہیں۔ شاید ٹیسٹ سیریز کے یادگار نتائج کے بعد محسن خان کو ان کی جگہ سے ہٹانا تو دور ''ٹچ کرنا'' بھی مشکل تھا مگر ون ڈے اور ٹی 20 سیریز میں انگلینڈ کے ہاتھوں دھلائی نے پی سی بی کی کوچ کمیٹی کا کام آسان کر دیا جو کئی ماہ سے مسلسل ''کوچ'' ''کوچ'' کھیل رہی تھی۔ محسن خان کو اپنی کامیابی اور ناکامی کے امتزاج کے ساتھ گھر کا رخ کرنا پڑا جو کہ محمد الیاس کو ''عبوری چیف سلیکٹر'' کے گھوڑے پر سوار کر کے خود بھی ''عبوری کوچنگ'' کا عرصہ گزار رہے تھے ان کی خوش قسمتی یہ تھی کہ گھر بیٹھے سابق کرکٹرز بھی ان کی حمایت کر رہے تھے جو کہ عام طور پر صرف تنقید کر کے اپنا وقت گزارتے ہیں اور کسی کی ٹانگ کھینچنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔ ایک طرف پی سی بی نے ڈیو واٹمور کو کوچ بنانے کا اصولی فیصلہ کر لیا تھا تو دوسری طرف سابق کھلاڑی محسن خان کو عہدے پر برقرار رکھنے کی حمایت کر رہے تھے۔

سابق اوپننگ بیٹسمین حنیف محمد کا کہنا تھا کہ محسن اور مصباح کا ونگ کامبی نیشن برقرار رکھا جائے کیونکہ غیر ملکی کوچ کے ساتھ سب سے بڑا مسئلہ زبان کا ہوتا ہے اور کھلاڑی اس کے ساتھ ہم آہنگ نہیں ہو پاتے۔ لعل ماسٹر نے کہا کہ محسن خان نے اپنے دور میں خود بھی کرکٹ کھیلی ہے لہٰذا بورڈ کو ان کے کام کی قدر کرنا چاہئے کیونکہ قومی ٹیم کی کامیابی کا کریڈٹ کپتان اور کھلاڑیوں کے ساتھ ہی کوچ کو بھی جاتا ہے۔ راشد لطیف کا بھی یہی کہنا تھا کہ مسلسل کامیابی کے بعد محسن خان کی جگہ کسی اور کو کوچ مقرر کرنا درست نہیں ہوگا۔ پی سی بی کے سابق چیف خالد محمود کا یہ موقف تھا کہ اگر وہ بورڈ کے سربراہ ہوتے تو کبھی بھی موجودہ حالات میں ڈیو واٹمور کو محسن خان پر ترجیح نہ دیتے کیونکہ بھاری معاوضے پر غیر ملکی کوچ کو لانا ایک غیر ضروری اقدام ہے جب ٹیم بہتر کارکردگی دکھا رہی ہے مگر مختصر فارمیٹ کی کرکٹ میں قومی ٹیم اچانک پھسل گئی اور محسن خان کی ساری محنت غارت ہو گئی جو کہ وہ ٹیم پر کر رہے تھے ظاہر ہے کہ ناکامی کی وجہ غیر معیاری بیٹنگ تھی جس پر سابق کھلاڑیوں نے کھل کر اظہار خیال کیا۔ مدثر نذر کا کہنا تھا کہ انگلینڈ کے خلاف شکست پر غیر معمولی ردعمل کا مظاہرہ ٹھیک نہیں کیونکہ اس ٹیم میں اہلیت تو ہے لیکن اسکواڈ میں موجود کھلاڑیوں کا درست کامبی نیشن تشکیل نہیں دیا جا سکا۔ ان کا کہنا تھا کہ سلیکشن کی اس خامی کے علاوہ صرف فٹنس کی شکست کا سبب بنی ہے۔ مدثر نذر کا یہ موقف بالکل درست ہے کہ فٹنس ایک مسئلہ ہے جس پر توجہ نہیں دی جا رہی۔ شاید اس کی وجہ یہ بھی ہو کہ انگلش ٹیم میں 6 کھلاڑی پچیس سال سے کم کے اور صرف دو کھلاڑی کیون پیٹرسن اور گریم سوان ہی 30 سال سے زائد عمر کے ہیں۔ اس کے برعکس پاکستانی ٹیم میں 6 کھلاڑی تو 30 پلس کے تھے جبکہ حماد اعظم' جنید خان اور عمر اکمل ہی 25 برس سے کم عمر ہیں۔ فٹنس کا مسئلہ تو ہوتا ہی ہے جو کہ عمر سے ہی مشروط ہوتی ہے اور 30 سال سے زائد کا کھلاڑی خواہ کتنا ہی تجربہ کار ہو مگر برصغیر کی کنڈیشنز میں اس کی چستی اور پھرتی متاثر ہوتی ہے۔

نوجوان بیٹسمین اسد شفیق نے محسن خان کی پیار بھری جھپکی کا ذکر کیا جس کے ساتھ یہ ہدایت بھی سامنے آئی کہ ''اس طرح وکٹ گنوانا اچھا نہیں ہوتا ہے۔'' شاہد آفریدی نے بھی محسن خان کی کوچنگ پر اعتماد کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ ''محسن خان کی موجودگی میں کسی اور کوچ کی ضرورت نہیں'' انہوں نے یہ بات بنگلہ دیش کے خلاف سیریز کے خاتمے پر کہی تھی کہ ''محسن خان اچھی کوچنگ کر رہے ہیں اور ان جیسے کوچ کی قومی ٹیم کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔'' انہوں نے بنگلہ دیش کے خلاف سیریز کے خاتمے پر کہا تھا کہ ''محسن خان اچھی کوچنگ کر رہے ہیں اور ان جیسے کوچ کی قومی ٹیم کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔'' اسی پر اکتفا نہ کریں کہ ٹیم کے کپتان مصباح الحق بھی اپنے کوچ کی تعریفیں کرتے نہیں تھک رہے تھے جن کا کہنا تھا کہ ''محسن خان اچھا کام کر رہے ہیں اور تمام کھلاڑی ان سے خوش ہیں مگر کوچ کے مستقبل کا فیصلہ آخر کار پی سی بی کو کرنا ہے۔''

ایک خبر تو یہ بھی تھی کہ واٹمور کی تقرری پر پی سی بی اور کھلاڑیوں میں ٹھن گئی ہے اور کپتان مصباح الحق سمیت دیگر کرکٹرز اس بات کے حق میں نہیں ہیں کہ محسن خان کی جگہ واٹمور کو ہیڈ کوچ کا عہدہ دے دیا جائے۔ کہا جاتا ہے کہ انگلینڈ کے خلاف مختصر فارمیٹ میں ناکامی کا سبب کھلاڑیوں اور کوچ کی ذہنی پریشانی تھی جبکہ کچھ اطلاعات ایسی بھی ہیں کہ ''ناکامی'' کا اسکرپٹ صرف اس لئے اس انداز سے تحریر کیا گیا کہ اس میں ڈیو واٹمور کو ''نجات دہندہ'' بنا کر لایا جائے اور اس وقت تنکی سامنا نہ کرنا پڑے جب محسن خان کی برطرفی عمل میں آ رہی ہو اور بالکل ایسا ہی ہوا ہے کہ ناکام کے بعد کوئی بھی محسن خان کے بارے میں بات نہیں کر رہا ہے جو شکست کی کمتار اکاڑی پر اپنے گھر پہنچ گئے ہیں۔

سری لنکا کو ورلڈ کپ 96ء میں کامیابی سے ہمکنار کرانے والے ڈیو واٹمور نے اس کے بعد کوئی بڑا کارنامہ انجام نہیں دیا ہے سوائے اس شہرت کے کہ وہ بہت زیادہ سختی سے کام لیتے ہیں۔ بنگلہ دیشی ٹیم کے لئے ذمہ داریاں ادا کرتے ہوئے وہ ذرا برابر بھی تبدیلی نہ لا سکے۔ انگلش کاؤنٹی کرکٹ اور انڈین پریمیئر لیگ میں بھی کوئی انقلابی کامیابی سامنے نہیں آ سکی مگر ہاں یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ وہ کوچنگ کا اچھا تجربہ رکھتے ہیں اور ان کی قابلیت پر بھی شک نہیں کیا جا سکتا مگر کیا یہ بات ان کے حق میں جاتی ہے کہ وہ کھلاڑیوں کی مخالفت کے سائے تلے یہ عہدہ دو سال کے لئے سنبھالیں اور اس ٹیم پر محنت کرنے کی کوشش کریں جو کہ انگلینڈ کے خلاف ون ڈے اور ٹی 20 سیریز سے پہلے فتح کی شاہراہ پر رواں دواں تھی۔ اگر انہوں نے بھی باصلاحیت کھلاڑیوں کے اس گروہ سے مثبت نتائج حاصل کر لئے تو کون سا کمال ہوگا کیونکہ یہ کام تو کہیں ''کم خرچ'' محسن خان بھی یہ خوبی کر رہے تھے اور اپنی قومی زبان میں جس کو نہ سمجھنا مشکل تھا اور نہ ہی سمجھانا مگر شاید 'گھر کی مرغی دال برابر'' والا محاورہ اسی جگہ کے لئے تخلیق کیا گیا تھا۔ قومی کھلاڑیوں کی واٹمور مخالفت کی وجہ یہی ہے کہ رابطے کا فقدان پیدا ہوگا اور وہ اس ''سختی'' کے عادی ہی نہیں ہیں جو کہ واٹمور کا طرہ امتیاز ہے۔ وہ نئے کوچ کی موجودگی میں اگر تھکاوٹ کے بہانے کنڈیشنگ کیمپ میں شرکت سے انکار کریں گے تو انہیں ٹیم کے ساتھ رہنے کے بجائے آرام کرنا پڑے گا۔

کسی بھی پیمانے پر پرکھا جائے تو محسن خان کے ساتھ کچھ زیادہ اچھا سلوک نہیں ہوا جو اس ملک کی روایتی ناقدری کی نذر ہو گئے۔ ناقص بیٹنگ کے ساتھ ٹی 20 چیمپئن ٹیم کے خلاف ناکامی کو ایسا بنا کر پیش کیا گیا گویا پاکستان کو بنگلہ دیش' زمبابوے یا کینیا'' کے ہاتھوں ہارنا پڑا۔ محسن خان تو چلے گئے مگر اب سارا بوجھ ہوگا واٹمور کے کاندھوں پر جنہوں نے کسی ''اندیشے'' کے تحت انگلینڈ کے خلاف سیریز تو پی سی بی سے ''مذاکرات'' میں ٹال دی مگر انہیں بہت جلد مضبوط حریفوں کا سامنا کرنے کے لئے مثبت حکمت عملی مرتب کرتے ہوئے ان پہلوؤں کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا جن کی طرف ایک خط میں سابق پاکستانی کوچ جیف لاسن نے اشارہ کیا ہے جو ان غیر ملکی کوچز میں سے ایک ہیں جنہوں نے پاکستانی کرکٹرز اور حکام کے ساتھ کافی وقت گزارا ہے۔ واٹمور اپنے شعبے کا ایک ایسا بہتا دریا ہے جس سے کوئی بھی کھلاڑی سیراب ہو سکتا ہے لیکن نتائج اصل حل ہیں جو حق میں نہ رہے تو یہ ''دریا'' بھی اسی ''سمندر'' میں اتر جائے گا جہاں ماضی کے کئی غیر ملکی کوچ تیرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مار رہے ہیں۔

MAB

یونس خان کی ون ڈے میچوں میں واجبی سی کارکردگی اور نچلے نمبروں پر منتقلی کا مطالبہ

جب بھی پاکستان کی ٹیم کوئی سیریز کھیل رہی ہو تو میرے موبائل پر آنے والے ایس ایم ایس کی تعداد بڑھ جاتی ہے اور بعض اوقات مجھے بڑے عجیب و غریب سوالوں کے جوابات دینا پڑتے ہیں۔ پاکستان بمقابلہ انگلینڈ ون ڈے سیریز کے شروع ہوتے ہی ٹیکسٹ میسجز کی تعداد میں اضافہ ہونے لگا۔ پاکستان کی کامیابیوں پر خاموش افراد کو گویا زبان مل گئی اور ٹیسٹ میں یادگار فتح جلد خاک میں مل گئی۔ غالباً تیسرا ون ڈے تھا جب مجھے ایک مستقل قاری ملتان شریف کا ایس ایم ایس موصول ہوا جس میں انہوں نے یہ انوکھا سوال کیا کہ ''منصور بھائی...... کیا یونس خان کو نمبر تین کے بجائے مزید نیچے نہیں کھیلنا چاہئے؟'' شاید یہ بات اس لئے کہی گئی کہ یونس کی جانب سے اچھی کارکردگی سامنے نہیں آرہی تھی۔

میں نے بڑے تحمل کے ساتھ جواب دیا ''ایسا کون سا بیٹسمین ہے جو اپنے کارناموں کے ساتھ اس نمبر پر کھیل سکتا ہے' کس کی کارکردگی ون ڈے میں اچھی ہے اگر یونس خان رنز نہیں کر رہا ہے۔'' اس کا کوئی جواب نہ آیا مگر میرا دل مطمئن نہ ہوا اور میں نے سوچا کہ دیکھوں تو سہی کہ ایسا کیا ہے جو دوسرے سمجھ رہے ہیں مگر میں اس پر توجہ دینے سے قاصر ہوں' میں اس بارے میں پہلے ہی کافی ''بدنام ہوں کچھ کھلاڑیوں کی بے جا حمایت اور کچھ کی جان بوجھ کر مخالفت کرتا ہوں مگر اس کے لئے میرے اپنے ''پیمانے'' اور اصول ہیں جن پر میں بعض کھلاڑیوں کو پرکھتا ہوں۔ گیارہ ماہ تک قومی ٹیم سے باہر رہنے کے بعد جب یونس خان کی واپسی ہوئی ہے تو وہ بڑے عجیب انداز سے اچانک فارم میں ہونے کے بعد یکا یک آؤٹ آف فارم ہو جاتا ہے اور کبھی تو ایسا لگتا ہے کہ اس کا دماغ کام ہی نہیں کر رہا کہ کس گیند کو کہاں اور کیسے کھیلنا ہے؟

مجھے یہ بات تسلیم کرنے میں کوئی عار نہیں کہ ٹیسٹ کرکٹ سے ہٹ کر یونس خان کی کارکردگی پر کافی حد تک اثر پڑا ہے بلکہ بڑی باریکی سے دیکھا جائے تو ٹیسٹ معیار پر بھی اس کے اسٹروکس میں ماضی جیسی صفائی اور مہارت نظر نہیں آرہی مگر سوال یہ ہے کہ اگر یونس خان کو نمبر تین سے ہٹا دیا جائے تو پھر اس کی جگہ کون کھیلے گا؟ یہ بڑی تلخ حقیقت ہے کہ ابتدائی تین پوزیشنوں پر ''قربانی'' کا بکرا بننے کو بہت کم کھلاڑی تیار ہوتے ہیں' محمد یوسف جیسا ''ماسٹر'' بیٹسمین بھی خود کو ٹاپ آرڈر سے بچاتے بچاتے کھیل سے رخصت ہو گیا' اس کے ہم عصر کئی کھلاڑی نچلی پوزیشنوں پر منہ چھپاتے ہوئے آخر کار خود کو فنا کر بیٹھے جبکہ کچھ آج تک اس جگہ کی تلاش میں ہیں جہاں وہ ''سیٹ'' ہو کر کھیل سکیں۔ ٹیسٹ میں ہی نہیں ون ڈے میں بھی تیسری پوزیشن پر سب سے نمایاں بیٹسمین سے بھلا یہ مطالبہ کس طرح کیا جا سکتا ہے کہ وہ بیٹنگ آرڈر میں نیچے چلا جائے۔ مان لیا کہ وہ ایسا کر لیتا ہے تو پھر نمبر تین پر کسے کھلایا جائے؟ عمر اکمل کو...... جس کا کوئی پتہ نہیں ہوتا کہ کب غلطی کرے اور اپنی وکٹ مخالف کو تھما دے۔ مصباح الحق کو...... جس کے بیٹنگ آرڈر میں اوپر آنے پر لوگ تلواریں سونت کر میدان میں نکل آتے ہیں اور ان کا بس نہیں چل رہا کہ وہ کپتان کے ٹکڑے ہی کر ڈالیں۔ اظہر علی کو...... جس کی پرسکون بیٹنگ اس بات کا موقع ہی نہیں دیتی کہ اسے مختصر فارمیٹ میں آزمایا جائے اور اس کی ٹیسٹ میں جگہ بھی خراب ہو۔ کسی بھی بیٹسمین کو اس مشکل اسپاٹ پر لانا ایک کٹھن اور سیٹ کرنا تقریباً ناممکن ہے مگر تمام تر مجبوریوں سے واقف افراد بھی ایسے سوال کرتے ہیں جن کو سن کر جان ہی تو جل جاتی ہے۔

ملین ڈالرز کا سوال تو یہ ہے کہ اگر یونس خان سے ون ڈے میں رنز نہیں ہو رہے تو وہ کون سا طوفانی بیٹسمین ہے جس نے رنز کے دریا بہا دیئے ہیں؟ ذرا انگلینڈ کے خلاف حالیہ ون ڈے سیریز پر ہی ایک نظر ڈال لیں کہ جہاں ایک طرف انگلش بیٹسمین الیسٹر کک اور کیون پیٹرسن سنچریاں بنا رہے تھے تو پاکستان صرف چار نصف سنچریاں تخلیق کر سکے جس میں اظہر علی 31.33 کی اوسط سے 94 رنز کے ساتھ سرفہرست رہا جبکہ سب سے زیادہ رنز 108 مصباح الحق نے 27.00 کی اوسط سے اسکور کیے۔ اگر یونس خان کو دو میچوں میں ناکامی کا سامنا رہا تو کون سی قیامت آگئی؟ گزشتہ برس 30 مئی سے 11 نومبر تک یونس خان نے چار ون ڈے میچوں میں آئرلینڈ کے خلاف 64' زمبابوے کے خلاف بلاوایو میں 76' ہرارے میں 81 اور سری لنکا کے خلاف دبئی میں *56 رنز بنائے۔ اس کامیابی کے بعد وہ دس میچوں میں 27.66 کی اوسط سے 249 رنز بنانے میں کامیاب رہا ہے جو اس کے معیار سے کمتر مگر انتہائی خراب کارکردگی ہرگز نہیں ہے۔

سری لنکا کے خلاف یو اے ای میں صفر' 42' 18 اور 34 رنز کے بعد بنگلہ دیش میں 2' 37 اور 26 رنز اسکور کرنے کے بعد اس نے افغانستان کے خلاف اس وقت ناقابل شکست *70 رنز بنائے جب ٹیم کو رنز کی اشد ضرورت تھی۔ اب اگر وہ انگلینڈ کے خلاف 5 اور 15 رنز ہی کر سکا تو اس کا یہ مطلب کیسے نکلتا ہے کہ اسے ٹیم سے نکال دیں یا اس کا بیٹنگ آرڈر تبدیل کر دیں۔ اگر موجودہ بیٹنگ لائن کا جائزہ لیں تو ہر بیٹسمین ون ڈے میں جدوجہد کر رہا ہے اور ٹی 20 میں ایڈجسٹ نہیں ہو رہا۔ کس کس کا نمبر نیچے کریں اور اوپر کے تین' چار نمبروں پر کس کو کھلائیں؟ یونس خان واحد کھلاڑی نہیں جسے محدود اوورز کی کرکٹ میں مشکلات کا سامنا ہے اور اس کی وجہ غالباً ٹیسٹ کرکٹ پر حد سے زیادہ توجہ ہے جہاں اس کا ریکارڈ لاجواب اور اطمینان بخش ہے۔ یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ اس کی بیٹنگ پر انگلی اٹھائی جا رہی ہے بلکہ کیریئر کی ابتدا سے آج تک یہ مسئلہ بارہا سر اٹھاتا رہا ہے اور کچھ نام نہاد ''ماہرین'' یہ تجویز بھی دیتے ہیں کہ اسے ٹی 20 کی طرح ون ڈے کرکٹ سے بھی ریٹائرمنٹ کا اعلان کر دینا چاہئے حالانکہ ایسا کیا گیا تو شاید موجودہ ٹیم میں رہی سہی توانائی بھی باقی نہیں رہے گی۔

237 ون ڈے میچوں میں یونس خان نے 32.91 کی اوسط اور 75.58 کے اسٹرائیک ریٹ سے 6747 رنز اسکور کر رکھے ہیں جس میں 6 سنچریاں اور 46 نصف سنچریاں شامل ہیں اگرچہ کہ وہ بڑے اسٹروکس نہیں کھیلتا مگر 540 چوکے اور 52 چھکے اس بات کے گواہ ہیں کہ وقت پڑنے پر اسے اپنے شاٹس کھیلنے سے کوئی نہیں روک سکتا مگر لگتا ہے کہ اسے حالیہ عرصے میں اعتماد کے فقدان کا سامنا رہا ہے اور وہ اپنی اننگز کو بناتے ہوئے صرف شاٹس کھیلنے کی کوشش میں وکٹ گنوا دیتا ہے یا اس طرح رن ریٹ نے کر نہیں چل پاتا جس کا وقت یا حالات تقاضا کر رہے ہوتے ہیں۔ ہر کھلاڑی پر اچھا یا برا وقت آتا ہے اور وہ کسی بھی لمحے اپنی اصل حالات میں واپس آجاتا ہے اور یونس خان سے بھی یہی امید ہے کہ ایک بڑی اننگ اسے محدود اوورز میں بھی اچھے کھیل کی طرف واپس لے آئے گی جو کہ اس کے کیریئر کے لئے سہارا بھی ہوگی۔ ظاہر ہے کہ اس سطح پر مسلسل ناکامی یا واجبی سی کارکردگی کسی طرح بھی قابل قبول نہیں کہی جا سکتی اور پاکستان کے کامیاب ترین ون ڈاؤن بیٹسمین کو اپنے مقام کی لاج رکھنا ہی ہوگی۔ ٹیسٹ کرکٹ کا کامیاب بیٹسمین آخری ون ڈے میں جدوجہد میں کیوں مبتلا ہے اس کا جواب بیٹنگ کے مشیر اور کوچ کے پاس ہونا چاہئے نہ کہ عوامی خواہش پر اسے نچلے نمبروں پر منتقل کر دیا جائے۔ یا وہ خود اس طرز کی کرکٹ سے ہی دور ہو جائے۔

MAB

ایشیا کپ: بنگلہ دیش کے نئے دور کا آغاز؟

بابائے کرکٹ انگلستان کے مقبوضہ علاقوں میں جیسے جیسے یہ کھیل مقبولیت پاتا گیا، وہاں سے بھی عظیم ٹیمیں ابھرنے لگیں۔ ابتدائی طور پر تو آسٹریلیا اور انگلستان ہی کرکٹ کھیلتے تھے لیکن پھر ایک ایک کر کے جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، بھارت اور نیوزی لینڈ ان صفوں میں شامل ہوتے گئے اور بعد ازاں پاکستان، سری لنکا اور زمبابوے نے بین الاقوامی کرکٹ کھیلنے والے ممالک میں اپنا مقام حاصل کیا۔ یہاں تک کہ 1999 میں بنگلہ دیش نے عالمی کپ کے دوران پاکستان کے خلاف یادگار فتح حاصل کی تو کرکٹ حلقوں کی جانب سے یہ مطالبہ زور پکڑتا چلا گیا کہ بنگلہ دیش کو ٹیسٹ رکنیت فراہم کی جائے جو کافی عرصے سے محض 9 ممالک تک محدود تھی اور بالآخر 2000 میں بنگلہ دیش کو ٹیسٹ کھیلنے کی اجازت مل گئی اور وہ آئی سی سی کا دسواں مستقل رکن بن گیا۔

گوکہ بنگلہ دیش نے اپنے بین الاقوامی سفر کا آغاز 1986 کے ایشیا کپ میں پاکستان کے خلاف پہلے ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے سے کیا تھا اور اس کے بعد ملک کے شہری علاقوں میں کرکٹ مشہور ہوتی چلی گئی اور اس نے ملک کے مشہور ترین کھیل فٹ بال کو بھی پیچھے چھوڑ دیا۔ لیکن یہ 1999 میں پہلی بار عالمی کپ میں جگہ پانے کے بعد پاکستان کے خلاف تاریخی فتح تھی جو ایک سنگ میل ثابت ہوئی اور ایک ہی سال میں بنگلہ دیش ٹیسٹ کھیلنے والے ممالک میں شامل ہو گیا۔ لیکن بدقسمتی سیاس کے بعد ٹیم وابستہ توقعات پر پورا نہ اتر سکی۔ اپنے پیشرو ممالک سری لنکا اور زمبابوے نے کہیں کم عرصے میں بہت زیادہ ترقی کی۔ اس وقت صورتحال یہ ہے کہ بین الاقوامی کرکٹ کونسل اپنے کثیر وسائل بنگلہ دیش پر صرف کر رہی ہے، جو ان وسائل سے کہیں زیادہ ہیں جو اس نے ماضی میں سری لنکا اور زمبابوے پر لگائے تھے۔ سری لنکا نے جلد ہی عالمی سطح پر اپنا لوہا منوالیا لیکن زمبابوے کی کرکٹ 1999 کے بعد سیاسی و حکومت زوال پذیر ہوتی چلی گئی اور اب ایک مرتبہ پھر کرکٹ بے بی بن چکی ہے۔ لیکن پے در پے شکستوں نے بنگلہ دیش ٹیم کے مورال کو بہت پست کر دیا ہے اور ساتھ ساتھ کرکٹ گروں کے ماتھے پر بھی شکنیں نمودار ہونے لگی ہیں اور چند حلقوں کی طرف سے تو مکمل رکنیت واپس لینے کے مطالبے بھی سامنے آئے ہیں۔ 12 سالہ تاریخ میں کھیلے گئے 73 ٹیسٹ میں سے بنگلہ دیش صرف تین میں ہی فتوحات حاصل کر پایا ہے جبکہ ڈرا مقابلوں کی تعداد بھی محض 7 ہے یعنی کہ اسے 63 ٹیسٹ مقابلوں میں شکست کا منہ دیکھنا پڑا ہے۔ ان تین فتوحات میں سے بھی ایک زمبابوے اور دو داخلی تنازعات کے شکار ویسٹ انڈیز کے خلاف تھیں۔ شکست خوردہ مقابلوں کی تقریباً نصف تعداد ایسی ہے جن میں بنگلہ دیش کو اننگز سے ہارنا پڑا۔ گوکہ ایک روزہ میں صورتحال کچھ بہتر نظر آتی ہے لیکن اس میں بھی ٹیم کی کارکردگی میں تسلسل کی شدید کمی دکھائی دیتی ہے۔

محدود طرز کی کرکٹ میں بنگلہ دیش کا کمزور ترین پہلو بیرون ملک کارکردگی دکھانے میں ناکامی ہے۔ 2001 میں اپنے پہلے دورہ زمبابوے میں اسے نہ صرف دونوں ٹیسٹ بلکہ تینوں ایک روزہ مقابلوں میں بھی بدترین شکست ہوئی۔ پھر ایشین ٹیسٹ چیمپئن شپ میں بھی دونوں مقابلے اننگز کے مارجن سے ہارا لیکن اس کے بعد ہوم گراؤنڈ پر زمبابوے جیسے کمزور حریف کے ہاتھوں ٹیسٹ اور ایک روزہ دونوں سیریز میں شکست خطرے کی گھنٹی تھی۔ بہرحال یہ سلسلہ چلتا رہا اور ایک روزہ کرکٹ میں اکا دکا اچھی کارکردگی کے علاوہ بنگلہ دیش کسی کو بھی متاثر کرنے میں ناکام رہا۔ کارکردگی کے عدم تسلسل کی واضح مثال عالمی کپ 2011 ہے۔ ٹیم نے ایک جانب آئرلینڈ اور نیدرلینڈز کے علاوہ انگلستان کے خلاف تاریخی فتح حاصل کی تو دوسری جانب ویسٹ انڈیز اور جنوبی افریقہ کے خلاف بدترین شکست سے دوچار ہوا۔ ویسٹ انڈیز کے خلاف مقابلے میں بنگال کے بلے باز صرف 58 رنز پر ڈھیر ہو گئے جو اس کا تاریخ کا کمترین مجموعہ ہے۔ تسلسل میں یہی کمی ہے جو چند ایک مقابلوں میں فتوحات کے بعد شائقین کرکٹ کو ملنے والے حوصلوں کو مزید پست کر دیتی ہے لیکن ۔۔۔ ایشیا کپ 2012ء ایک ایسے ٹورنامنٹ کی صورت میں سامنے آیا جس میں بنگلہ دیش مکمل طور پر مختلف روپ میں نظر آیا ہے۔ اس نے افتتاحی میچ میں پاکستان کے خلاف سخت ترین مزاحمت کی اور اگر پاکستان عمر گل اور سعید اجمل جیسے عالمی معیار کے گیند بازوں کا حامل نہ ہوتا تو بنگلہ دیش وہ مقابلہ باآسانی جیت جاتا۔ اس کے بعد بنگلہ دیش نے عالمی چیمپئن بھارت کے خلاف تاریخی فتح سمیٹی اور پھر سری لنکا کو بھی ہرا کر فائنل تک رسائی حاصل کی جہاں سنسنی خیز معرکہ آرائی کے بعد وہ صرف دو رنز سے شکست کھا کر ایشین چیمپئن بننے سے محروم ہو گیا۔ اس مسلسل اچھی کارکردگی کے بعد توقع کی جا سکتی ہے کہ ایشیا کپ بنگلہ دیش کے لیے ایک نئے دور کا آغاز ہوگا۔ اس کے بلے بازوں، گیند بازوں حتیٰ کہ فیلڈرز نے بھی انتہائی عمدہ کارکردگی پیش کی اور شائقین و ماہرین کرکٹ کو مایوس نہیں کیا۔ پھر بنگلہ دیش میں شائقین کرکٹ کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے۔ جس کا اظہار حالیہ ایشیا کپ ہی سے ہو گیا ہوگا کہ جس میں صرف بنگلہ دیش کے نہیں بلکہ دیگر ٹیموں کے مقابلے میں بھی شائقین کی بڑی تعداد میدان میں موجود رہی۔ اس لیے اگر بنگلہ دیش فتوحات کی راہ پر گامزن نہیں ہوتا تو اس سے ملک میں کرکٹ کے بڑھتے ہوئے جذبے کو سخت ٹھیس پہنچنے کا امکان ہے۔ دیسے کیا ایسا لگتا ہے کہ یہ بنگلہ دیش کے عروج کی جانب سفر کا آغاز ہے؟ بالکل یہ ممکن ہے کہ منزل کا پہلا پڑاؤ ہو لیکن اس کے لیے بنگلہ دیش کو کچھ بنیادیں فراہم کرنا ہوں گی۔ ایک تو اپنے مقامی کرکٹ کے ڈھانچے کو مضبوط تر بنانا ہوگا اور خصوصاً فرسٹ کلاس کرکٹ کو مستحکم کرنا ہوگا تاکہ اصل کرکٹ یعنی ٹیسٹ میں بنگلہ دیش کو بنیاد ملے۔ اس کے علاوہ ایک اچھی کوشش حالیہ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ ہے جس کے نتیجے میں مقامی کھلاڑیوں کو کئی معروف و مضبوط کرکٹرز کے ساتھ کھیلنے کا موقع مل رہا ہے اور یہ ان کے اعتماد میں زبردست اضافے کا باعث ہے۔ کئی ماہرین تو اس وقت بھی کہہ رہے ہیں کہ بنگلہ دیش کی ٹیم میں یکدم بہتری آنے کا ایک سبب بی پی ایل ہے جس نے کھلاڑیوں کے اعتماد میں گوناگوں اضافہ کیا ہے۔ دوسری جانب گزشتہ چند سالوں میں پاکستانی کرکٹ کافی نشیب و فراز سے گزری ہے، جن میں سب سے زیادہ افسوسناک واقعہ 2009 کے اوائل میں سری لنکن ٹیم پر لاہور میں ہونے والا حملہ تھا جبکہ اس سے بھی شدید اور پاکستانی کرکٹ کی بنیادیں ہلا دینے والا حملہ 2010 میں انگلستان میں اسپاٹ فکسنگ اسکینڈل کی صورت میں کیا گیا۔ ان دونوں حملوں سے پاکستان کرکٹ مزید پستی کی جانب چلی گئی، ملک کے میدان اس عظیم کھیل کی میزبانی سے محروم ہو گئے اور اور ٹیم کے تین باصلاحیت کھلاڑیوں پر بھی طویل پابندیاں لگ گئیں۔ گوکہ روٹھی ہوئی کرکٹ کو واپس لانا حکومت کا کام تھا اور اب بھی وہ اس کے لیے کوششیں کر رہی ہے لیکن تین اہم کھلاڑیوں پر پابندیاں عائد ہونے کے بعد ملک کو فتوحات دلانا باقی کھلاڑیوں کا کام تھا جنہوں نے بہت ہی احسن طریقے سے اس فریضے کو انجام دیا، جس کا اظہار ہم نے سال 2011 میں پاکستان کی شاندار کارکردگی کی صورت میں دیکھا ہے۔ اس نازک دور میں پاکستان کی عالمی کپ 2011 کے سیمی فائنل تک رسائی، عالمی نمبر ایک انگلستان کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں کلین سویپ اور اب اب ایشیا کپ جیتنا بہت بڑی کامیابیاں ہیں اور یہ تمام فتوحات بیرون ملک حاصل کی گئیں جو کہ ایک شاندار ریکارڈ ہے۔

بہرحال، کرکٹ کی تاریخ گواہ ہے کہ یہ کھیل ہمیشہ امن کا سفیر رہا ہے اور متحارب ممالک کے درمیان بھی تناؤ کم کرتا ہے جس کی واضح مثال پاک۔ بھارت کرکٹ ڈپلومیسی ہے جو بڑے نازک مواقع پر دونوں ممالک کے درمیان تعلقات کو معمول پر لائی۔ لیکن جب جنگ چھڑ جاتی ہے تو یہ کھیل امن کی سفارت سے استعفیٰ دے دیتا ہے جیسا کہ جنگ عظیم اول اور جنگ عظیم دوئم، جب کل 12 سال کرکٹ دنیا سے دور ہی رہی۔ اب اگر پاکستان میں دیکھیں تو تقریباً کچھ ایسی ہی صورتحال ہے کہ امن کا سفیر) کرکٹ (ہمارے درمیان نہیں لیکن پھر بھی پاکستان کے کھلاڑی اپنی صلاحیتوں سے پاکستان کے باہر بھی کافی کامیابیاں سمیٹ رہے ہیں۔ لیکن ان کامیابیوں کو تسلسل درکار ہے اور اس کے لیے پاکستان کرکٹ بورڈ کو غور کرنا ہوگا کہ دنیائے کرکٹ پر راج کرنے کے لیے کون سی خصوصیات ہیں جو ٹیم میں ہونی چاہئیں۔ ماضی میں ویسٹ انڈیز اور آسٹریلیا نے بہت بڑے عرصے تک دنیائے کرکٹ پر بلاشرکت غیرے حکمرانی کی ہے اور ان کی مثال کو سامنے رکھ کر دیکھا جائے تو مسلسل فتوحات ان ٹیموں میں مندرجہ ذیل خوبیاں پیدا کریں گی: کھلاڑیوں کا کیریئر طویل ہوگا...... انجریز کم سے کم دیکھنے کو ملیں گی...... کھلاڑی ہمیشہ صرف ملک کے لیے کھیلیں گے...... ان کا بورڈ کھلاڑیوں کو ہمیشہ کارکردگی کی بنیاد پر منتخب کرے گا...... سلیکٹرز سینئرز کے ساتھ ساتھ نوجوان کھلاڑیوں کو بھی گروم کرتے ہیں۔

اب اگر پاکستان کرکٹ بورڈ اور کھلاڑی انہی مثالوں کو سامنے رکھ کر ایک طویل المیعاد حکمت عملی مرتب کرے تو میں بورڈ کو ضمانت دیتا ہوں کہ پاکستان 2015 کا عالمی کپ بھی جیتے گا اور 2017 میں ٹیسٹ چیمپئن بھی بنے گا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کو چاہیے کہ وہ 2015 عالمی کپ کے لیے ابھی سے کم از کم 13 کھلاڑی ایسے چنے جو 2015 تک زیادہ سے زیادہ کھیلیں تاکہ ان کے پاس کافی تجربہ آ جائے۔ مسلسل کھیلنے سے کیریئر بھی کم نہیں ہوتا اور نہ ہی کھلاڑی دباؤ کا شکار ہوتے ہیں۔ لیکن اگر پاکستان کرکٹ بورڈ اور کھلاڑی ایشیا کپ کے حصول پر ہی قناعت کر لیتے ہیں اور اس بات کو دماغ پہ سوار کر لیتے ہیں کہ ہم ایشین ٹائیگرز بن گئے ہیں تو یہ بہت بڑی بے وقوفی ہوگی اور اس فتح سے کوئی ثمرات حاصل نہیں ہوں گے۔ پاکستان کرکٹ کرتا دھرتا بھی شائقین کی طرح اس امر سے بخوبی واقف ہوں گے کہ پاکستان نے کتنی مشکل سے ایشیا کپ کے مقابلے جیتے ہیں خصوصاً بھارت کے خلاف معرکے میں 330 رنز کے بھاری مجموعے کا دفاع کرنے میں ناکامی بڑی ٹیموں کے خلاف پاکستان کی صلاحیتوں کو آشکار کر چکی ہے۔

> ایشیا کپ 2012 ایک ایسے ٹورنامنٹ کی صورت میں سامنے آیا جس میں بنگلہ دیش مکمل طور پر مختلف روپ میں نظر آیا ہے

ون ڈے سیریز...... نیوزی لینڈ کے خلاف جنوبی افریقہ کا کلین سوئپ

اہم ترین گیند باز اور تین زخمی بلے بازوں کو آرام کا موقع دینے کے باوجود جنوبی افریقہ نے نیوزی لینڈ کو مسلسل تیسرے ایک روزہ مقابلے میں 5 وکٹوں کی بھاری شکست دے کر سیریز میں کلین سوئپ مکمل کرلیا۔ اس مرتبہ بھی بلے بازی میں اپنے جوہر دکھائے ہاشم آملہ نے جبکہ گیند بازی میں جادو دکھایا مرچنٹ دے لانگے نے، جو بلیک کیپس کے مڈل آرڈر پر قہر بن کر ٹوٹ پڑے اور نیوزی لینڈ کو صرف 206 رنز پر ڈھیر کر ڈالا۔ ہاشم کی ایک اور نصف سنچری نے جنوبی افریقہ کا کام آسان کیا اور اس نے 44 ویں اوور میں ہدف کو حاصل کر کے ایک یادگار فتح سمیٹی۔ گریم اسمتھ کے بعد جنوبی افریقہ کے زخمی بلے بازوں کی فہرست میں مزید دو بلے بازوں کا اضافہ ہوا یعنی ژاک کیلس اور جسٹن اونٹونگ کا۔ یہی وجہ ہے کہ جنوبی افریقہ نے اپنے آل راؤنڈر وین پارنیل کو ہاشم آملہ کے ساتھ میدان میں اتارا یعنی دو مسلمانوں کو نیوزی لینڈ کو حلال کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی: (اور انہوں نے اس کو بھرپور انداز سے نبھایا اور 80 رنز کی زبردست افتتاحی شراکت داری قائم کی اور اہم بلے بازوں سے محروم بیٹنگ لائن اپ کے لیے کام کو مزید آسان کر دیا۔ وین پارنیل 16 ویں اوور میں 27 رنز بنانے کے بعد پویلین سدھارے۔

دوسرے اینڈ سے ہاشم آملہ نے درجہ اول کی اننگز کھیلی۔ گو کہ انہیں اس میں ایک زندگی بھی ملی جب 30 کے انفرادی اسکور پر ناتھن میک کولم نے ان کا ایک کیچ چھوڑا اور بالآخر جب وہ 76 رنز بنا کر میدان سے واپس لوٹے تو نیوزی لینڈ کو بس آخری دھکے کی ضرورت رہ گئی تھی۔ اِلبے مورکل نے برق رفتار 41 رنز میں تین چھکے رسید کیے لیکن جب ہدف محض 20 رنز کے فاصلے پر رہ گیا تو فرانکو دو پلیسے اور ژاں پال ڈومنی یکے بعد دیگرے آؤٹ ہو گئے لیکن یہاں سے میچ کو پلٹنا نیوزی لینڈ کے بس کی بات نہ تھی اور کپتان ابراہم ڈی ولیئرز نے باقی کا کام تمام کر ڈالا۔ قبل ازیں ڈی ولیئرز نے ٹاس جیت کر نیوزی لینڈ کو بلے بازی کی دعوت دی اور جنوبی افریقہ کے تیز گیند بازوں نے ابر آلود موسم اور پچ کا بھرپور فائدہ اٹھایا اور سونے پہ سہاگہ جنوبی افریقہ کی شہرۂ آفاق فیلڈنگ، اس پر نیوزی لینڈ کی دال کہاں گلنے والی تھی۔ پھر جنوبی افریقہ نے اپنا ترپ کا پتہ پھینکا یعنی مرچنٹ کو میدان میں لانے کا فیصلہ جنہوں نے 144 کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار کے ایک باؤنسر پر راب نکول کو دھول بھی چٹائی اور بعد ازاں خطرناک موڈ میں آتے ہوئے میک کولم کو پوائنٹ پر کیچ آؤٹ کرایا۔ کین ولیم سن اور جیمز فرینکلن نے گرتی ہوئی دیوار کو بچانے کی کوشش کی لیکن جیسے ہی ان کی شراکت داری ثمر آور نظر آنے لگی ولیم سن جنوبی افریقہ کی شاندار فیلڈنگ کا نشانہ بنتے ہوئے رن آؤٹ ہو گئے اور ایک مرتبہ پھر یہ عظیم الشان مظاہرہ جونٹی رہوڈز کے جانشین فرانکو دو پلیسے نے انجام دیا جنہوں نے اس سے مارٹن گپٹل کا ایک بہت ہی شاندار کیچ بھی تھاما تھا۔ بارش کی وجہ سے 40 منٹ کی تاخیر بھی نیوزی لینڈ کو سنبھلنے کا موقع نہ دے سکی اور پہلا میچ کھیلنے والے کولن ڈی گرینڈ ہوم کی روانگی کے وقت 39 ویں اوور میں نیوزی لینڈ کا اسکور محض 160 رنز تھا اور اس کی پانچ وکٹیں گر چکی تھیں۔ مائیکل ہسی کے 13 رنز نیوزی لینڈ کو 200 رنز کے مجموعے تک گھسیٹنے میں کامیاب ہوئے اور پوری ٹیم 206 رنز پر ڈھیر ہوئی۔ مرچنٹ دے لانگے کو میچ کا بہترین کھلاڑی قرار دیا گیا۔

بین الاقوامی کرکٹ میں عموماً دکھائی دیتا ہے کہ قیادت کی ذمہ داری کاندھوں پر آتے ہی بلے باز یا گیند باز کی کارکردگی پر اثر انداز ہوتی ہے لیکن جنوبی افریقہ کے ابراہم ڈی ولیئرز پر ایسا کوئی اثر ہوتا دکھائی نہیں دے رہا جنہوں نے نیوزی لینڈ کے خلاف پہلے ایک روزہ بین الاقوامی مقابلے میں ناقابل شکست سنچری جڑ کر اپنی ٹیم کو 6 وکٹوں کی آسان فتح دلا دی۔ ابتدائی دس اوورز میں تین وکٹیں کھو بیٹھنے کے بعد جنوبی افریقہ کو 254 رنز کے ہدف کے تعاقب میں ایک لمحے کے لیے پریشانی کا ضرور سامنا ہوا لیکن ڈی ولیئرز کو ژاں پال ڈومنی کی صورت میں ایک اچھا ساتھی ملا جنہوں نے چوتھی وکٹ پر 90 رنز کی شراکت داری کے ساتھ ٹیم کو دوبارہ فتح کے راستے پر ڈالا لیکن یہ دراصل ڈی ولیئرز اور فرانکو دو پلیسے کی 129 رنز کی ناقابل شکست پارٹنر شپ تھی جس نے جنوبی افریقہ کو 5 اوورز قبل ہی فتح سے ہمکنار کر دیا۔ دو پلیسے نے 49 گیندوں پر 66 رنز کی برق رفتار اننگز کھیلی اور ایسے لمحے میں نیوزی لینڈ کو میچ پر حاوی نہ ہونے دیا جب صورتحال ففٹی ففٹی تھی۔ ابتدا ڈی ولیئرز اور ڈومنی نے صورتحال کے پیش نظر ٹھنڈے مزاج کے مطابق کھیلا اور بلاوجہ خطرے مول نہ لیے اور اننگز کو بہتر مقام تک پہنچایا لیکن صورتحال نے اس وقت پلٹا کھایا جب دو پلیسے نے کریز سنبھالی۔ انہوں نے دیگر بلے بازوں کے برعکس تیز رفتاری سے کھیلا اور یہی وجہ ہے کہ اننگز اختتامی اوورز تک نہ پہنچ سکی اور مقابلہ تقریباً 6 اوورز قبل ہی اختتام کو پہنچا۔ دو پلیسے نے 40 ویں اوور میں راب نکول کو مسلسل دو گیندوں پر دو چھکے رسید کر کے آخری پاور پلے کو ثمر آور بنا دیا۔ نکول کے 5 اوورز میں پروٹیز بلے بازوں نے 43 رنز سمیٹے۔ جبکہ 44 ویں اوور میں دو پلیسے نے مسلسل تین گیندوں پر ڈوگ بریسویل کو ایک چھکا اور دو چوکے کیا اور اگلے اوور میں ٹم ساتھی کو دو چوکے رسید کر کے معاملہ کو جلد ہی نمٹا دیا۔ ٹی ٹوئنٹی سیریز میں سنسنی خیز معرکہ آرائی کے بعد کامیابی سمیٹنے والا جنوبی افریقہ بلند حوصلوں کے ساتھ ویلنگٹن کے تاریخی ویسٹ پیک اسٹیڈیم میں اترا جہاں اس کا سامنا مسلسل فتوحات سمیٹنے والی میزبان ٹیم نیوزی لینڈ سے تھا، جس نے ٹاس جیت کر پہلے بیٹنگ کرنے کا فیصلہ کیا لیکن ابتدائی لمحات میں جنوبی افریقہ کے تیز گیند بازوں کو ملنے والی مدد کے باعث وہ نہ تیز رفتاری سے آغاز کر سکا اور نہ ہی وکٹیں بچا سکا۔ 16 ویں اوور میں جب راب نکول کی صورت میں نیوزی لینڈ کی دوسری وکٹ گری تو اسکور بورڈ پر محض 58 رنز موجود تھے۔ اس موقع پر برینڈن میک کولم اور کین ولیم سن نے اننگز کو درست طریق پر ڈالا اور اسکور میں 79 رنز کا اضافہ کیا۔ اس شراکت داری کے دوران دونوں کھلاڑیوں نے نصف سنچریاں اسکور کیں۔ میک کولم آؤٹ ہونے والے پہلے کھلاڑی تھے جو 67 گیندوں پر 2 چھکوں اور اتنے ہی چوکوں کی مدد سے 56 رنز بنا کر جیک کیلس کی پہلی وکٹ بنے۔ آخری ٹی ٹوئنٹی میں شکست کا سبب قرار دیے جانے کے باعث دباؤ کا شکار ہونے والے جیسی رائیڈر زیادہ دیر کریز پر نہ رہ سکے اور کیلس کے اگلے اوور میں ایک شارٹ گیند کو کھیلنے کی پاداش میں گریم اسمتھ کو کیچ تھما بیٹھے۔ وہ محض 6 رنز بنا سکے۔ اس کے بعد وقفے وقفے سے وکٹیں گرتی رہیں لیکن رنز بنانے کا سلسلہ برقرار رہا۔ کین ولیم سن 69 گیندوں پر 55 رنز بنا کر آؤٹ ہوئے تو ایک اچھے مجموعے تک پہنچنے کا تمام تر انحصار لوئر آرڈر پر آ گیا جس نے اسکور میں آخری 9 اوورز میں 59 رنز کا اضافہ کیا۔ جیمز فرینکلن نے 32، اینڈریو ایلس نے 20 اور ناتھن میک کولم نے 15 رنز بنائے۔

ہاشم آملہ کی بلے بازی اور مورنے مورکل کی گیند بازی میزبان نیوزی لینڈ کے لیے کافی ثابت ہوئی جو مسلسل دوسرے ایک روزہ میچ میں شکست کے ساتھ سیریز اپنے ہاتھوں سے گنوا بیٹھا اور اب اسے کلین سوئپ کے لالے پڑے ہو سکیں۔ نیوزی لینڈ کے 230 رنز کے جواب میں جنوبی افریقہ نے ہاشم آملہ کی 92 رنز کی اننگز پر سوار ہو کر محض 39 اوورز میں اپنا سفر مکمل کرلیا۔ اگر کہا جائے کہ نیوزی لینڈ نے اپنے ہاتھوں سے مقابلہ گنوایا اور جنوبی افریقہ کو طشتری میں رکھ کر پیش کیا تو بے جا نہ ہوگا کیونکہ 33 ویں اوور تک 163 پر اس کے صرف دو کھلاڑی آؤٹ تھے لیکن بلے بازوں کی احمقانہ جارح مزاجی اور جنوبی افریقہ کی مخصوص پھرتیلی فیلڈنگ نے اس کی اننگز کو بریک لگا دیے۔ نیوزی لینڈ نے اپنی تین وکٹیں اس وقت گنوائیں جب پاور پلے تھا اور بیشتر فیلڈرز دائرے کے اندر تھے۔ کین ولیم سن کی وکٹ گرنے سے اس زوال کا آغاز کیا۔ انہوں نے پاور پلے کے دوران بار لوتوا بو سوتسوبے کے اوپر سے گیند کو باؤنڈری کی راہ دکھانا چاہی لیکن گیند کی رفتار سے دھوکا کھا گئے اور ہوا میں اچھال بیٹھے۔ بظاہر تو گیند 'محفوظ علاقے' میں گرنے کا ہی امکان نظر آتا تھا لیکن ژاک کیلس کی الٹی دوڑ اور جست نے ان کی اننگز کا خاتمہ کر دیا۔ پھر برینڈن میک کولم کی باری آئی، جو ایک اور نصف سنچری بنانے میں کامیاب ہوا، اور عین باؤنڈری لائن پر فیلڈر کو کیچ تھما بیٹھے۔ جیسی رائیڈر ایک مرتبہ پھر ناکام رہے اور ڈیل اسٹین کی گیند پر وکٹ گنوا بیٹھے۔ سوتسوبے اور اسٹین کی جانب سے دراڑ ڈالنے کے بعد مورنے مورکل کو نیوزی لینڈ کے نچلے آرڈر پر چھوڑ دیا گیا جنہوں نے تباہ کن گیند بازی کے ذریعے بقیہ تمام بلے بازوں کا صفایا کر دیا۔ صرف ٹم ساتھی 28 رنز کے ساتھ کچھ مزاحمت کر پائے لیکن اس کے باوجود پوری ٹیم 48 ویں اوور میں 230 کے ناکافی مجموعے پر ڈھیر ہو گئی۔ مورکل نے محض 38 رنز دے کر نیوزی لینڈ کی آخری پانچوں وکٹیں اپنے نام کیں اور ایک روزہ کیریئر میں پہلی بار 5 وکٹیں حاصل کرنے کا کارنامہ انجام دیا۔ یوں نیوزی لینڈ کی آخری 8 وکٹیں اسکور میں محض 67 رنز کا اضافہ کر پائیں جبکہ مارٹن گپٹل اور برینڈن میک کولم کی 107 رنز کی شراکت داری سے لگتا تھا کہ نیوزی لینڈ با آسانی 300 کی نفسیاتی حد عبور کرے گا۔ میک کولم نے 85 اور گپٹل نے 58 رنز بنائے اور پورے میچ میں نیوزی لینڈ کے لیے واحد مثبت عنصر رہے۔

فیلڈنگ اور باؤلنگ میں شاندار کارکردگی کے بعد اب جنوبی افریقہ کے بلے بازوں کی باری تھی جنہوں نے ابتدا ہی سے فتح کی جانب پیش قدمی جاری رکھی۔ ہاشم آملہ نے نیوزی لینڈ کے گیند بازوں کو آغاز ہی میں 6 چوکوں کی سلامی پیش کی۔ گو کہ زخمی گریم اسمتھ کی جگہ اوپن کرنے والے ژاک کیلس شروع ہی میں پویلین سدھار گئے لیکن ہاشم کا سفر بغیر کسی مشکل کے جاری رہا، جن کی کراری باؤنڈریز نے رن اوسط کو ہمہ وقت 6 رنز سے اوپر رکھا اور محض 20 اوورز میں جنوبی افریقہ نیوزی لینڈ کے نصف اسکور کو حاصل کر چکا تھا۔ نیوزی لینڈ کی جانب سے تارون ویٹوری نے عمدہ گیند بازی کی۔ وہ واحد گیند باز تھے جن کے سامنے ہاشم آملہ کو پریشانی کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کی گیند پر دو مرتبہ فیلڈرز نے مواقع ضائع کیے ایک مرتبہ راب نکول نے ہاشم آملہ کا کیچ چھوڑا جبکہ جیسی رائیڈر ژاں پال ڈومنی کا کیچ تھامنے میں ناکام رہے۔ لیکن بالآخر وہ ان دونوں بلے بازوں کی وکٹیں لینے میں کامیاب رہے۔

بالنگ کراتے وقت میں نے بلے بازوں کی آنکھوں میں خوف کی لہر دیکھی ہے..... کورٹنی والش

اپنے عروج کے دور میں کیریبئن ٹیم کا ایک مستند باؤلر کورٹنی والش جو کہ حریف بلے بازوں کے لئے دہشت کی علامت بنا رہا۔ آج کل جزائر غرب الہند کی انڈر 19 ٹیم کے ساتھ منسلک رہ کر ویسٹ انڈین ٹیم کو دوبارہ عروج پر لانے کے لئے پُرعزم ہے اس کا کہنا ہے کہ ویسٹ انڈین کرکٹ نے اسے جو کچھ دیا وہ اسے لوٹانا چاہتا ہے۔ کرٹلے امبروز کے ساتھ اس کی جوڑی بہت زیادہ کامیاب رہی جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دونوں نے 49 ٹیسٹ میں ایک ساتھ بالنگ کر کے 421 وکٹیں حاصل کیں۔ وہ ایک بہترین اکتائی ریٹ رکھنے والا باؤلر تھا کورٹنی والش کے ساتھ ایک بُرا ریکارڈ 43 مرتبہ صفر پر آؤٹ ہونے کا ٹیسٹ کرکٹ میں جڑا ہوا ہے مگر وہ اپنی اصل فیلڈ بالنگ میں بہت زیادہ کامیاب دکھائی دیتا ہے۔ ورلڈ کپ 1987ء میں لاہور میں کھیلے گئے میچ میں اس کی اسپورٹس مین اسپرٹ آج بھی شائقین نہیں بھول پائے ہیں جبکہ سلیم جعفر رن لینے کے لئے والش کے گیند پھینکے جانے سے قبل کریز چھوڑ کر آگے جاچکے تھے والش انہیں آؤٹ کرسکتے تھے مگر انہوں نے ایسا کرنے سے گریز کرتے ہوئے سلیم جعفر کو محض وارننگ دینے پر اکتفا کیا اگر سلیم جعفر آؤٹ ہوجاتے تو پاکستانی ٹیم یہ میچ ہار جاتی اور سیمی فائنل کوالیفائی نہ کرپاتی مگر والش نے کرکٹ کی روح کے منافی اقدام سے گریز کر کے شائقین کرکٹ کے دل جیت لئے۔

نومبر 1984ء سے اپریل 2001ء تک 17 سالہ کیریئر میں کورٹنی والش نے 132 ٹیسٹ میچوں میں 519 وکٹیں 24.44 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 7/73 بہترین بالنگ رہی 32 مرتبہ اننگز میں چار وکٹ 22 مرتبہ اننگز میں پانچ یا زائد وکٹ جبکہ 3 مرتبہ میچ میں 10 وکٹوں کا کارنامہ انجام دیا۔ 185 اننگز میں 936 رنز 7.54 کی اوسط سے بنائے۔ *30 بہترین اسکور تھا۔ 205 ون ڈے انٹرنیشنل میں 227 وکٹیں 30.47 کی اوسط سے حاصل کیں فی اوور اوسط 3.83 رہا ایک رن کے عوض 5 وکٹیں بہترین کارکردگی تھی۔ 6 مرتبہ میچ میں چار اور ایک مرتبہ 5 وکٹیں حاصل کیں۔ 1981ء سے 2001ء تک 20 سالہ فرسٹ کلاس کیریئر میں 429 میچوں میں 1807 وکٹیں 21.71 کی اوسط سے حاصل کیں۔ 9/72 بہترین بالنگ رہی۔ 104 مرتبہ اننگز میں 5 جبکہ 20 مرتبہ میچ میں 10 یا زائد وکٹیں حاصل کیں۔ 158 اننگز میں 4530 رنز 11.32 کی اوسط سے 8 نصف سنچریوں سے بنائے 66 بہترین اسکور رہا۔ گزشتہ دنوں ماضی کے اس عظیم کھلاڑی سے رکھی گئی نشست کا احوال قارئین کے لئے پیش کیا جارہا ہے۔

1984ء میں کیریئر کا آغاز کرتے وقت سوچا تھا کہ آپ ایک طویل عرصہ اور اچھا وقت ویسٹ انڈین ٹیم کے ساتھ گزار سکیں گے؟

نہیں اس وقت مجھے قطعی ایسا کوئی خیال نہ تھا میں نے صرف سوچا تھا کہ مجھے اپنی صلاحیتوں کا بہتر استعمال کرنا ہے۔ اپنی فارم کا تسلسل برقرار رکھنا ہے جو کہ ابتدائی میچوں میں ہو پھر سوچیں گے کہ اب کیسے کام کرنا ہے۔ لیکن ایسا ہرگز نہیں تھا میں نے پہلے میچ سے سوچ لیا تھا کہ میں طویل عرصہ کیریبئین ٹیم کی نمائندگی کرسکوں گا۔ میں اچھا کھیلنا چاہتا تھا آج پیچھے مڑ کر دیکھتا ہوں تو کافی مطمئن ہوتا ہوں اور اپنے ماضی پر فخر ہے کہ جتنا عرصہ ٹیم کے لئے کھیلا اپنی صلاحیتوں کا بھرپور استعمال کیا۔

ٹیسٹ کرکٹ میں آپ پانچ ہزار سے زائد اوور کرنے والے واحد بالر ہیں خود کو کس طرح فٹ رکھتے تھے؟

میں فٹنس اور قسمت دونوں کا ملاپ سمجھتا ہوں کہ اتنا طویل عرصہ ٹیسٹ میں رہا اس قدر اوورز کرائے اور انجریز کا شکار نہ ہوا۔ دراصل میں اپنی حفاظت خود کرتا تھا۔ میں ہر وقت خود کو فٹ رکھنے کی کوشش کرتا تھا اور اس معاملے میں تھوڑا خوش قسمت رہا کہ انجریز سے محفوظ رہا لیکن کھیل سے میری محبت بھی اس کی وجہ تھی۔ میں ہر قیمت پر اور ہر وقت ٹیم کے لئے کھیلنا چاہتا تھا اور یہ عنصر میری فٹنس میں اہم رہا۔ میں نے ہر طرح کی پریکٹس اس ضمن میں کی۔ میں ہر ٹیسٹ کے بعد اپنی فٹنس کا جائزہ لیتا تھا کہ میں مزید کتنا کھیل سکتا ہوں۔

موجودہ کرکٹ میں فاسٹ بالرز انجریز کا شکار رہتے ہیں اور خود کو مخصوص قسم کی کرکٹ کے لئے وقف کردیتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک فاسٹ باؤلر کی بدقسمتی ہے دراصل اپنے مسل کا بے دریغ استعمال خود کو پیچھے دھکیلنے کے مترادف ہے دراصل یہ فطرت ہے کہ ایک فاسٹ باؤلر ہر قسم کی کرکٹ میں اپنی جان لڑانے کی کوشش کرتا ہے لیکن آج کل جتنی زیادہ کرکٹ کھیلی جارہی ہے اس میں فاسٹ باؤلرز کو خود ہی اپنی فٹنس کا بطور خاص خیال رکھنا چاہئے اور زیادہ جان لڑا کر بالنگ کی تو یقیناً اسے انجری کا بھی سامنا ہوگا۔

کرٹلے امبروز کے ساتھ آپ کی جوڑی کامیاب رہی کیا میچ سے قبل آپ دونوں کوئی پلان کرتے تھے؟

کرٹلے امبروز میرے لئے سب سے بہتر جوڑی رہی۔ اس نے میرے ساتھ بہت اچھی بالنگ کی اور ہم ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے۔ ہم دونوں کا مقصد صرف ایک ہی ہوتا تھا کہ ٹیم اچھی کارکردگی دے جو کہ ٹیم کے نقطہ نظر سے مثبت اور مضبوط پوائنٹ تھا۔ ہمارا فوکس ٹیم کو کامیابی دلانا ہوتا تھا۔ اور ہم اسی پوائنٹ پر ایک دوسرے سے گفتگو کرتے تھے۔ فیلڈ سے باہر ہم دونوں کی اچھی دوستی بھی ٹیم کی کارکردگی میں مددگار ثابت ہوئی کہ ہم دونوں میں انڈراسٹینڈنگ بہت زیادہ تھی۔

مخالف ٹیم کے بیٹسمین کو آئوٹ کرنے کے لئے آپ دونوں پلاننگ کرتے تھے؟

کرٹلے امبروز جیسا کہ میں بتاچکا ہوں کہ میرے لئے ایک پرفیکٹ پارٹنر تھا اس نے میرے ساتھ مل کر بہت اعلیٰ کارکردگی پیش کی ہم ایک دوسرے کی حوصلہ افزائی کرتے رہتے تھے ہم دونوں میچ سے قبل حریف بلے بازوں کو آؤٹ کرنے کی پلاننگ کرتے تھے ایک دوسرے سے بلے بازوں کی کمزوریوں پر ڈسکشن کرتے تھے ہم اسی کمزوری کو سامنے رکھ کر بالنگ کراتے تھے اور اکثر مواقع پر کامیاب رہے ہم ٹیم کی میٹنگ میں بھی ڈسکشن کرتے تھے لیکن ٹیم کی میٹنگ سے ہٹ کر بھی ہم دونوں بلے بازوں کو ٹریپ کرنے کے لئے بہت زیادہ ڈسکشن کرتے تھے۔ ہمارے لئے یہ تبادلہ خیال میچ میں ٹیم کے لئے بہت کارگر ثابت ہوتا تھا۔

گلوسسٹر شائر سے آپ نے کاؤنٹی کھیلی کیا ان دنوں کو یاد کرتے ہیں؟

دیکھیں جب آپ کاؤنٹی کرکٹ کھیلتے ہیں تو ذاتی طور پر ایک کھلاڑی میں بہت زیادہ تبدیلیاں آتی ہیں خاص طور پر اس صورت میں جبکہ اوورسیز کھلاڑی کی حیثیت میں کھیل رہے ہوں میں نے 14 سال گلوسٹر شائر سے کاؤنٹی کرکٹ کھیلی اور یہ واحد کاؤنٹی ٹیم تھی جس سے میں کھیلا آج کے دور میں آپ کو بہت کم کھلاڑی ایسے ملیں گے جو کہ اتنا طویل عرصہ کاؤنٹی کرکٹ صرف ایک ہی ٹیم سے کھیلتے رہیں اور یہی وجہ تھی کہ میں نے اس دور لمحے میں بہت زیادہ انجوائے کیا۔ میں نے ہمیشہ کوشش کی کہ گلوسٹر شائر کے لئے اچھی کارکردگی دوں یہ میرے لئے ایک اچھا تجربہ تھا آج بھی میں پیچھے مڑ کر ان دنوں کو دیکھتا ہوں تو خود پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ میں نے اپنا کام بخوبی انجام دیا۔
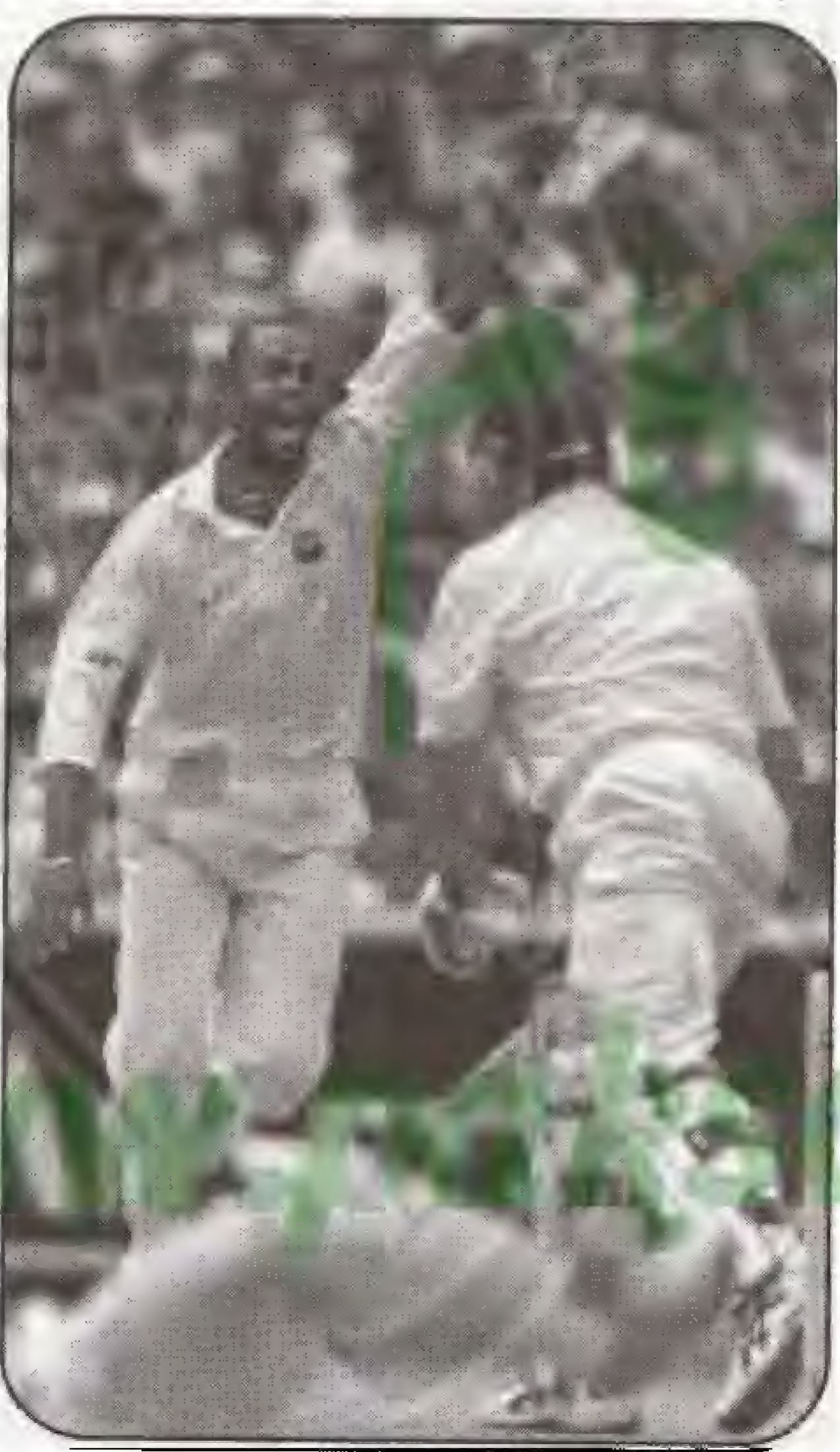
یہ دیکھنے میں آیا ہے کہ فاسٹ بالر عموماً حریف بلے بازوں سے زبانی جنگ بھی کرتے ہیں لیکن آپ نے ایسا نہیں کیا اس کی کیا وجہ تھی؟

میرے نقطہ نظر تو اس ضمن میں ہمیشہ سے یہی رہا کہ میں اچھی گیند کراؤں اور کہوں کہ اب اس سے بات کرو میرے خیال سے تو یہی اہم تھا اور میں نے ہمیشہ اپنی صلاحیتوں اور مہارتوں کا استعمال گیند سے کیا زبان سے نہیں اور کامیاب بھی رہا۔ جب میرے ہاتھ میں گیند تھمائی جاتی تھی تو زیادہ پُراعتماد ہو کر گیند کراتا تھا کہ جو بھروسہ کیا گیا اس پر پورا اترنا ہے میں تو سمجھتا تھا کہ بجائے زبانی جنگ کرنے کے اپنی بالنگ کے ذریعے جنگ کی جائے۔

اپنا یادگار ٹیسٹ کسے قرار دیتے ہیں کہ آج تک نہیں بھلا سکے؟

فروری 1995ء میں ویلنگٹن ٹیسٹ جو کہ نیوزی لینڈ کے خلاف تھا اور میں نے محض 55 رنز کے عوض 13 وکٹیں میچ میں حاصل کیں اور ظاہر ہے کہ اس میچ میں فتح ہماری ٹیم نے حاصل کی یہ میچ میرے لئے ہمیشہ اسپیشل رہے گا۔ کیونکہ یہ میرے کیریئر کی سب سے نمایاں اور اہم کارکردگی آخر تک رہی۔ اس کے علاوہ ایک اور ٹیسٹ میچ مجھے یاد

رہے گا جہاں 1993ء میں ہماری ٹیم آسٹریلیا کے خلاف صرف ایک رن سے فاتح قرار پائی تھی۔ یہ ایک بہت زیادہ سنسنی خیز میچ تھا اور شاید ہی میں اس ٹیسٹ میچ کو بھلا سکوں گا اور میں ہی نہیں جتنے لوگوں نے وہ میچ دیکھا ہوگا شاید ہی اسے بھلا سکیں۔ جن کھلاڑیوں نے اس میچ میں حصہ لیا وہ کبھی اس ٹیسٹ کو نہیں بھول سکیں گے مجھی کریگ مکڈرمٹ کی آخری وکٹ حاصل کرنے کے بعد جتنا آرام ملا میں تصور بھی نہیں کرسکتا کیونکہ میکڈرسٹ اور ٹم سے آخری وکٹ پر 40 رنز جوڑ چکے تھے اور یقینی طور پر اس فتح کا جشن کچھ منفرد ہی انداز میں ہم نے منایا تھا۔

یہ تو ٹیسٹ کی بات تھی کوئی ایسی وکٹ تھی جسے آپ آج بھی یاد کرتے ہیں کہ اس کھلاڑی کو آؤٹ کیا؟

بالکل یہ زمبابوے کے ہنری اولنگا کی وکٹ تھی جو کہ میں نے حاصل کی تو بھارتی بالر کپیل دیو کے ورلڈ ریکارڈ 434 کو عبور کیا اور یہ میری وکٹ نمبر 435 تھی۔ یہ اس لئے بھی اہم تھی کہ یہ ریکارڈ میں نے اپنے ہوم گراؤنڈ سبائنا پارک جمیکا میں بنایا تھا۔ کپیل دیو نے مجھے اس ریکارڈ کو قائم کرنے پر مبارک باد کا پیغام بھی بھیجا تھا جو کہ مجھے بہت اچھا لگا۔ اس کے علاوہ میری 500 ویں وکٹ بھی مجھے یاد ہے جو کہ میں نے جنوبی افریقہ کے جیک کیلس کو ٹرینیڈاڈ میں آؤٹ کر کے حاصل کی تھی۔ یہ میرے لئے ناقابل فراموش لمحات ہیں اور میں آج بھی وہ لمحات کو یاد کر کے انجوائے کرتا ہوں۔

گراؤنڈ کونسا آپ کو پسند تھا ملک میں یا ملک سے باہر دونوں بتائیں؟

میرا اپنا ہوم گراؤنڈ سبائنا پارک جمیکا جو کہ ہمیشہ میرے لئے پسندیدہ اور اسپیشل گراؤنڈ رہا۔ کیونکہ میرے اپنے جزیرے کے لوگ ہمیشہ میری حوصلہ افزائی کے لئے پرجوش رہتے تھے۔ اور انہی کی حوصلہ افزائی تھی جو کہ میں اچھی کارکردگی دیتا رہا۔ میرے لوگوں نے مجھے بہت عزت دی۔ یہی وجہ تھی کہ یہاں کھیل کر میں بہت انجوائے کرتا تھا۔ جبکہ بارباڈوس میں کنگسٹن اوول کا گراؤنڈ بھی میرا فیورٹ رہا کیونکہ یہاں کا کراؤڈ اور موسم ہمیشہ میرے فیور میں رہتا تھا۔ کیریبین سے باہر اگر آپ پوچھیں تو آسٹریلیا میں کرکٹ کھیلنا مجھے پسند رہا خاص طور پر پرتھ اور برسبین کی وکٹیں مجھے بہت پسند ہیں یہاں وکٹوں وکٹوں کا باؤنس اور پیس کا میں نے عمدگی سے استعمال کیا میں نے اپنے پورے کیریئر میں ان دونوں گراؤنڈز پر گیند کراتے وقت انجوائے کیا۔ لارڈز ویسے ہی ہر کھلاڑی کا خاص طور پر پسندیدہ گراؤنڈ رہا ہے اور یہاں کھیلنا ہر کھلاڑی کی خواہش ہوتی ہے۔ آج بھی مجھے اگر لارڈز میں کھیلنے کو کہا جائے تو میں بلا جھجک کھیلنے کو پہنچ جاؤں گا۔ اس کے علاوہ ویلنگٹن کا گراؤنڈ بھی مجھے پسند رہا کیونکہ یہاں میں نے اپنی کیریئر بیسٹ پرفارمنس دی تھی۔ یہی وہ گراؤنڈز ہیں جہاں میں نے اپنے کیریئر کے دوران کھیلتے ہوئے بہت لطف اٹھایا۔

آپ پاکستان کے خلاف بھی کھیلے' کونسا بیٹسمین تھا جسے آئوٹ کرنا مشکل لگا؟

پہلا نام تو جاوید میاں داد کا ہے جو کہ کھیل کے میدان میں اپنا دماغ ساتھ لے کر آتا تھا' جاوید کو گو کہ اپنے ساتھی بلے بازوں سے ہمارے خلاف اتنی مدد نہیں ملتی تھی مگر وہ ایسا بیٹسمین تھا جسے آؤٹ کرنا مشکل تھا۔ وہ ایک انتہائی چالاک بلے باز تھا اور اسے آؤٹ کرنا واقعتا بہت سخت چیلنج ہوتا تھا اس کے علاوہ ایک اور پاکستانی بلے باز جسے میں نے آخری ایام میں اپنے کیریئر کے دیکھا وہ انضمام الحق تھا جو کہ جاوید میاں داد کے بعد ٹیم میں شامل ہوئے لیکن وہ بھی ایک بہت اچھا بیٹسمین تھا اور ان دونوں کھلاڑیوں کو آؤٹ کرنا کیریبین بالرز کے لئے بہت مشکل ہوتا تھا۔

کیا آپ کی نظر میں واقعی مخالف بیٹسمین ویسٹ انڈین بالنگ اٹیک سے خوف زدہ رہتے تھے؟

بالکل اور بیشتر مواقع پر ہم نے خود دیکھا کہ بیٹسمین کی آنکھوں میں خوف زدگی کی لہر دوڑی ہوئی ہے حقیقتاً کیریبین پیس اٹیک نے ایک عرصے تک مخالف بلے بازوں کو خوف زدہ کئے رکھا جب ہم گراؤنڈ میں اترتے وقت بلے بازوں کی آنکھوں میں خوف کی لہر دیکھتے تھے تو ہمیں انہیں ٹریپ کرنے میں مزید آسانی ہوجاتی تھی۔

1987ء کے ورلڈ کپ میں سلیم جعفر کو آپ نے آئوٹ نہیں کیا اور ویسٹ انڈیز میچ ہار گیا کیا تاثرات تھے آپ کے اس وقت جبکہ پاکستان بھی سیمی فائنل کے لئے کوالیفائی کرگیا تھا؟

ہاں مجھے یاد ہے سلیم جعفر رن لینے کے لئے کافی آگے نکل چکا تھا جبکہ میں نے گیند بھی نہیں پھینکی تھی اگر مجھے اس کھیل کی اسپرٹ سے آگاہی نہ ہوتی تو میں یقینی طور پر سلیم جعفر کو آؤٹ کردیتا لیکن میں نے اپنے پورے کیریئر میں اسپرٹ سے ہٹ کر کرکٹ نہیں کھیلی تو اس دن بھی کیسے یہ حرکت کرسکتا تھا۔ میں آج بھی اس واقعہ پر خود پر فخر محسوس کرتا ہوں کہ اس واقعہ نے مجھے کتنی عزت دی۔

موجودہ دور میں فاسٹ بالنگ کے معیار سے آپ مطمئن ہیں اور کسی بالرز سے متاثر ہوئے؟

ہاں بالکل کچھ بالر ایسے ہیں جو کہ واقعہ میں بہت اچھے ہیں لیکن ایک بڑی خامی آج کے فاسٹ بالرز میں یہ ہے کہ ان میں تسلسل کے ساتھ اچھی گیندیں کرانے کی کمی ہے۔ ڈیل اسٹین جنوبی افریقہ کا وہ بالر ہے جس نے مجھے بہت متاثر کیا اور وہ مسلسل اچھی گیندیں کرا رہا ہے۔ آسٹریلیا کے پاس ایک زمانے میں تیز بالرز کی کھیپ موجود رہتی تھی مگر میں نہیں سمجھتا کہ اب ان کے پاس ورائٹی کے بالر ہیں ایک وقت تھا کہ ہر ٹیم میں متعدد فاسٹ بالر اپنی باری کے منتظر رہتے تھے مگر آج کے دور میں حقیقی تیز بالرز کی شدت سے کمی محسوس ہوتی ہے۔

ڈیل اسٹین کے علاوہ کوئی اور بالر جسے آپ اچھا کہہ سکیں؟

آسٹریلیا کے جیمز پیٹنسن کو میں نے ڈیبیو پر گیند کراتے دیکھا تھا اور اگر وہ حقیقتاً اس کھیل میں نام کمانا چاہتا ہے تو سنجیدگی سے اس طرف توجہ دے اس نے ابتداء تو بہت اچھی کی ہے اس نے اچھی اسپیڈ کے ساتھ گیندیں کرائیں اور یہی رفتار رہی تو وہ اچھے فاسٹ بالرز میں جلد شمار کیا جاسکے گا۔ میں منتظر ہوں کہ وہ کیریبین سرزمین پر آئے اور اپنی عمدہ گیند بازی کا مظاہرہ کرے دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنی ابتدائی فارم برقرار رکھتا ہے یا نہیں۔

ویسٹ انڈیز کی موجودہ پیس بیٹری کے متعلق کیا کہیں گے؟

فائیڈل ایڈورڈز' کیمار روچ اور جیروم ٹیلر نے مجھے بہت متاثر کیا ہے انہوں نے ثابت کیا کہ ان میں کافی زیادہ صلاحیتیں ہیں لیکن فٹنس لیول بہت اہم ہے آپ بغیر فٹنس کے اچھی گیند نہیں کراسکتے' اب یہ ان کھلاڑیوں پر منحصر ہے کہ یہ کس حد تک اپنی فٹنس کے معیار کو برقرار رکھ سکتے ہیں۔ سلیکشن کمیٹی کو تینوں بالرز کو ایک ساتھ مواقع کچھ عرصہ دینا چاہئے تاکہ یہ ہم آہنگی پیدا کرسکیں۔ ویسٹ انڈین کرکٹ کو ان تینوں کھلاڑیوں کی اشد ضرورت ہے اور یہ ٹیم کو سرفہرست کرنے میں اپنا اہم کردار ادا کرسکتے ہیں۔

ویسٹ انڈیز کی ٹیم ایک طویل عرصہ اپنا سکہ جمائے رکھنے میں کامیاب رہی مگر حالیہ ٹیم بہت نیچے کی طرف جارہی ہے کیا وجہ ہے؟

دراصل ویسٹ انڈیز کو اچھی کرکٹ تسلسل کے ساتھ کھیلنے کے مواقع نہیں مل رہے لیکن اب ہم نے اس طرف توجہ دی ہے اور حالیہ کچھ عرصے میں ویسٹ انڈین ٹیم کی کارکردگی میں بہتری آئی ہے۔ بھارت کے خلاف انہی کی سرزمین پر پہلے ٹیسٹ میں ہماری کارکردگی اس کی ایک بڑی مثال ہے لیکن بات یہی ہے کہ ہم اس کارکردگی کے تسلسل کو برقرار رکھیں یہ تمام کھلاڑیوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ اس بات کو یقینی بنائیں کہ اچھا پرفارم کرنا ہے اپنی پرفارمنس میں تسلسل پیدا کرنا ہے اور ایک دفعہ پھر کیریبین ٹیم کو اوپر کی طرف لے جانا ہے۔

کرس گیل کے متعلق کیا کہیں گے اتنا اچھا کھلاڑی ٹیم کی نمائندگی سے محروم ہے؟

میں خود کرس گیل کو ویسٹ انڈین ٹیم کا حصہ دیکھنے کا خواہش مند ہوں دراصل کرکٹ بورڈ اور کرس گیل دونوں کو ملکی مفاد میں اس سلسلے میں کچھ کرنا ہوگا۔ انہیں بھول جانا چاہئے کہ ماضی میں کیا ہوا' ویسٹ انڈین کرکٹ کی بہتری کے لئے دونوں اپنے رویے میں لچک پیدا کریں۔ کرس گیل میرا اچھا دوست بھی ہے اور وہ ان کھلاڑیوں میں سے ہے جن کی کچھ عرصہ میں نے کوچنگ بھی کی ہے جب اس نے اسکول کرکٹ کا آغاز کیا تھا میں کرس گیل کی ٹیم میں واپسی چاہتا ہوں اور کرکٹ کے چند بڑوں کو اس ضمن میں اپنا کردار ادا کرنا چاہئے۔

کچھ لوگوں کے خیال میں ڈیرن سامی قیادت کے لئے موزوں نہیں' آپ کیا کہتے ہیں؟

غلط بات ہے' میری بھرپور سپورٹ ڈیرن سامی کے ساتھ ہے' میں کہتا ہوں کہ وہ عمدگی کے ساتھ اپنے فرائض انجام دے رہا ہے البتہ اس کی فارم میں آج کل تسلسل نہیں ہے لیکن قیادت وہ اچھی طرح سے نبھا رہا ہے ٹیسٹ کرکٹ ہو یا ون ڈے انٹرنیشنل اس کی پرفارمنس بہتر رہتی ہے اور میں نہیں سمجھتا کہ اس کی جگہ فی الحال کسی دوسرے کو قیادت سونپی جائے۔

شعیب اختر ایک حقیقی تیز بالر تھا لیکن زیادہ عرصہ اس فیلڈ میں نہ رہ سکا کیا وجہ تھی؟

ایک تو اس کے ساتھ بڑی پرابلم اس کی انجریز تھیں جن کا وہ کیریئر میں متعدد مرتبہ شکار ہوا دوسرا وہی بات کہ اس کی کارکردگی میں بھی تسلسل نہیں ہوتا تھا حالانکہ وہ ایک ایسا فاسٹ بالر تھا جسے ایکشن میں دیکھنا بڑا دلچسپ منظر ہوتا تھا۔ وہ بہترین رن اپ آپ کے ساتھ دوڑتا ہوا آتا تھا اور بلے بازوں کے لئے ہمیشہ خطرہ بنا رہا وہ مزید خطرہ بن سکتا تھا لیکن افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ اس نے شاید کرکٹ پر اپنی مکمل توجہ نہ رکھی اور اسے جتنا اچھا پاکستان کے لئے طویل عرصے تک پرفارم کرنا چاہئے تھا وہ ایسا نہ کرسکا۔

آپ کے دور میں ٹی ٹوئنٹی کرکٹ نہ تھی' لیکن آج یہ سب سے مقبول فارمیٹ ہے کیا اس سے ٹیسٹ کرکٹ کو خطرات لاحق نہیں ہوں گے؟

ٹیسٹ جو ہے وہ کرکٹ کا ہمیشہ نمبر ون فارمیٹ رہے گا اور میں نہیں سمجھتا کہ مستقبل میں اسے کوئی خطرہ ہے۔ میں نے ٹی ٹوئنٹی کرکٹ نہیں کھیلی لیکن یقین ضرور ہے کہ اگر کھیلتا تو میں اس سے انجوائے ضرور کرتا۔ حالانکہ کوئی بھی بالر نہیں چاہے گا کہ اس کی پھینکی ہوئی گیند باؤنڈری کے باہر جا گرے لیکن میں چیلنج قبول کرنے والا کھلاڑی ہوں اور میں ضرور اس چیلنج کو قبول کرتا ہوں۔ ٹوئنٹی' کرکٹ دراصل شائقین کو اسٹیڈیم میں کھینچ کرلے آئی ہے کم از کم یہ اچھی بات ضرور ہے۔

کارٹنی والش کھلاڑیوں کو ٹریننگ دے رہے ہیں

کپتان کو مشکل میں ڈال کر شعیب ملک ٹیم سے باہر!!

قومی ٹیم کی کامیابی کا شور ابھی کم نہیں ہوا تھا اور پرجوش نعروں کی گونج بھی فضا میں موجود تھی کہ اچانک ہی منظر تبدیل ہو گیا اور جس ٹیم پر تعریف کے ڈونگرے برسائے جا رہے تھے وہ یکایک تنقید کی زد میں آ گئی اور بات کپتان کی برطرفی تک جا پہنچی حالانکہ اس میں سلیکشن کمیٹی بھی برابر کی قصوروار تھی جس نے ون ڈے سیریز کے لئے ایک ایسا اسکواڈ تشکیل دیا جس میں صرف دو تبدیلیاں کی گئیں اور کم و بیش وہی کھلاڑی برقرار رکھے گئے جو کہ ٹیسٹ سیریز میں پاکستان کی نمائندگی کر رہے تھے۔ جو دو تبدیلیاں کی گئیں وہ شاہد آفریدی اور نوجوان کھلاڑی حماد اعظم تھے جبکہ فتح کے جوش میں عبوری چیف سلیکٹر نے اظہر علی جیسے ٹیسٹ کھلاڑی کو بھی ون ڈے ٹیم میں برقرار رکھا جو لمبی کرکٹ میں بہت سوچ سمجھ کر اسٹروکس کھیلتا ہے اور عمران فرحت تو ان کی آٹومیٹک چوائس ہوتے ہی ہیں۔

دلچسپ بات یہ ہے کہ 6 گھنٹے کی طویل بحث کے بعد شعیب ملک کو بھی اسکواڈ مین شمولیت کی خوشخبری دی گئی اور کہا یہ گیا کہ انہیں کپتان کی مرضی سے ٹیم میں شامل کیا گیا ہے۔ جس کھلاڑی کو کپتان کی ''آشیرباد'' کے ساتھ ٹیم مین شامل ہونے کے لئے اتنا وقت لگا اس کی بے پایاں اہلیت تو اس سے واضح ہو جاتی ہے کہ وہ ٹیم میں شمولیت کے لئے کس حد تک مستحق تھا۔ اس سے بھی زیادہ دلچسپ امر یہ کہ شعیب ملک کی واجبی سے کارکردگی کا گناہ بھی کپتان کے کھاتے میں ڈالا جا رہا ہے جس نے ان کی سفارش کر کے اپنے لئے تنقید کا ایک ایسا در کھول لیا جو کہ شاید کافی عرصے تک بند نہ ہو سکے گا۔ مصباح الحق نے شعیب ملک کی ٹیم میں شمولیت کا دفاع کرتے ہوئے کہا کہ انہیں بالنگ کی بنیاد پر ٹیم میں شامل کیا گیا ہے۔ انگلینڈ کے خلاف ون ڈے سیریز سے قبل قومی کپتان کا یہ ماننا تھا کہ شعیب ملک حالیہ عرصے میں بیٹنگ کے دوران ناکامی کا شکار ہوئے ہیں مگر انہوں نے بالنگ اچھی کی لہٰذا متحدہ عرب امارات کی کنڈیشنز کے پیش نظر انہوں نے سلیکٹرز سے درخواست کی کہ شعیب ملک کو ٹیم میں شامل کیا جائے۔ یہی حمایت کپتان کے گلے پڑ گئی جس کے سبب انہیں کڑی تنقید کا سامنا ہے۔

جس ٹیم میں سعید اجمل، عبدالرحمٰن، شاہد آفریدی اور محمد حفیظ جیسے ماہر اسپنرز موجود ہوں اس میں شعیب ملک کی بالنگ بھلا کس طرح استعمال ہو سکتی ہے؟ یہ سوال مصباح کے سامنے رکھا گیا تو انہوں نے بڑے اطمینان سے یہ کہا کہ ''متحدہ عرب امارات کی کنڈیشنز میں سری لنکا کے خلاف بھی شعیب ملک ان تینوں اسپنرز کی موجودگی میں کھیلے تھے اور انہوں نے عمدہ بالنگ کی تھی۔ ان کا یہ بھی موقف تھا کہ جس طرح انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں بیٹنگ لائن مشکلات کا شکار نظر آئی اس کے پیش نظر شعیب ملک کے آنے سے بیٹنگ بہتر ہو جائے گی۔'' جب مصباح الحق اس بات کا اعتراف کر چکے تھے کہ حالیہ عرصے میں شعیب کی بیٹنگ اچھی نہیں رہی ہے تو وہ کس امید پر ان سے بہتری کی خواہش کر رہے تھے؟ اگر زمبابوے، سری لنکا اور بنگلہ دیش کے خلاف سیریزوں کا جائزہ لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مصباح الحق نے شعیب ملک پھر ایسے وقت ''چانس'' لے کر بہت بڑی غلطی کی جب آل راؤنڈر اپنے کیریئر کے بدترین دور سے گزر رہے ہیں اور کسی بھی شعبے میں ان پر بھروسہ نہیں کیا جا سکتا ہے۔

مصباح الحق کو اچھی طرح علم تھا کہ گزشتہ تین سیریزوں کے دوران شعیب ملک دو مرتبہ صفر کی شرمندگی سمیت صرف 35 رنز بنانے میں کامیاب ہو سکا ہے مگر انہوں نے ''آل راؤنڈر'' کی بالنگ کو جواز بنایا اور دلچسپ بات یہ ہے کہ انگلینڈ کے خلاف دو ون ڈے میچوں شعیب ملک کو حتمی الیون میں جگہ ملی تو ایک میچ میں 21/صفر کے بعد اگلے میچ میں انہیں بالنگ دینے کی زحمت بھی نہیں کی گئی اور بیٹنگ کے دوران 17 اور 23 رنز کی واجبی سی باریاں بھی نہ شعیب ملک کے کام آئیں اور نہ ہی ٹیم کے بلکہ مصباح الحق کو اپنے ''خصوصی انتخاب'' پر لوگوں کی باتیں ضرور سننا پڑیں۔ اگر شعیب ملک کی ''شاندار'' بالنگ کا جائزہ لیا جائے تو وہ گزشتہ 9 میچوں میں 8 مرتبہ بالنگ کے بعد 34 اوورز میں 134 رنز کے عوض 5 وکٹیں ہی لے سکے تھے جس میں بنگلہ دیش کے خلاف چٹاگانگ میں 3/6 کی کارکردگی بھی شامل تھی۔ اگر ان کی بالنگ میں ''اثر انگیزی'' کا کپتان بغور جائزہ لے لیتے تو کبھی ان پر جوا نہ کھیلتے مگر انہوں نے ''دوستی'' نبھائی اور تنقید کی رسی اپنے گلے میں ڈال لی جو تنگ ہوتی جا رہی ہے۔

پاکستانی ٹیم میں شمولیت کے لئے واضح طور پر شعیب ملک کو اپنے کیریئر پر نئے سرے سے توجہ کی ضرورت ہے کیونکہ وہ اگست 2010ء میں انگلینڈ کے دورے پر برمنگھم ٹیسٹ کے بعد اس سطح پر کھیلنے میں ناکام رہے ہیں بلکہ شاید موجودہ ٹیم میں ان کی جگہ ہی نہیں بنتی ہے اور انہیں کافی عرصے سے دوستی اور درپردہ حمایت کے بل پر کھلایا جاتا رہا ہے ہانگ کانگ کے چھوٹے سے گراؤنڈ پر ان کی ''نگرانی'' میں عمران نذیر کا ''ناقابل فراموش'' کارنامہ آج بھی ایک معمہ ہے کہ آخر وہ تھا کیا؟ اس ''دھلائی'' کے بعد دونوں کھلاڑیوں پر شک کی انگلی اٹھائی گئی، کھاتے بھی چیک ہوئے اور بھاری بھرکم رقومات بھی زیر بحث رہیں مگر ہمیشہ کی طرح کوئی نتیجہ نہ نکل سکا۔ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ بھارتی ٹینس اسٹار ثانیہ مرزا سے شادی نے شعیب ملک کے ختم ہوتے کیریئر کو ایک ''سہارا'' فراہم کر دیا ورنہ ان کی رہی سہی شہرت کا سورج بھی ڈوب چکا تھا۔ شعیب ملک کی ناکامی کے لئے تو یہ ثبوت ہی کافی ہے کہ ماضی کے موثر اور اہم بیٹسمین کو آج اس کی بالنگ کے سبب ٹیم میں شمولیت کا اہل سمجھا جا رہا ہے حالانکہ ان کے انتخاب کی وجہ بیٹنگ ہی ہونا چاہئے۔

اب اصل مسئلہ یہ ہے کہ ڈومیسٹک کرکٹ میں اپنی کارکردگی کا عکس وہ بین الاقوامی کرکٹ میں اب تک پیش نہیں کر سکے اور گزشتہ 9 ون ڈے انٹرنیشنل میچوں میں ان کے نام کے آگے محض 5 رنز کا اندراج ہے اور 23 رنز کی بہترین اننگ سابق کپتان کو کسی طرح بھی ٹیم میں شمولیت کا اہل نہیں بناتی۔ ذرا غور کریں کہ زمبابوے، سری لنکا اور بنگلہ دیش کی بالنگ پر بھی وہ کامیابی سے دور کھڑے دکھائی دیئے ورنہ ان ممالک کے خلاف ماضی میں ان کا ریکارڈ کافی بہتر تھا۔ کچھ ایسی صورتحال T-20 میچوں میں رہی ہے جہاں شعیب ملک کا بیٹ رنز اُگلنا بھول چکا ہے۔ انگلینڈ کے خلاف حالیہ سیریز میں دبئی کے میدان پر 37 گیندیں کھیل کر انہوں نے 39 رنز اسکور کیے تو یہ اکتوبر 2008ء میں سری لنکا کے خلاف بنائے گئے 42* رنز کے بعد ٹی 20 سطح پر دوسرا بڑا اسکور تھا جس سے رنز کے ''قحط'' کا اندازہ کرنا قطعی مشکل نہیں ہے۔ مگر وہ کسی کے کہنے پر ٹیم میں شامل بھی رہتے ہیں اور مواقع بھی حاصل کر لیتے ہیں۔ نئی سلیکشن کمیٹی نے آتے ہی سب سے پہلا وار کسی ''مضبوط ہاتھ'' کے سہارے ٹیم میں واپس آنے والے شعیب ملک پر کیا ہے جو ایشیا کپ کی ٹیم سے آؤٹ کر دیئے گئے بلکہ شاید انہیں اگلی مرتبہ اپنی جگہ ٹیم میں بنانے کے لئے مزید انتظار کرنا پڑے قومی ٹیم کسی گلی محلے میں نہیں کھیلتی کہ سفارش کے بل پر کھلاڑی اس کا حصہ بنا دیا جائے۔ شعیب ملک کے پاس ابھی اتنا وقت ہے کہ وہ دوبارہ ڈومیسٹک کرکٹ میں جا کر اپنا اعتماد بحال کریں اور پھر کچھ کر دکھانے کا حقیقی جذبہ لے کر کھیل کی بین الاقوامی سطح پر واپس آئیں۔ ایک سینئر کھلاڑی ہونے کے ناطے کپتان کو ان سے مدد ملے نہ کہ خود کپتان ان کی حمایت کر کے تماشہ بن جائے۔ مصباح الحق نے یہ غلطی کی اور کپتانی کو خطرے میں ڈال دیا مگر کسی بھی قائد کو شعیب ملک جیسی فارم کے کھلاڑی پر چانس لینے سے پہلے دو مرتبہ سوچنا ہوگا۔ بہتر ہے کہ ملک صاحب پہلے ہوم ورک مکمل کریں اور پھر میرٹ پر ٹیم میں جگہ بنائیں کیونکہ کرکٹ میں کسی کا سہارا نہیں کام آتا، صرف کارکردگی بچاتی ہے۔ اس میں کوئی زیادہ عرصے ''زبانی'' نہیں کھیل سکتا۔ MAB

سچن ٹنڈولکر کی سنچریاں!! بھارت کیلئے خطرے کا الارم کیوں؟؟

یوں تو کرکٹ کی تاریخ میں بے شمار ایسے ریکارڈز ہیں جو بجائے خود ایک منفرد کارہائے نمایاں کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان ریکارڈز کا موازنہ کسی دوسرے ریکارڈ سے کر کے کسی کو کسی پر فوقیت دینا ایک مشکل ترین بلکہ لاحاصل کوشش ہے۔ ذاتی طور پر میں سچن کی 100ویں بین الاقوامی سنچری کو انہیں ریکارڈز کے زمرے میں رکھتا ہوں۔ یہ ریکارڈ منفرد صرف اس معنی میں ہے کہ یہ کارنامہ آج تک کسی نے بھی انجام نہیں دیا اور نہ مستقبل قریب میں کسی بلے باز کا کرکٹ کی اس معراج تک پہنچنا ممکن نظر آتا ہے۔ سچن کی سویں سنچری کا انتظار وہ صبر آزما دور تھا جو دنیائے کرکٹ کی تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا۔ میرے خیال میں کسی مخصوص ریکارڈ کی حصولیابی کا اتنا شور ماضی میں کبھی نہیں مچا ہوگا۔ سچن نے اپنی بین الاقوامی میچوں کی 99ویں سنچری گزشتہ عالمی کپ میں جنوبی افریقہ کے خلاف مکمل کی تھی جبکہ 98ویں سنچری اس میچ سے محض 15 دنوں قبل انگلستان کے خلاف اسکور کی گئی تھی۔ اس طرح سچن کو اس منفرد ریکارڈ کو انجام دینے کا موقع عالمی کپ کے میچوں میں ہی مل چکا تھا اور یہیں سے ان کی 100ویں سنچری کے شور کا آغاز ہوا۔ جو ہر میچ کے ساتھ شدید سے شدید تر ہوتا چلا گیا۔ عالمی کپ کے سیمی فائنل میں جب بھارت کا مقابلہ پاکستان کے ساتھ پیش آگیا تو شائقین کرکٹ کے ولولے بلندیوں پر پرواز کرنے لگے کیونکہ ان کے ہر دل عزیز بلے باز سچن تنڈولکر کی زندگی کا یہ سنہرا ترین لمحہ تھا۔ وہ اس تاریخی میچ میں اپنے روایتی حریف کے خلاف 100ویں سنچری اسکور کر کے اسے یادگار ترین میچ بنا سکتے تھے، لیکن ایسا نہ ہوسکا۔ پھر اس سے بھی حسین لمحہ عالمی کپ کا فائنل تھا لیکن یہاں بھی سچن کو ناکامی ہاتھ لگی۔ اس طرح سچن کی 100ویں سنچری کا جو سفر بنگلہ دیش میں ہونے والے عالمی کپ سے شروع ہوا وہ انگلستان، ویسٹ انڈیز اور آسٹریلیا ہوتے ہوئے دوبارہ سرزمین بنگال پر آن پہنچا۔ یہ شائقین کرکٹ کے لئے صبر آزما انتظار تھا۔ اس درمیان ذرائع ابلاغ نے سچن کی 100ویں سنچری کو لے کر وہ ہنگامہ کھڑا کیا کہ گویا بھارتی ٹیم اپنا ہر میچ سچن کے اسی ریکارڈ کی تکمیل کے لئے کھیلنے میدان میں اتر رہی ہو۔ لوگوں کو بھارتی ٹیم کی شکست سے زیادہ سچن کی ناکامی کا غم ستانے لگا۔ اس تمام تر ہنگامہ خیزی کا خمیازہ اگر کسی کو بھگتنا پڑا تو وہ خود سچن ہی تھے۔ ان حالات میں ذہنی دباؤ اور انتشار کا شکار ہونا فطری امر ہے۔ 100ویں سنچری کے شور نے سچن کو حواس باختہ کر دیا۔ یہ پورا دوران کے لئے ایک سخت آزمائش کا دور تھا۔ ایسا محسوس ہوتا تھا کہ سنچری کے شور وغل میں خود سچن بھی شعوری یا غیر شعوری طور پر ہر میچ میں محض سنچری اسکور کرنے کے ارادے سے قدم تو رکھ رہے ہیں لیکن اس چکر میں وہ اپنا قدرتی کھیل بھی پیش کرنے سے قاصر ہوتے جا رہے ہیں۔ بالآخر یہ صبر آزما انتظار 11 ٹیسٹ مقابلوں کی 22 اننگز اور 12 ایک روزہ بین الاقوامی میچز سے ہوتا ہوا ایک کمزور سمجھی جانے والی ٹیم بنگلہ دیش کے خلاف معرکے تک آ پہنچا۔ دریں اثنا 100ویں سنچری کے ساعت شکن ہنگامے نے چند سنجیدہ ناقدین کو بھی یہ لکھنے پر مجبور کر دیا کہ اب کرکٹ کو محض ایک شخص کے ریکارڈ کی خاطر پامال و رسوا کیا جا رہا ہے۔

کرکٹ کے معروف تبصرہ نگار ہرلیش بھوگلے نے ایک ویب سائٹ پر لکھا ہے کہ ''میں نے اپنی تحریر "Damn the 100th" میں لکھا ہے کہ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کرکٹ کو اغوا کر لیا گیا ہے مجھے سچن کی 100ویں سنچری پر لعنت کرنے پر مجبور ہونا پڑ رہا ہے۔ یہ بے شک ایک عظیم کارنامہ ہے اور اس کو حاصل کرنا کسی کے لئے بھی ناممکن ہے۔ لیکن ہم کھیل کا لطف محض شخصی کارنامے کے لئے نہیں اٹھاتے بلکہ بہترین کھلاڑیوں کے عمدہ مظاہروں کے ذریعہ ہم کھیل سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ لیکن آخر کار وہ لمحہ آ پہنچا جس کا انتظار بڑی شدت سے کیا جا رہا تھا۔ سچن نے ڈرتے، ڈگمگاتے کسی طرح بنگلہ دیش کے خلاف سنچری اسکور تو کر ڈالی لیکن اس عظیم کارنامے کو میزبان کھلاڑیوں نے بے رنگ کر دیا۔ بنگلہ دیش کے خلاف ملنے والی ذلت آمیز، حیران کن اور ناقابل فراموش شکست نے اس اندیشہ وشواس کو ایک دفعہ پھر تقویت بخش دی کہ سچن کا ریکارڈ اور ان کی سنچری ٹیم انڈیا کے لئے منحوس ہوتی ہے اور ایک دفعہ پھر سچن اپنے شائقین کو اس پس وپیش میں مبتلا کر گئے کہ آیا وہ ان کے کارنامے پر جشن منائیں یا قومی ٹیم کی شکست پر ماتم کریں۔

دنیائے کرکٹ کے بیشتر ریکارڈ پر قابض سچن ٹنڈولکر جو کہ ورلڈکپ میں بھی سب سے زیادہ تھری فگر اننگز کا اعزاز اپنے نام کر چکے ہیں جبکہ ون ڈے انٹرنیشنل اور ٹیسٹ کرکٹ میں بھی سب سے زیادہ سنچریوں کا ریکارڈ تو ان کے نام پہلے سے جڑا ہوا ہے۔ مگر ایسا کیوں ہے کہ ان کی تھری فگر اننگز بھارتی ٹیم کے لئے شکست کا پیغام بنتی ہیں' قارئین کے لئے ٹنڈولکر کی آخری تھری فگر اننگز کا تذکرہ کرنا چاہیں گے جو کہ بنگلہ دیش کے خلاف ایشیا کپ کے میچ میں کھیلی گئی۔ 16 مارچ 2004ء میں پاکستان کے خلاف راولپنڈی میں سچن نے 141 رنز کی اننگز کھیلی مگر بھارتی ٹیم 329 رنز کے مجموعے کا دفاع نہ کر سکی اور شکست نام کے آگے لکھی گئی۔ 12 اپریل 2004ء میں احمد آباد میں سچن نے 123 رنز اسکور کیے مگر یہاں بھی بھارتی ٹیم پاکستان کے خلاف 315 رنز کے مجموعے کا دفاع کرنے میں ناکام رہی اور 3 وکٹوں سے شکست ہوئی۔ 6 فروری 2006ء کو ایک مرتبہ پھر پاکستان کے خلاف سچن نے 100 رنز بنائے۔ بھارت نے 328 رنز کا مجموعہ ترتیب دیا مگر گرین شرٹس نے ہدف 7 وکٹوں پر حاصل کر لیا۔ 15 ستمبر 2006ء میں کوالالمپور میں ویسٹ انڈیز کے خلاف سچن کے 141 رنز کی بدولت بھارت نے 309 کا مجموعہ ترتیب دیا مگر بارش سے متاثرہ میچ میں جہاں ویسٹ انڈیز کو 141 رنز کا ہدف ملا شکست بھارت کا مقدر بنی۔ جولائی 2007ء میں ویسٹ انڈیز ہی حریف تھی مقام ویدودرا تھا سچن کے 100* رنز کی بدولت بھارت نے دوسری بیٹنگ میں 223 کا مجموعہ 4 وکٹوں پر حاصل کیا۔ 2 مارچ 2008ء میں آسٹریلیا کے خلاف سڈنی میں سچن کے 117 رنز کی بدولت بھارت نے ہدف 4 وکٹیں گنوا کر حاصل کیا۔ چندی گڑھ میں 8 مارچ 2009ء کو سچن کے 163 رنز کی بدولت بھارت نے 392 رنز کا مجموعہ حاصل کیا تاہم کیویز نے بھی 334 رنز اسکور کر ڈالے مگر فتح بھارت کے نام رہی۔

14 ستمبر 2009ء کو سری لنکا کے خلاف ٹنڈولکر کے 13 رنز کی بدولت بھارت کا مجموعہ 5 وکٹوں پر 319 رنز رہا جواب میں سری لنکا نے مقابلہ کرتے ہوئے 273 رنز بنائے تاہم فتح بھارت کو ملی۔ 5 نومبر 2009ء میں ٹنڈولکر کے 175 رنز کی بدولت بھارت نے 347 رنز دوسری بیٹنگ میں بنائے تاہم صرف 3 رنز کی دوری سے وہ فتح سے محروم رہے۔ جنوبی افریقہ کے خلاف گوالیار میں 24 اکتوبر 2010ء کو سچن کی ون ڈے میں پہلی ڈبل سنچری کی بدولت بھارتی مجموعہ 401 رنز رہا اور فتح بھارت کے نام رہی۔ 27 فروری 2011ء کو انگلینڈ کے خلاف ورلڈکپ کے میچ میں بنگلور میں ٹنڈولکر کے 115 رنز کی بدولت بھارت نے 338 رنز بنائے جواب میں انگلینڈ نے بھی اتنے ہی رنز بنا کر میچ ٹائی کر دیا۔ 12 مارچ 2011ء کو جنوبی افریقہ کے خلاف بھارت نے ٹنڈولکر کے 111 رنز کی بدولت 296 رنز بنائے تاہم پروٹیز نے ہدف 7 وکٹیں گنوا کر حاصل کر لیا۔ تقریباً ایک سال بعد 16 مارچ 2012ء کو بنگلہ دیش کے خلاف ایشیا کپ کے میچ میں بھارت نے پہلے کھیلتے ہوئے 289 رنز بنائے سچن ٹنڈولکر نے عالمی کرکٹ میں 100ویں سنچری بنائی مگر بنگلہ دیش نے 290 کا ہدف حاصل کر کے بھارتی ٹیم کی خوشیاں خاک میں ملا دیں۔ ان آخری 13 اننگز میں بھارت نے 10 مرتبہ بیٹنگ پہلے کی اور 7 مرتبہ شکست کو گلے لگایا جبکہ دوسری بیٹنگ میں 3 میں 2 فتوحات بھارتی ٹیم کے نام رہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ اتفاق ہے یا نقص جو کہ بھارتی ٹیم کو دور کرتا ہے ورنہ کہیں ہر ٹیم یہ نہ کہتی پھرے کہ ٹنڈولکر ہمارے خلاف سنچری بناؤ تاکہ ہم جیت سکیں۔

ٹیسٹ کرکٹ کی ٹرپل سنچریاں، کچھ دلچسپ حقائق اور اعداد و شمار!

جب عالمی کرکٹ کے اکثر کھلاڑی اپنے عمدہ کھیل کی بدولت ڈالرز کمانے میں مصروف ہیں تو آسٹریلیا کے بیٹسمین مائیکل کلارک کی یہ کوشش ہے کہ وہ اپنے ملک کے لئے نمایاں کارکردگی کا مظاہرہ کرے۔ ایک ایسے دور میں جہاں ٹی 20 کرکٹ شہرت کی وہ سیڑھی بن چکی ہے جس پر ہر کوئی قدم رکھ کر بلندی پر جانا چاہتا ہے اس کی توجہ کا مرکز ٹیسٹ اور ون ڈے انٹرنیشنل کرکٹ ہے۔ بھارت کے خلاف سڈنی کے میدان پر مائیکل کلارک نے شاندار ٹرپل سنچری بنا کر بہت کچھ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ آسٹریلیا کے دور حاضر میں دو اہم ترین بیٹسمین مارک واگ اور ڈیمین مارٹن ٹیسٹ کرکٹ میں ڈبل سنچری کی حسرت لئے کھیل سے رخصت ہوگئے مگر کلارک نے اپنے سابقہ بہترین اسکور 168 رنز کو "دوگنا" کردیا اور خود کو ریکارڈز کی کتابوں میں وہ درجہ دلا دیا جس کی بہت سے کھلاڑی محض تمنا ہی کرتے ہیں۔

کلارک کے سابقہ اور حالیہ بہترین اسکور کے درمیان 161 رنز کا فرق عالمی کرکٹ میں پانچویں نمبر پر ہے مگر یہ واحد ریکارڈ نہیں جو کہ اس کے نام کے آگے درج ہوا کیونکہ اس نے کئی ریکارڈ بھی قائم کیے جس میں سڈنی کرکٹ گراؤنڈ پر سب سے بڑی اننگ کا کارنامہ بھی شامل ہے۔ اس میدان پر گزشتہ بہترین اسکور 287 رنز تھا جو ٹپ فوسٹر نے انگلینڈ کی جانب سے آسٹریلیا کے خلاف 1903ء میں بنایا تھا۔ ایک صدی سے زائد عرصے کے بعد اب یہ اعزاز 329 رنز اسکور کرنے والے مائیکل کلارک کے نام ہوگیا ہے۔ ٹپ فوسٹر نے اپنی بہترین اننگ کیریئر کے پہلے ہی ٹیسٹ میں کھیلی اور پھر کبھی سنچری اسکور نہ کرسکے۔ ان کا اگلا بہترین اسکور 1907ء میں اوول پر 51 رنز کی صورت میں سامنے آیا تو یہ ان کا آخری ٹیسٹ تھا۔ ان کی سب سے بڑی اننگ کے درمیان 236 رنز کا فرق ٹیسٹ کرکٹ میں ایک ریکارڈ ہے اور وہ آج بھی اولین ٹیسٹ میں سب سے بڑی اننگ کھیلنے والے بیٹسمین ہیں جبکہ یہ 287 رنز کی اننگ آسٹریلیا میں کسی انگلش بیٹسمین کا سب سے عمدہ اسکور بھی ہے۔

ٹیسٹ کرکٹ میں پہلی ٹرپل سنچری انگلینڈ کے کھلاڑی اینڈی سینڈہم نے اسکور کی جو 1925ء تک اپنے ابتدائی دس ٹیسٹ میچوں میں 19.13 کی معمولی اوسط سے 287 رنز اسکور کرسکے جس میں 58 رنز کی اننگ سب سے اہم تھی۔ انہیں انگلینڈ کی نمائندگی کا اگلا موقع پانچ برس کے بعد 1930ء میں ویسٹ انڈیز کے دورے پر ملا تو ان کی عمر 40 برس ہوچکی تھی۔ چار ٹیسٹ میچوں پر مشتمل اس سیریز میں سینڈہم نے بارباڈوز 152 اور 51 رنز اسکور کیے مگر اگلے دو ٹیسٹ میچوں میں ناکامی سے دوچار ہوگئے۔ جمیکا میں انہوں نے اپنے گزشتہ بہترین ٹیسٹ اسکور کو ڈبل کرتے ہوئے 325 رنز کی ریکارڈ توڑ اننگ کھیل ڈالی اور دوسری اننگ میں بھی 50 رنز بنائے مگر اس کے بعد پھر کبھی انگلینڈ کی جانب سے نہ کھیل سکے اور آخری ٹیسٹ میں ٹرپل سنچری بھی ایک ریکارڈ بن گئی۔

کہا جاتا ہے کہ ٹیسٹ کرکٹ کا رنگ ماضی کے مقابلے میں تبدیل ہوگیا ہے اور کھلاڑی صبر کے ساتھ کھیلنا بھول گئے ہیں جس کی وجہ سے طویل اننگز کی تعداد میں کمی واقع ہوئی ہے لیکن اگر ٹرپل سنچریوں کا معاملہ دیکھا جائے تو صورتحال یکسر مختلف دکھائی دیتی ہے۔ یہ قطعی حیرت کی بات نہیں کہ جب مارچ 1974ء میں ویسٹ انڈیز کے لارنس روو نے برج ٹاؤن پر انگلینڈ کے خلاف 302 رنز کی باکمال اننگ کھیلی تو یہ 98 برس کے طویل عرصے میں ٹیسٹ کرکٹ کی گیارہویں ٹرپل سنچری تھی۔ اینڈی سینڈہم نے اس کارنامے کی ابتدا کی تو تین ماہ کے قلیل عرصے میں آسٹریلیا کے ڈان بریڈمین نے لیڈز پر انگلینڈ کے خلاف 334 رنز اسکور کرکے اس ریکارڈ پر اپنا قبضہ جمالیا۔ جنوری 1932ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف ایڈیلیڈ پر 299 رنز اسکور کرنے والے بریڈمین نے 1934ء میں ایک بار پھر لیڈز پر انگلینڈ کے خلاف 304 رنز بنائے جو ان کی دوسری ٹرپل سنچری تھی۔ اس سے قبل 1933ء میں آکلینڈ کے میدان پر نیوزی لینڈ کے خلاف برطانوی بیٹسمین والی ہیمنڈ 336 رنز بنا کر سب سے بڑی اننگ کا اعزاز اپنے قبضے میں کرچکے تھے۔ اگست 1938ء میں ٹرپل سنچری بنانے والوں کی فہرست میں انگلش بیٹسمین لین ہٹن کا نام شامل ہوا جنہوں نے آسٹریلیا کے خلاف اوول میں 364 رنز اسکور کرکے ایک نیا ریکارڈ قائم کرڈالا۔

جنوری 1958ء میں ویسٹ انڈیز کے خلاف برج ٹاؤن میں پاکستان کے حنیف محمد نے 337 رنز کی میراتھن اننگ کھیلی اور 970 منٹ تک کریز پر قیام کا ایک انوکھا ٹیسٹ ریکارڈ بناڈالا۔ اسی سیریز میں ویسٹ انڈیز کے گیری سوبرز نے کنگسٹن میں 365 رنز کی ریکارڈ ساز اننگ کھیل کر لین ہٹن کا ریکارڈ توڑ ڈالا جو کہ 20 برس سے قائم تھا۔ جولائی 1964 میں آسٹریلیا کے بابی سمپسن نے مانچسٹر پر انگلینڈ کے خلاف 311 اور جولائی 1965ء میں انگلینڈ کے جان ایڈرچ نے نیوزی لینڈ کے خلاف 310 رنز اسکور کیے تو یہ لیڈز کے میدان پر بننے والی تیسری ٹرپل سنچری قرار پائی۔ فروری 1966ء میں آسٹریلیا کے باب کاؤپر اس فہرست میں شامل ہوئے جب انہوں نے انگلینڈ کے خلاف ملبورن پر 307 رنز اسکور کیے، یہ ٹیسٹ کرکٹ میں دسویں ٹرپل سنچری تھی۔ ابتدائی ایک صدی میں گیارہ ٹرپل سنچریوں کے بعد اگلی 14 ٹرپل سنچریاں صرف 38 برس کے دوران بنائی گئی ہیں جس میں سے دس ایسی ہیں جو کہ 2000ء کے بعد سامنے آئیں حالانکہ اب کرکٹ کافی تیز ہوچکی ہے جس پر ون ڈے اور خاص طور پر ٹی 20 کرکٹ کے اثرات نمایاں ہیں۔ دلچسپ ترین بات یہ ہے کہ حالیہ برسوں میں ایسے کھلاڑیوں نے ٹرپل سنچریاں بنائی ہیں جو کہ کسی حد تک جارحانہ انداز کے بیٹسمین سمجھے جاتے ہیں اور یہ تاثر ختم ہوگیا ہے کہ ٹرپل سنچری اسکور کرنا ایک صبر آزما کام ہے۔ یہ ایک الگ بات ہے کہ ان کھلاڑیوں نے کریز پر طویل قیام کے بعد اپنی منزل پائی حالانکہ والی ہیمنڈ نے اپنی ٹرپل سنچری صرف 288 منٹ میں مکمل کرڈالی تھی جو وقت کے لحاظ سے تیز ترین کارنامہ بھی ہے۔

1974ء میں لارنس روو کے کارنامے کے بعد انگلینڈ کے گراہم گوچ نے 1990ء میں لارڈز پر بھارت کے خلاف 333 رنز بنائے اور پھر 1994ء میں سینٹ جانز پر ویسٹ انڈیز کے کھبے بیٹسمین برائن لارا نے انگلینڈ کے خلاف 375 رنز بنا کر سر گیری سوبرز کو ان کے ریکارڈ سے محروم کردیا۔ 1997ء میں سری لنکا کے سنتھ جیاسوریا نے بھارت کے خلاف کولمبو کے آر پریماداسا اسٹیڈیم پر 340 اور اگلے ہی برس آسٹریلیا کے مارک ٹیلر نے پشاور کے ارباب نیاز اسٹیڈیم پر پاکستان کے خلاف *334 رنز اسکور کیے تو ٹرپل سنچریوں کی تعداد 15 تک جا پہنچی۔ 2000ء کے بعد پاکستان کے انضمام الحق نے اس فہرست میں قدم رکھا اور نیوزی لینڈ کے خلاف 2002ء کے لاہور ٹیسٹ میں 329 رنز بنائے اور 2003ء میں آسٹریلیا کے میتھیو ہیڈن نے زمبابوے کی درگت بناتے ہوئے پرتھ کے میدان پر 380 رنز کی اننگ کھیل ڈالی جہاں تیز ترین وکٹ پر بیٹسمینوں کا وکٹ پر رکنا محال نظر آتا ہے۔ مارچ 2004ء میں بھارت کے وریندر سہواگ نے پاکستان کے خلاف ملتان میں 309 رنز بنائے تو اگلے ماہ ویسٹ انڈین کنگ

برائن لارا نے سینٹ جانز پر انگلینڈ کو آڑے ہاتھوں لیا اور 400 رنز کی اننگ تخلیق کر ڈالی جو ایک نیا ریکارڈ ہی نہیں نیا سنگ میل بھی تھا۔ 2005ء میں اسی میدان پر کرس گیل نے جنوبی افریقہ کے خلاف 317 رنز اسکور کیے تو اس میدان پر بھی لیڈز کی طرح تیسری ٹرپل سنچری سامنے آ گئی۔

2006ء میں سری لنکا کی جانب سے دوسری ٹرپل سنچری مہیلا جیاوردنے کی رجسٹرڈ ہوئی جنہوں نے کولمبو کے سنہالیز اسپورٹس کلب گراؤنڈ پر جنوبی افریقہ کے خلاف 374 رنز اسکور کیے۔ یہ ٹیسٹ کرکٹ میں چوتھی بڑی اننگ کا ریکارڈ بھی تھا۔ 2008ء میں بھارت کے وریندر سہواگ کا بیٹ پھر چل گیا جنہوں نے جنوبی افریقہ کے خلاف چنئی میں 319 رنز بنائے اور بریڈمین کے علاوہ برائن لارا کے بعد دو ٹرپل سنچریاں بنانے والے تیسرے کھلاڑی قرار پائے۔ ٹرپل سنچری میکرز کے قافلے میں شامل ہونے والے ایک اور پاکستانی یونس خان نے کراچی کے نیشنل اسٹیڈیم میں سری لنکا کے خلاف 2009ء کی سیریز میں 313 رنز اسکور کیے اور پھر لاہور میں سری لنکن ٹیم پر دہشت گردوں کے حملے کے بعد سے پاکستان میں کرکٹ کی بین الاقوامی سرگرمیاں ختم ہو گئیں۔ کرس گیل بھی 2010ء میں دو ٹرپل سنچریاں بنانے والے کھلاڑیوں میں شامل ہو گئے جنہوں نے سری لنکا کے خلاف گال میں 333 رنز اسکور کیے اور مائیکل کلارک نے اب بھارت کے خلاف ٹیسٹ کرکٹ کی 25 ویں ٹرپل سنچری بنائی ہے جس نے انہیں ٹیسٹ کرکٹ کے ایلیٹ بیٹسمینوں میں شامل کر دیا ہے۔

یہ بھی ایک اہم بات ہے کہ وہ آسٹریلیا کی جانب سے ساتویں ٹرپل سنچری کے خالق ہی نہیں اس کارنامے کے مالک ساتویں عالمی کپتان بھی ہیں۔ 2004ء کے بعد چار کپتان ٹیسٹ کرکٹ میں ٹرپل سنچریاں بنا چکے ہیں۔ مائیکل کلارک نے اپنی اننگ پانچویں نمبر پر کھیلی اور دوسرے کھلاڑی بنے جو کہ ٹرپل سنچری بنانے والے ٹاپ فور بیٹسمینوں میں شامل نہ تھے۔ اس سے قبل صرف ڈان بریڈمین نے 1934ء میں لیڈز پر انگلینڈ کے خلاف 304 رنز پانچویں نمبر پر کھیلتے ہوئے اسکور کیے تھے۔ کلارک کے کارنامے کے ساتھ سڈنی 19 واں مرکز بن گیا جہاں ٹیسٹ ٹرپل سنچری اسکور کی گئی ہے۔ سینٹ جانز، اینٹی گوا پر تین اور لیڈز کے میدان پر بھی تین ٹرپل سنچریاں اسکور ہوئی ہیں جبکہ کنگسٹن اور برج ٹاؤن پر یہ کارنامہ دو دو مرتبہ انجام دیا گیا۔

ٹیسٹ کرکٹ کی 25 میں سے سات ٹرپل سنچریاں ویسٹ انڈیز میں اسکور ہوئی ہیں جہاں فاسٹ بالرز کو حکمران سمجھا جاتا ہے اور عام تاثر یہ ہے کہ وہاں وکٹیں بالنگ کے لئے سازگار ہوتی ہیں۔ انگلینڈ کی سرزمین پر یہ کارنامہ 6 مرتبہ اور آسٹریلیا میں چار مرتبہ انجام دیا گیا۔ سری لنکا اور پاکستان میں تین، تین مرتبہ ٹرپل سنچریاں بنتے دیکھی گئی ہیں جبکہ نیوزی لینڈ اور بھارت میں یہ کارنامہ صرف ایک، ایک مرتبہ سامنے آ سکا۔ جنوبی افریقہ، بنگلہ دیش اور زمبابوے میں ابھی تک کسی بیٹسمین کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہو سکا اور حیران کن امر یہ ہے کہ ان تینوں ممالک کی جانب سے کسی کھلاڑی نے بھی اس نوعیت کا کارنامہ انجام نہیں دیا ہے حالانکہ ان میں سے دو ملکوں کے خلاف ٹرپل سنچریاں اسکور ہوئی ہیں۔

ٹرپل سنچری کے دوران سب سے زیادہ چوکے جڑنے کا اعزاز انگلینڈ کے جان ایڈرچ کے پاس ہے جنہوں نے 310 رنز کی اننگ میں 52 چوکے لگائے تھے۔ یہ ایک ٹیسٹ اننگز میں سب سے زیادہ چوکوں کا ورلڈ ریکارڈ بھی ہے جبکہ سب سے زیادہ چھکے آسٹریلیا کے میتھیو ہیڈن نے لگائے جو کہ 380 رنز کی یادگار اننگز میں گیارہ مرتبہ گیند کو میدان سے باہر پھینکنے میں کامیاب رہے۔ ان سے پہلے دس چھکے انگلینڈ کے والی ہیمنڈ نے لگا رکھے تھے جو طویل عرصے تک ایک ریکارڈ رہا مگر بعد میں اسے 1996ء میں پاکستان کے وسیم اکرم نے زمبابوے کے خلاف شیخوپورہ میں 12 چھکے لگا کر توڑ ڈالا۔ والی ہیمنڈ نے اپنی ٹرپل سنچری کے دوران تین مسلسل گیندوں پر بھی چھکے جڑنے کا کارنامہ انجام دیا تھا مگر وہ عالمی کرکٹ میں سات کھلاڑیوں کے ہمراہ اس ریکارڈ کے مشترکہ مالک ہیں۔ اگر باؤنڈریز کی مدد سے سب سے زیادہ رنز کی بات کی جائے تو ٹرپل سنچری میکرز میں یہ اعزاز بھی جان ایڈرچ کو حاصل ہے جنہوں نے 52 چوکوں اور پانچ چھکوں کے سہارے 236 رنز باؤنڈریز کی مدد سے بنائے تھے۔ میتھیو ہیڈن، انضمام الحق اور سہواگ بھی اپنی ٹرپل سنچری اننگز میں باؤنڈریز کی مدد سے 200 یا اس سے زائد رنز بٹورنے کا کارنامہ دکھا چکے ہیں۔

ٹیسٹ کرکٹ میں ٹرپل سنچری اسکور کرنا بڑے صبر کا کام سمجھا جاتا تھا اور کھیل کی تاریخ بھی اس امر کی گواہ ہے کہ مستند اور عظمت کے مالک کھلاڑیوں نے یہ کارنامہ انجام دیا مگر کھیل کی تیز رفتاری نے تکنیکی طور پر کمزور کھلاڑیوں کو بھی اس کا مالک بنا دیا جس کی مثال سنتھ جیا سوریا اور کرس گیل جیسے بیٹسمین بھی ہیں جو کہ جارحانہ انداز سے کھیلنے کے لئے شہرت رکھتے ہیں جبکہ مسلسل اسٹروکس کھیلنے کا عادی بیٹسمین وریندر سہواگ بھی یہ "صبر آزما" کارنامہ دو مرتبہ انجام دے چکا ہے جس نے 08-2007ء میں جنوبی افریقہ کے خلاف چنئی میں اپنی ٹرپل سنچری محض 278 بالز پر مکمل کر کے حیران کر دیا تھا جو گیندوں کے لحاظ سے تیز ترین ٹرپل سنچری کا ریکارڈ بھی ہے۔ یہ منزل تو ڈان بریڈمین بھی سر نہ کر سکے جنہوں نے صرف ایک دن میں 309 رنز بنا کر ایک انوکھا ریکارڈ قائم کر ڈالا تھا۔ اس کارنامے کے مالک آخری بیٹسمین مائیکل کلارک کا کہنا ہے کہ جب وہ اپنی اننگ میں آگے بڑھ رہے تھے تو ان کے ذہن میں بریڈمین اور مارک ٹیلر کے ریکارڈ نہیں تھے بلکہ وہ صرف یہ سوچ رہے تھے کہ ایک ایسا اسکور بنا دیا جائے جس پر بھارت کو دباؤ میں لا کر شکست کی طرف دھکیلا جائے اور اسی لئے انہوں نے اپنی 329* تک محدود رکھی ورنہ ان کے پاس موقع تھا کہ وہ مارک ٹیلر کے بطور کپتان 334 رنز کو عبور کر جاتے۔

ٹرپل سنچری تک رسائی نہ تو ماضی میں کوئی سہل کام تھا اور نہ ہی آج اسے آرام سے حاصل کیا جا سکتا ہے کیونکہ ثابت قدمی کے ساتھ غلطیاں کیے بغیر آگے بڑھنا کٹھن ہو جاتا ہے اور ظاہر ہے کہ بھرپور فٹنس بھی درکار ہوتی ہے۔ مائیکل کلارک نے اس کارنامے میں اپنا نام درج کر کے کھیل کی تاریخ میں ایک ایسی اہمیت حاصل کر لی ہے جس سے کبھی انکار نہیں کیا جا سکے گا اور دنیا میں جب کوئی کھلاڑی 300 رنز کی سیڑھی پر قدم رکھے گا تو مائیکل کلارک کا نام بھی ضرور لیا جائے گا۔

MAB

ٹرپل سنچری میکرز کے لئے جولائی کا مہینہ سازگار!

ماضی کے مقابلے میں اب بین الاقوامی کرکٹ سال کے بارہ مہینے جاری رہتی ہے اور شاید ہی کوئی عرصہ آتا ہو جب ٹیمیں آپس میں مدمقابل نہ ہوں۔ ٹرپل سنچریوں کے لحاظ سے دیکھا جائے تو سال کے ابتدائی چار ماہ جنوری سے اپریل تک خاصے نمایاں دکھائی دیتے ہیں۔ ٹیسٹ کرکٹ میں بننے والی 25 میں سے چار ٹرپل سنچریاں جنوری میں، تین فروری میں، چار مارچ میں اور چار ہی اپریل کے مہینوں میں اسکور ہوئی ہیں۔ اس کے باوجود ٹرپل سنچری میکرز کے لئے جولائی کا مہینہ زیادہ سازگار رہا ہے جب ریکارڈز کی جانچ پڑتال پر علم ہوتا ہے کہ اس مہینے میں 6 ٹرپل سنچریاں اسکور ہوئی ہیں۔ اگست اور اکتوبر میں دو، دو اور مئی کے علاوہ نومبر کے مہینے میں ایک، ایک ٹرپل سنچری بنی ہے جبکہ جون، ستمبر اور دسمبر میں کسی ٹرپل سنچری کا سراغ نہیں ملتا مارچ اور اپریل کے مہینے اس لحاظ سے اہم ہیں جب کمزور یا اوسط درجے کی بالنگ کرنے والی ٹیموں کو اپنے مضبوط حریفوں سے ہوشیار رہنا چاہئے جب کوئی بھی بیٹسمین ان پر ٹرپل سنچری ٹھونک سکتا ہے۔

سچن اور شعیب اختر کی مسابقت کی داستان!!

1999ء پاکستان کرکٹ کی تاریخ کا عجیب وغریب سال تھا۔ بلاشبہ پاکستان اس وقت دنیا کی بہترین ٹیموں میں شمار ہوتا تھا خصوصاً اس کے گیند باز کسی بھی ٹیم کے چھکے چھڑانے کی صلاحیت رکھتے تھے۔ لیکن اس کے باوجود سال میں پاکستان کو ملے جلے نتائج ہی ملے۔ ایک جانب جہاں ٹیم نے ٹیسٹ مقابلوں میں کئی یادگار فتوحات سمیٹیں تو وہیں 99ء ہی وہ سال تھا جس میں پاکستان عالمی کپ کے فائنل میں پہنچ کر بھی فتح حاصل نہ کر پایا۔ لیکن اگر آپ سے پوچھا جائے کہ اس سال پاکستان کرکٹ کے شائقین کے لیے سب سے یادگار لمحہ کون سا تھا؟ تو بلاشبہ کئی لوگوں کا جواب ہوگا ”شعیب اختر کے ہاتھوں سچن ٹنڈولکر کا بولڈ“۔ وہ 17 فروری ہی کا دن تھا جب دنیا کے عظیم ترین بلے باز سچن ٹنڈولکر نے پہلی بار پاکستان کے نوجوان باؤلر شعیب اختر کا سامنا کیا اور پہلی ہی گیند پر اپنی مڈل اسٹمپ کھو بیٹھے۔

یہ واقعہ برصغیر کے کرکٹ شائقین میں سب سے زیادہ زیر بحث آنے والے واقعات میں سے ایک ہے۔ کچھ لوگ اسے شعیب اختر کی سچن ٹنڈولکر پر برتری کا نقطہ آغاز کہتے ہیں، تو چند لوگ 2003ء کے عالمی کپ میں سچن کے چھکے کو اس کا بدلہ۔ بہرحال، اس روز سے شعیب اور سچن کی جس مسابقت ورقابت کا آغاز ہوا وہ شعیب کے بین الاقوامی اکھاڑے میں موجودگی تک جاری رہی۔ دونوں کھلاڑیوں میں اس مسابقت نے عرصے تک برصغیر کے شائقین کو مسحور کیے رکھا اور بالآخر فٹنس، نظم وضبط، غیر قانونی ایکشن، اور دیگر تنازعات میں الجھنے کے باعث شعیب اختر مستقل کرکٹ نہ کھیل پائے اور پاکستان وبھارت کے درمیان حالات کی کشیدگی نے بھی روایتی حریفوں کے درمیان کرکٹ کا خاتمہ کر دیا۔ بہرحال، وہ ایشین ٹیسٹ چیمپئن شپ کا ابتدائی مقابلہ تھا۔ پاکستان پہلی اننگز میں محض 185 رنز پر ڈھیر ہوا، جس میں ابتدائی 6 بلے بازوں کی اننگز دوہرے ہندسے میں بھی داخل نہ ہو پائی تھی۔ 6 کھلاڑی 26 کے مجموعے پر واپس پلٹ چکے تھے۔ اس موقع پر معین خان اور وسیم اکرم کی 63 رنز کی شراکت نے اسکور کو کچھ قابل عزت مجموعے تک پہنچایا۔ لیکن بھارت کا جواب کرارا تھا، جس کے 147 رنز پر صرف دو کھلاڑی آؤٹ تھے اور راہول ڈریوڈ اور سداگوپن رمیش کریز پر موجود تھے۔ وہ 1999ء میں آج ہی کا دن تھا جب پانی کے ایک وقفے کے بعد شعیب اختر نے راہول کو پہلی گیند کروائی، جو اس وقت 'دیوار' کی عرفیت وحیثیت سے معروف ہونے لگے تھے۔ ایک اندر آتی ہوئی خوبصورت گیند راہول ڈریوڈ کی وکٹ اڑاتی نکل گئی۔

پاکستان نے سکھ کا سانس لیا لیکن میدان میں اک ایسا بلے باز آیا جسے دنیا آج بھی لٹل ماسٹر کے نام سے جانتی ہے اور وہ تن تنہا مقابلہ جتوانے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ وہ بلے باز جنہیں دنیا بھر کے کروڑوں بلکہ اربوں شائقین کرکٹ کی تاریخ کے عظیم ترین بلے بازوں میں شمار کرتے ہیں۔ دنیا کے سب سے بڑے اسٹیڈیم ایڈن گارڈنز، کولکتہ میں تقریباً ایک لاکھ تماشائی گلا پھاڑ کر سچن کی میدان میں آمد کا خیر مقدم کر رہے تھے اور اس عظیم بلے باز کا آتے ہی سامنا ہوا ایک نوجوان و ناتجربہ کار باؤلر سے، جس نے پہلے کبھی سچن کو گیند نہیں کروائی تھی۔ شعیب اختر آئے، اور جیسا کہ وہ مشہور تھے ایک انتہائی تیز گیند پھینکی، جسے سچن بالکل نہ سمجھ پائے اور وہ تیزی سے اندر آتی ہوئی سچن کے ڈرائیو کھیلنے کی کوشش میں گھومنے والے بلے اور پیڈ کے درمیان سے سیدھا مڈل اسٹمپ کو جا لگی۔ میدان میں موجود تماشائیوں کو سانپ سونگھ گیا اور شعیب اور پاکستانی ٹیم خوشی سے دیوانی ہو گئی۔ خود شعیب اختر نے بھی اس واقعے کو اپنی کتاب "Controversially Yours" میں خاص جگہ دی ہے بلکہ کتاب کا آغاز ہی اس واقعے کے ساتھ کچھ یوں کیا ہے۔ مقابلہ چاہے دنیا کے کسی بھی میدان پر ہو لیکن پاک۔ بھارت میچ ہمیشہ تماشائیوں کو اپنی جانب کھینچتا ہے۔ اور اگر یہ میدان کولکتہ کا ایڈن گارڈنز ہو، تو کسی بھی حریف ٹیم کو، خصوصاً اگر وہ پاکستان کی ہو تو، گیارہ کھلاڑیوں اور مزید ایک لاکھ حریفوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اور اگر آپ ایک نوجوان اور غیر معروف پاکستانی باؤلر ہوں جس نے ابھی دنیا کے بہترین بلے باز راہول ڈریوڈ کی وکٹ حاصل کی ہو، تو وہ خود پر بھی ایک لاکھ نگاہوں اور اپنے ہیرو سچن ٹنڈولکر کو میدان میں آتا دیکھ کر ایک لاکھ لوگوں کے فلک شگاف نعروں کو محسوس کر سکتا ہے۔ لیکن اگر وہ پہلی ہی گیند پر اس کی گلی اڑا دے تو اسے یکدم موت کے سے سناٹے کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں نے یہ کر دکھایا، اور میری جبین سجدہ شکر کے لیے جھک گئی۔ یہ ضرب اتنی کاری ثابت ہوئی کہ بھارت کی پوری اننگز تہہ وبالا ہو گئی اور اس کے تمام کھلاڑی 223 رنز پر آؤٹ ہو گئے۔ پاکستان نے دوسری اننگز میں سعید انور کی 188 رنز کی یادگار اننگز کی بدولت 316 رنز بنائے اور شعیب اختر کی دونوں اننگز میں 4، 4 وکٹوں کی بدولت بھارت کو 232 پر ڈھیر کر کے میچ 46 رنز سے جیت لیا۔ گو کہ شعیب ذاتی طور پر راہول ڈریوڈ کو کرائی گئی گیند کو زیادہ خوبصورت سمجھتے ہیں لیکن ان کی شہرت کو جو دوام اس ایک گیند نے بخشا، وہ شاید ہی کرکٹ تاریخ میں کسی باؤلر کو حاصل ہوئی ہو۔ پاکستان کے معروف صحافی عثمان سمیع الدین نے کرکٹ کی تاریخ کے 50 جادوئی لمحات میں سے ایک قرار دیا ہے۔ واقعتاً وہ دونوں جادوئی گیندیں تھیں جنہوں نے اپنے وقت میں دنیا کے دو بہترین بلے بازوں کو نہ صرف کلین بولڈ کر کے میدان بدر کیا بلکہ اپنی ٹیم کو میچ میں واپس لا کر ایک یادگار فتح بخشی۔ شعیب اختر نے اس واقعے کے حوالے سے کتاب میں ایک اور انکشاف کیا ہے کہ انہوں نے میدان میں داخل ہوتے ہی سچن کو خبردار کیا تھا کہ وہ ان کی وکٹ لیں گے، لیکن سچن اس واقعے سے انکاری ہیں۔ بقول شعیب اختر یہ واقعہ کچھ یوں تھا: ایک عظیم دورہ تھا جس میں میدان میں ایک لاکھ تماشائی اور باہر اس سے کہیں زیادہ ہم پر نگاہیں جمائے بیٹھے تھے۔ پورا ہندوستان وپاکستان ہمیں دیکھ رہا تھا۔ لیکن چلیے ماحول کی بات نہیں کرتے، آیئے خود پر موجود دباؤ کے بارے میں کرتے ہیں۔ اس موقع پر مجھ پر اعصابی تناؤ کا شدید حملہ ہوا اور میں لرزتی ہوئی ٹانگوں کے ساتھ میدان میں اُترا۔ مجھے تناؤ سے نکلنا تھا اور میں اپنے آزمودہ طریقے سے ایسا کرنے میں کامیاب بھی ہوا۔ بھارتی بلے باز مقابلے سے قبل وارم اپ ہو رہے تھے، اور بلے لیے میدان میں داخل ہو رہے تھے۔ میں سچن ٹنڈولکر کی جانب بڑھا اور پوچھا، 'کیا تم مجھے جانتے ہو؟' اس نے اوپر دیکھا اور بولا 'نہیں۔' میں نے کہا" جان جاؤ گے، جلد ہی۔' میں نے اُسے پہلی ہی گیند پر میدان بدر کر دیا اور بعدازاں اُس نے مجھے کہا کہ "اب میں تمہیں یاد رکھوں گا۔" چند سالوں بعد میں نے سچن سے پوچھا کہ تمہیں وہ واقعہ یاد ہے، لیکن اُس کا جواب نفی میں تھا۔

قذافی اسٹیڈیم...... دنیائے کرکٹ کے یادگار لمحات کا شاہد!!

قذافی اسٹیڈیم، پاکستان میں کرکٹ کا سب سے بڑا میدان ہے جو پاکستان کے دوسرے بڑے شہر لاہور میں واقع ہے۔ مینار پاکستان ڈیزائن کرنے والے داغستانی نژاد ماہر تعمیرات نصرالدین مراد خان نے ہی قذافی اسٹیڈیم کا بھی ڈیزائن تیار کیا اور 1959ء میں اس کی تعمیر ہوئی۔ 1996ء کے کرکٹ ورلڈکپ کے موقع پر ماہر تعمیرات نیر علی دادا نے اس میدان کی نئے سرے سے تزئین و آرائش کی اور سرخ اینٹوں اور گنبدوں کے استعمال سے اسے مغلیہ طرز میں ڈھالا، ساتھ ہی سیمنٹ کے بجائے پلاسٹک کی کرسیاں لگائی گئیں۔ میدان 60 ہزار تماشائیوں کی گنجائش رکھتا ہے۔ قذافی اسٹیڈیم پہلے لاہور اسٹیڈیم کے نام سے جانا جاتا تھا، تاہم 1974ء کی یادگار تاریخی اسلامی سربراہ کانفرنس کے موقع پر لیبیا کے راہنما کرنل معمر قذافی (مرحوم) کی پاکستان کے جوہری ہتھیاروں کے حق میں کی جانے والی تقریر کے بعد اس میدان کا نام اُن سے منسوب کر کے قذافی اسٹیڈیم رکھ دیا گیا۔ تاہم 23 اگست 2011ء کو کرنل قذافی کی موت کے بعد یہ بازگشت سنائی دی گئی کہ اب اس میدان کا نام تبدیل ہو جانا چاہیے۔ قذافی اسٹیڈیم پاکستان کا پہلا کرکٹ میدان ہے جو اپنے اسٹینڈ بائے جنریٹرز سے چلنے والی جدید فلڈ لائٹس سے آراستہ ہے۔ مصنوعی روشنی میں یہاں کھیلا گیا پہلا میچ عالمی کپ 1996ء کا فائنل تھا جس میں سری لنکا اور آسٹریلیا مدمقابل تھے اور میدان سری لنکا نے مارا اور عالمی اعزاز اپنے نام کیا۔ پاکستان کرکٹ بورڈ کے صدر دفاتر بھی قذافی اسٹیڈیم میں واقع ہیں۔ اس میدان کے دو کنارے پویلین اینڈ اور کالج اینڈ کے نام سے جانے جاتے ہیں۔

قذافی اسٹیڈیم پر پہلا کرکٹ ٹیسٹ مقابلہ 21 نومبر تا 26 نومبر 1959ء پاکستان اور آسٹریلیا کی کرکٹ ٹیموں کے درمیان ہوا جس میں آسٹریلیا کو سات وکٹوں سے فتح یابی ہوئی جب کہ 13 جنوری 1978ء کو اس میدان پر کھیلے جانے والے پہلے ایک روزہ مقابلے میں پاکستان نے انگلستان کو 36 رنز سے شکست دی تھی۔ قذافی اسٹیڈیم نے 1990ء میں ہاکی ورلڈکپ کے فائنل مقابلے کی میزبانی بھی کی تھی جس میں میزبان پاکستان کو نیدرلینڈ کے ہاتھوں 3-1 سے شکست ہوئی تھی۔ قذافی اسٹیڈیم دنیائے کرکٹ کے کئی یادگار لمحات کا شاہد ہے۔ جن میں سب سے 'ہائی پروفائل' مقابلہ بلاشبہ 1996ء کے عالمی کپ کا فائنل تھا۔ اس زمانے میں ہدف کا تعاقب کرنے میں کوئی سری لنکا کا ثانی نہیں تھا اس لیے اُس نے ٹاس جیت کر آسٹریلیا کو بیٹنگ کی دعوت دی جس نے اسکوربورڈ پر 241 رنز کا مجموعہ اکٹھا کیا۔ کپتان مارک ٹیلر 74 اور رکی پونٹنگ 45 رنز کے ساتھ نمایاں ترین بلے باز رہے۔ جواب میں محض 23 رنز پر اپنے بہترین فارم کے حامل ابتدائی دونوں بلے بازوں کو کھونے کے بعد سری لنکا نے تجربہ کار اسانکا گروسنہا، اروندا ڈی سلوا اور کپتان ارجنا رانا ٹنگا کی شاندار بلے بازی کی بدولت ہدف 47 ویں اوور ہی میں حاصل کر لیا اور دنیائے کرکٹ کے سب سے بڑے اعزاز کا حقدار قرار پایا۔ یہ تاریخی مقابلہ قذافی اسٹیڈیم میں مصنوعی روشنیوں میں کھیلا گیا پہلا میچ تھا۔

یکم تا 6 دسمبر 1989ء کھیلے جانے والے ٹیسٹ مقابلے میں بھارت کے خلاف پاکستان کے پانچ کھلاڑیوں کے نقصان پر 699 رنز اس میدان پر بننے والا سب سے زیادہ مجموعہ ہے۔ جاوید میانداد، شعیب محمد، عمران خان، عبد القادر، محمد اظہر الدین، سچن ٹنڈولکر، کپیل دیو، روی شاستری جیسے معروف کھلاڑیوں پر مشتمل دونوں ٹیموں کا یہ مقابلہ برابر رہا تھا۔ اس میچ میں بھارت کی جانب سے سنجے منجریکر نے 218 اور محمد اظہر الدین نے 77 رنز جب کہ پاکستان کی جانب سے عامر ملک نے 113، جاوید میانداد نے 145 اور شعیب محمد نے ناقابلِ شکست رہتے ہوئے 203 رنز کی اننگز کھیلی۔ ان طویل اننگز کے باعث اس میچ میں دونوں ٹیموں کی پہلی اننگز بھی مکمل نہ ہو سکی اور بھارت کی پہلی اننگز (509 رنز) کے جواب میں پاکستان اپنی پہلی اننگز صرف پانچ کھلاڑیوں تک ہی کھیل سکا تھا کہ میچ ختم ہو گیا۔ اس میدان پر بننے والا دوسرا بڑا مجموعہ بھی پہلے ریکارڈ کی یاد دلاتا ہے۔ 13 تا 17 جنوری 2006ء کھیلے جانے والے ٹیسٹ میچ میں بھارت کے خلاف پاکستان نے پہلے بلے بازی کرتے ہوئے 679 رنز کا پہاڑ جیسا مجموعہ کھڑا کر دیا جس میں یونس خان کے 199، محمد یوسف کے 173، شاہد آفریدی کے 103 اور کامران اکمل کے 102 رنز شامل تھے۔ جواب میں بھارت کے اوپنر بلے باز وریندر سہواگ نے 254 رنز بنا ڈالے جب کہ اُن کے ساتھی راہول ڈریوڈ نے ناقابلِ شکست رہتے ہوئے 128 رنز اسکور کیے۔ بھارت کا مجموعہ ایک وکٹ کے نقصان پر 403 رنز تھا کہ ٹیسٹ میچ کے پانچ دن پورے ہو گئے اور مقابلہ برابر رہا۔ اسے قذافی اسٹیڈیم پر پاکستان کی بہترین کارکردگی کا ثبوت کہا جا سکتا ہے کہ اس میدان پر بننے والا تیسرا بڑا مجموعہ بھی پاکستان ہی کا ہے جب یکم تا 3 مئی 2002ء میں پاکستان نے نیوزی لینڈ کو 643 رنز کا ہدف دیا جس میں عمران نذیر کے 127 اور انضمام الحق کے 329 رنز شامل تھے۔ جواب میں نیوزی لینڈ کے سارے کھلاڑی پوری اننگز میں صرف 73 رنز بنا کر پویلین لوٹ گئے اور نیوزی لینڈ کو فالوآن کا سامنا کرنا پڑا۔ یہ اس میدان پر کسی بھی کرکٹ ٹیم کی جانب سے سب سے کم مجموعہ ہے۔ راولپنڈی ایکسپریس شعیب اختر نے 8.2 اوورز میں صرف 11 رنز کے عوض چھ وکٹیں لے کر نیوزی لینڈ کی ناؤ ڈبو دی تھی۔ یہ شعیب اختر کے کیریر کی سب سے بہترین گیند بازی تھی۔ دوسری اننگز میں شعیب اختر کا ساتھ نہ ہونے کے باوجود کیوی بلے باز اپنی اننگز 246 رنز ہی تک کھینچ سکے۔ یوں اس میچ میں پاکستان کو ایک اننگز اور 324 رنز سے فتح حاصل ہوئی۔ یہ اس میدان پر ٹیسٹ مقابلوں میں حاصل ہونے والی سب سے بڑی فتح ہے۔
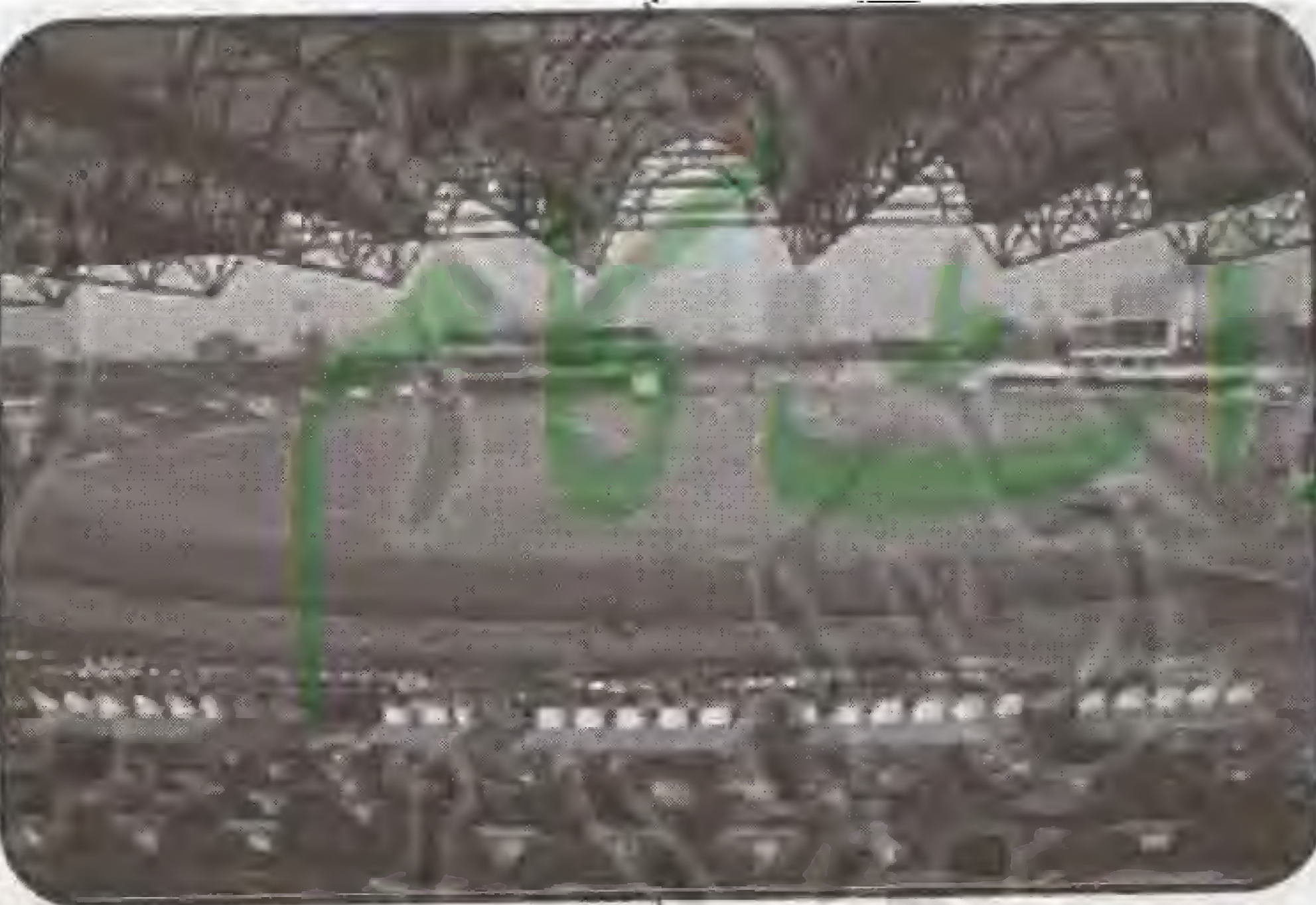
اس میدان پر سب سے بڑی فتح کا ذکر ہوا ہے تو کیوں نہ زبردست ایک اور بڑی فتح کا ذکر کیا جائے۔ 22 تا 27 مارچ 1982ء پاکستان اور سری لنکا کی کرکٹ ٹیموں کے درمیان ٹیسٹ میچ کھیلا گیا۔ سری لنکا نے پہلی اننگز میں 240 رنز بنائے اور پاکستان کی جانب سے عمران خان نے گیند بازی کا بہترین مظاہرہ کرتے ہوئے آٹھ وکٹیں لیں۔ ہدف کے تعاقب میں ظہیر عباس کے 134، محسن خان کے 129 اور ماجد خان کے 63 رنز کی بدولت پاکستان نے 7 کھلاڑیوں کے نقصان پر 500 رنز بنا کر اننگز ڈکلیئر کر دی۔ جواب میں سری لنکا صرف 158 رنز بنا سکا اور عمران خان نے ایک بار پھر عمدہ گیند بازی کا جادو دکھاتے ہوئے 6 کھلاڑی جب کہ توصیف احمد نے بقیہ 4 کھلاڑیوں کی وکٹیں سمیٹیں۔ یوں سری لنکا کو ایک اننگز اور 102 رنز کی شکست کا سامنا کرنا پڑا جو اس میدان پر دوسری بڑی شکست ہے۔ ٹیسٹ مقابلوں کے بعد ایک روزہ مقابلوں کی طرف رُخ کیا جائے تو اس میدان پر سب سے زیادہ مجموعہ سری لنکا کے 357 رنز ہیں جو اُس نے 25 جون 2008ء کو بنگلہ دیش کے خلاف بنائے تھے۔ جواب میں بنگلہ دیشی بلے باز 226 رنز بنا سکے اور اُنھیں 131 رنز سے شکست ہوئی۔ 24 جنوری 2009ء کو ایک میچ میں سری لنکا کے 309 رنز کے جواب میں پاکستان کی پوری ٹیم 22.5 اوورز میں صرف 75 رنز بنا کر پویلین سدھار گئی تھی۔ یہ اس میدان پر بننے والا سب سے کم ترین اسکور ہے۔ 12 اکتوبر 1997ء کو بھارت کے 216 رنز کے تعاقب میں پاکستانی اوپنر بلے باز اعجاز احمد نے ناقابلِ شکست رہتے ہوئے 84 گیندوں پر 139 رنز کی شاندار اننگز کھیلی جس میں 10 چوکے اور 9 چھکے شامل تھے۔ شاہد آفریدی نے اُن کا ساتھ دیتے ہوئے 47 رنز بنائے۔ یوں پاکستان نے یہ مقابلہ 9 وکٹوں سے جیت لیا۔ اعجاز احمد کا یہ اسکور مذکورہ اسٹیڈیم پر بننے والا سب سے زیادہ انفرادی مجموعہ ہے۔ قذافی اسٹیڈیم پر تاحال تین گیند بازوں کو ہیٹ ٹرک کرنے کا اعزاز حاصل ہوا ہے۔ پہلی ہیٹ ٹرک نیوزی لینڈ کے پیٹر پیٹرک نے 9 اکتوبر 1976ء کو پاکستان کے خلاف ایک روزہ میچ میں کی تھی، جب کہ پاکستان کے وسیم اکرم اور محمد سمیع نے سری لنکا کے خلاف ہیٹ ٹرک کی۔

2009ء میں قذافی اسٹیڈیم نے اپنی تعمیر کے 50 سال مکمل کیے لیکن اس سال ہونے والے ایک افسوس ناک واقعے کے باعث اسٹیڈیم کی گولڈن جوبلی کا حسن گہنا گیا۔ وہ 3 مارچ 2009ء کی صبح تھی۔ سری لنکن کرکٹ ٹیم پاکستان کے خلاف دوسرے ٹیسٹ میچ کے تیسرے دن کے کھیل کے لیے قذافی اسٹیڈیم جا رہی تھی کہ دہشت گردوں نے کرکٹ ٹیم کے کاروان پر شدید حملہ کیا۔ اس واقعے کے بعد پاکستان میں عالمی کرکٹ مقابلوں کا باب ایک طویل عرصے کے لیے بند ہو گیا۔ سکیورٹی خدشات کی جو بازگشت مختلف ممالک کی طرف سے سنائی دی جاتی تھی، دنیا نے اس کا عملی مظاہرہ یوں دیکھا کہ پاکستان کرکٹ بورڈ ہی نہیں، تمام پاکستانی شائقین کرکٹ گنگ ہو کر رہ گئے۔

پہلی بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کا ٹائٹل ڈھاکہ گلیڈی ایٹر کے نام رہا

esh Premier League T20
PIONS 2012

پہلی بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کا ٹائٹل پاکستانی اسٹارز سے سجی ڈھاکہ گلیڈی ایٹر نے اپنے نام کرلیا۔ فائنل میں باریسال برنز کو 8 وکٹوں سے شکست کا سامنا کرنا پڑا' احمد شہزاد کے 20 گیندوں میں 28 اور بریڈ ہوج کے 51 گیندوں میں ناقابل شکست 70 رنز کی بدولت برنز نے سات وکٹوں پر 140 رنز کا مجموعہ بورڈ پر سجایا پاکستانی بالرز شاہد آفریدی نے 3/23' رانا نوید نے 2/24' سعید اجمل نے 1/23 کی کارکردگی دی۔ عمران نذیر کی جارحانہ اننگز نے میچ یکطرفہ بنادیا۔ انہوں نے 43 گیندوں 6 چھکوں اور اتنے ہی چوکوں سے 75 رنز کی باری کھیلی۔ انعم الحق نے 49 ناقابل شکست رنز بناکر 16 ویں اوور کی چوتھی گیند پر ہدف حاصل کرلیا۔ پلیئر آف دی میچ کے لئے عمران نذیر جبکہ پلیئر آف دی سیریز کے لئے شکیب الحسن کا انتخاب کیا گیا۔ قبل ازیں کھیلے گئے پہلے سیمی فائنل میں باریسال برنز نے ڈرونٹو راج شاہی کو 8 وکٹ سے ہرادیا۔ راج شاہی نے 6 وکٹوں پر 184 رنز بنائے۔ سیمن ایروِن نے 61 گیندوں میں 3 چھکوں اور 8 چوکوں سے 82' کپتان مشفق الرحیم نے 33 گیندوں میں 6 چوکوں اور 3 چھکوں سے 58 جبکہ عبدالرزاق نے 19 گیندوں میں 2 چھکوں اور 3 چوکوں سے 32 رنز بنائے۔ یاسر عرفات نے 30 رنز دیکر 3 وکٹیں لیں۔ برنز نے احمد شہزاد کی جارحانہ سنچری کی بدولت ہدف 16 اوور میں 2 وکٹیں گنوا کر حاصل کرلیا۔ احمد شہزاد نے صرف 49 گیندوں میں 2 چھکوں اور 12 چوکوں سے 113 رنز' بریڈ ہوج نے 23 گیندوں میں اور فل مسٹرڈ نے 20 گیندوں میں یکساں 33 رنز بنائے۔ احمد شہزاد کو مین آف دی میچ قرار دیا گیا۔ دوسرے سیمی فائنل میں ڈھاکہ گلیڈی ایٹر نے کھلنا رائل بنگالز کو 9 رنز سے شکست دی۔ ڈھاکہ نے 4 وکٹوں پر 191 رنز بنائے۔ عمران نذیر نے 25 گیندوں میں 2 چھکوں اور 6 چوکوں سے 41' اظہر محمود نے 39 گیندوں میں 6 چوکوں اور 3 چھکوں سے 65' محمد اشرفل نے 33 گیندوں میں 47' جبکہ شاہد آفریدی نے 11 گیندوں میں 3 چھکوں سے ناقابل شکست 27 رنز اسکور کیے۔ محمد حفیظ نے 31 رنز کے عوض ایک وکٹ حاصل کی۔ کھلنا رائل 7 وکٹوں پر 182 رنز بنا سکی۔ شکیب الحسن نے 41 گیندوں میں 4 چھکوں اور 9 چوکوں سے 86 ناٹ آؤٹ رنز بنائے۔ ناصر حسین نے 35' چندر پال نے 25' محمد حفیظ نے 4 چوکوں سے 24 رنز بنائے۔ ہرشل گبز 2 اور رجاد اعظم ایک رن بنا سکے۔ الیاس سنی نے 29 رنز کے عوض 3 وکٹیں حاصل کیں۔ اظہر محمود کو مین آف دی میچ قرار دیا گیا۔
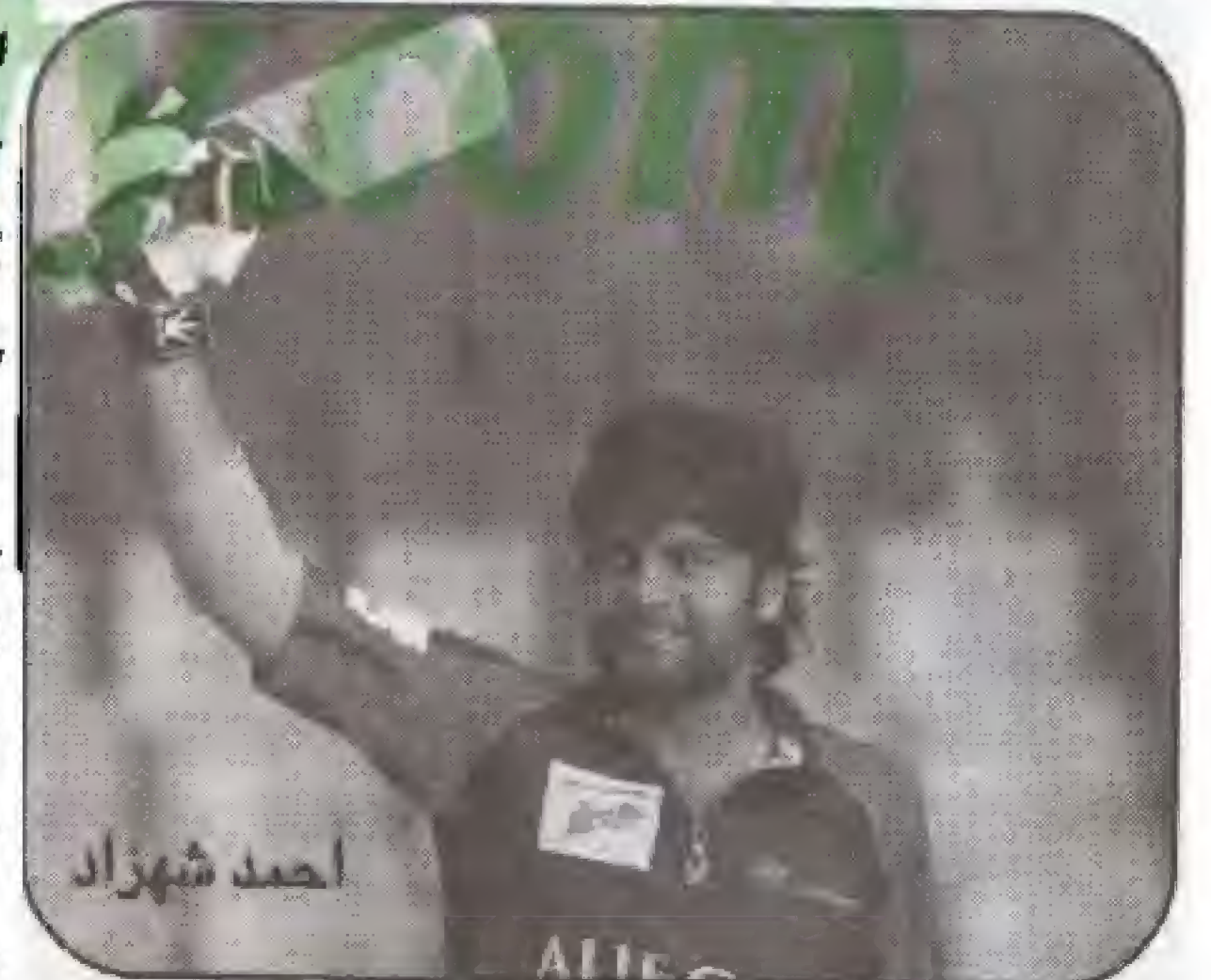
احمد شہزاد

بنگلہ دیش پریمیئر لیگ ٹاپ بیٹسمین (اہلیت 250 یا زائد رنز)

بیٹسمین	ٹیم	میچز	رنز	بہترین	اوسط	50	100	چوکے/چھکے
احمد شہزاد	باریسال برنز	12	486	113	48.60	4	1	25/46
عمران نذیر	ڈھاکہ گلیڈی ایٹر	11	390	75	48.33	4	0	18/38
کامران اکمل	سلہٹ رائلز	10	365	82	39.55	5	0	16/43
بریڈ ہوج	باریسال برنز	12	346	70	43.25	3	0	18/30
ڈیوائن اسمتھ	کھلنا رائل بنگالز	11	346	103*	43.25	2	1	20/22
ناصر جمشید	چٹاگانگ کنگز	10	328	86*	41.00	3	0	10/32
پیٹر ٹریگو	سلہٹ رائلز	9	311	68*	38.87	3	0	5/28
اظہر محمود	ڈھاکہ گلیڈی ایٹر	11	298	77*	33.11	2	0	11/35
کرس گیل	باریسال برنز	5	288	116	96.00	0	2	26/19
شکیب الحسن	کھلنا رائل بنگالز	11	280	86*	40.00	-	1	7/29
چندر پال	کھلنا رائل بنگالز	10	275	87*	34.37	-	2	7/30
محمد اشرفل	ڈھاکہ گلیڈی ایٹر	12	258	53	28.66	-	1	5/23

الیاس سنی

بنگلہ دیش پریمیئر لیگ ٹاپ بالرز (اہلیت دس یا زائد وکٹ)

بالرز	ٹیم	میچز	اوورز	رنز	وکٹیں	بہترین	رنز فی اوور	اوسط
الیاس سنی	ڈھاکہ گلیڈی ایٹر	12	37.4	253	17	3/17	6.71	14.88
محمد سمیع	ڈرونٹو راج شاہی	11	41.1	268	17	5/6	6.51	15.76
شکیب الحسن	کھلنا رائل بنگالز	11	42	299	15	2/19	7.11	19.93
انعام الحق جونیئر	چٹاگانگ کنگز	9	30	188	13	3/22	6.26	14.46
سہیل تنویر	سلہٹ رائلز	10	34	202	13	4/13	5.94	15.53
یاسر عرفات	باریسال برنز	10	31	257	13	3/25	8.29	19.76
کیون کوپر	چٹاگانگ کنگز	9	29	198	11	3/13	6.82	18.00
عبدالرزاق	کھلنا رائل بنگالز	11	36	213	11	2/7	5.91	19.36
عرفات سنی	چٹاگانگ کنگز	10	34.5	213	11	3/13	6.11	19.36
رانا نوید الحسن	ڈھاکہ گلیڈیٹر	11	42	303	11	3/18	7.21	27.54
آندرے رسل	کھلنا رائل بنگالز	8	23	205	10	4/35	8.91	20.50
ثقلین ساجب	ڈرونٹو راج شاہی	11	33	265	10	3/22	8.03	26.50
سہروردی شوو	باریسال برنز	11	35	266	10	3/20	7.60	26.60
مشرفی مرتضیٰ	ڈھاکہ گلیڈی ایٹر	11	40	274	10	2/20	6.85	27.40
ڈیرن براوو	چٹاگانگ کنگز	10	36	327	10	3/17	9.08	32.70

بنگلہ دیش پریمیئر لیگ: ٹھکرائے اور آزمائے ہوئے کھلاڑیوں کا اجتماع!!

گزشتہ دنوں کی بات ہے کہ آفس پہنچتے ہی میرے ایک ساتھی یہ سوال کر بیٹھے کہ "کیا آپ کے خیال میں پاکستان کی موجودہ ٹیم کے لئے ناصر جمشید کا سلیکشن نہیں ہونا چاہئے' اس نے آج بنگلہ دیش پریمیئر لیگ میں بڑی اچھی اننگ کھیلی ہے۔" میں نے بڑے اطمینان کے ساتھ ان کا سوال بھی سنا اور پھر بڑے تحمل سے جواب بھی دیا جسے سن کر وہ سر ہلاتے ہوئے اپنے کام میں مصروف ہوگئے۔ میرے ذہن سے مگر ان کا سوال چپکا رہا اور میں نے سوچا کہ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ میں پاکستانی کھلاڑیوں کی "شاندار" کارکردگی کے پیش نظر نہ جانے کتنے ہی اہل وطن اس خام خیالی کا شکار ہو چکے ہوں گے کہ پاکستان کرکٹ کے ٹھکرائے ہوئے کھلاڑیوں کو قومی ٹیم میں واپس لانا چاہئے جن میں ابھی کافی کرکٹ باقی ہے اور وہ اسی لئے کامیابی سے کھیل رہے ہیں۔ شاید یہ تاثر کھیل سے واجبی سی رغبت رکھنے والے کو "سنہری خواب" دیکھنے پر مجبور کردے مگر میں اسے یکسر مختلف انداز سے دیکھنا چاہوں گا اور میری خواہش ہوگی کہ کھیل کے مداح بھی اس کی حقیقت کو جان لیں۔

بنگلہ دیش پریمیئر لیگ میں شرکت کرنے والے پاکستانی کھلاڑیوں یا تو کھیل میں اپنا بہترین وقت گزار چکے ہیں اور یا ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کو کئی مرتبہ آزمائش پر اتارا گیا مگر وہ تسلسل کے ساتھ پرفارم کرنے میں ناکام رہے۔ ناصر جمشید' شاہ زیب حسن' احمد شہزاد اور سہیل تنویر کے بارے میں یہ کہنا تو سراسر غلط ہوگا کہ وہ اب کبھی قومی ٹیم میں نہیں آسکتے مگر یہ کہنے میں بھی کوئی عار نہیں کہ انہیں ایک بار پھر ٹیم میں واپسی کے لئے اپنے اندر انقلابی تبدیلیوں کی ضرورت ہے' نہ صرف کھیل کے اعتبار سے بلکہ ذاتی شخصیات کے حوالے سے بھی۔ وہ محض چند اچھی اننگز اور تھوڑی سی وکٹیں لے کر قومی ٹیم کا بند دروازہ نہیں کھول سکتے ہیں اب یہاں ناصر جمشید سے ہی بات شروع کرلیں جس کو کم عمری میں ٹاپ لیول کرکٹ میں چانس دیا گیا اور اس نے بڑی کرکٹ کی لاعلمی کے باوجود ابتدا میں کچھ اچھی اننگز کھیلیں مگر جب کھیل کی سمجھ آئی اور اس نے درست طریقے سے کھیلنے کی کوشش کی تو تقدیر نے اس کا ساتھ چھوڑ دیا۔ ڈومیسٹک کرکٹ میں کامیابی کی بنیاد پر قومی ٹیم میں آنے اور ناکامی کے بعد دوبارہ اسی سطح پر واپسی ایک معمول بن گئی ہے اور یہ پریکٹس ہمارے نوجوان کھلاڑی مستقل کرتے رہتے ہیں مگر مستقل مزاجی کے ساتھ اچھے کھیل کی عادت نہیں ڈالتے۔ ناصر جمشید اور احمد شہزاد یا شاہ زیب حسن جیسے بیٹسمینوں کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ غیر ضروری جارحانہ مزاجی کا سہارا لیتے ہوئے کبھی رنز کر ڈالتے ہیں اور کبھی نہیں مگر یہ سوچنے کی زحمت نہیں کرتے کہ ان کی کامیابی یا ناکامی کا اصل سبب کیا ہے؟ وہ شاٹس کے بعد شاٹس کی قطار سجاتے ہوئے اگلے میچ میں وہی طریقہ کار اپناتے ہیں حالانکہ کرکٹ اور مدمقابل بالرز تبدیل ہو چکے ہوتے ہیں اور ہر جگہ ایک ہی جیسا رویہ کارآمد ثابت نہیں ہوتا' ناکامی کا سامنا کرتے ہوئے بھی وہ مطمئن رہتے ہیں اور یہ کہتے ہوئے قومی ٹیم سے رخصت ہوجاتے ہیں کہ ڈومیسٹک کرکٹ میں کارکردگی دکھا کر دوبارہ واپس آجائیں گے یا اپنی خامیوں کو دور کرنے کی کوشش کریں گے۔ جب کھلاڑی میں اپنی جگہ کے "کھونے" کا احساس باقی نہ رہے تو اس کا مستقبل کبھی پائیدار نہیں ہوتا بلکہ "کنارے" پر ہی رہتا ہے۔

یہاں محمد حفیظ کی مثال سامنے رکھیں کہ اس نے کئی سال تک اچھی اور بری کارکردگی کے درمیان جھولنے کے بعد آخرکار اپنے اندر وہ مضبوطی پیدا کرلی جس نے اسے ٹیم کا ایسا لازمی رکن بنا دیا جس کے بغیر کوئی کپتان نہیں کھیلنا چاہے گا' آج عالمی رینکنگ میں ایک اچھے مقام پر فائز کھلاڑی پر اس کی ٹیم ہر طرح سے بھروسہ کرتی ہے مگر یہی اعتماد "لاابالی" فطرت کے مالک ناصر جمشید' احمد شہزاد اور شاہ زیب میں دکھائی نہیں دیتا جو واضح طور پر ٹی 20 کرکٹ کی مخصوص "پراڈکٹ" سے زیادہ کی اہمیت نہیں رکھتے اور اپنے ساتھ کھیلنے والے عمران نذیر سے بھی سبق نہیں لیتے جو دیار غیر میں ہونے والی لیگ کرکٹ میں تو بے پناہ باصلاحیت اور کارگر نظر آتے ہیں مگر پاکستان کو قطعی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ کیا یہ کہنا غلط ہوگا کہ یہ تمام کھلاڑی "دباؤ" میں کھیلنے کے عادی نہیں ہیں جن کو ایسے حالات میں کھیلنے کا طریقہ ہی نہیں آتا جب کچھ "داؤ" پر لگا ہو کیونکہ جب اپنے کیریئر "داؤ" پر لگے دیکھ کر وہ پرفارم نہ کر سکے تو اب کیا کریں گے؟ احمد شہزاد کی بے پناہ جارحانہ مزاجی بیٹنگ میں تو نقصان کا باعث ہے ہی مگر یہ اس کی شخصیت کو بھی بری طرح متاثر کرتی رہی ہے۔ جونیئر اور اے ٹیموں کے ساتھ دوروں پر اس نے جو "حرکات" کیں انہیں فراموش کر کے شاید غلطی کی گئی کیونکہ آج بھی وہ میدان میں "غلط الفاظ کے استعمال" سمیت کچھ بھی کر گزرنے پر تیار رہتا ہے۔ بنگلہ دیش میں اسی نام نہاد "ایگریشن" کے باعث اس پر جرمانہ عائد کیا گیا جس کی وجہ سے ملک کی بدنامی الگ ہوئی اور اس کو ایک کامیاب کھلاڑیوں کے روپ میں دیکھنے کے منتظر مداحوں کو مایوسی کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اگر اس کم عمری میں اس کو اپنی زبان اور الفاظ پر قابو نہیں ہے تو آگے چل کر کیا ہوگا؟ کیا ایسا کھلاڑی قومی ٹیم کے لئے مفید ثابت ہوسکتا ہے جو کسی میچ میں بھی جرمانے یا پابندی کی سزا کے لئے تیار ہو؟۔

یہاں جن کھلاڑیوں کو تذکرہ ہو رہا ہے ان میں سہیل تنویر کو بھی شامل کرلیں تو شاید غلطی نہیں ہوگی کہ ان کے بارے میں بھی آف دی فیلڈ کچھ زیادہ اچھی داستانیں موجود نہیں جبکہ میدان کے وسط میں ان کی عمدہ کارکردگی کے قصے کافی پرانے ہو چکے ہیں اور وہ اب اپنی "بیسٹ پرفارمنس" کے پاسنگ بھی دکھائی نہیں دیتے اور اسی لئے میں نے ان تمام کھلاڑیوں کے لئے انقلابی تبدیلیوں کا لفظ استعمال کیا جس کے تحت ان کی کسی وقت واپسی ممکن ہے۔ اگر ان کی کسی معمولی سی بہتر کارکردگی کی باعث انہیں واپسی کا ٹکٹ مل بھی گیا تو بہت جلد انہیں پھر ڈومیسٹک اور دوسرے درجے کی لیگ کرکٹ میں جائے پناہ تلاش کرنا ہوگی۔

اب بات بنگلہ دیش پریمیئر لیگ کی جہاں عمدہ کارکردگی کا کوئی بھی مظاہرہ اس لئے قابل قبول نہیں ہوسکتا کہ بی پی ایل مجموعی اعتبار سے "ناکام اور ٹھکرائے ہوئے کھلاڑیوں کا ایک اجتماع" ہے جس میں عالمی کرکٹ کے موجودہ اسٹارز بھی محض اپنی "فراغت" کو کیش کرا رہے ہیں اور ان حالیہ کھلاڑیوں میں زیادہ تر بنگلہ دیشی ہیں جن کی عالمی کرکٹ میں کوئی خاص "وقعت" نہیں۔ شاید سابق کپتان شکیب الحسن کی بھی نہیں جو کہ آل راؤنڈرز کی درجہ بندی میں چند بڑے ناموں پر صرف اس لئے حکمران بن گیا کہ اس کی کارکردگی اپنی جیسی ٹیموں کے خلاف ہی شاندار تھی جس کی بنیاد پر اسے پوائنٹس ملتے رہے۔ جس لیگ میں محمد سمیع اور رشان ایرون جیسے فاسٹ بالرز اور عبدالرزاق جیسے میڈیم پیسر موجود ہوں ان کے خلاف کسی بیٹسمین کی شاندار اننگ کو کس کسوٹی پر پرکھا جائے؟ اظہر محمود' سنتھ جیا سوریا' ہرشل گبز' مارلن سیمولز اور بریڈ ہوج کے ساتھ یا خلاف کھیل کر کسی کو کیا مرتبہ اور مقام مل سکتا ہے؟ اگر یہ کہا جائے کہ کرس گیل بھی اسی لیگ میں کھیل رہا ہے تو اسے اب ٹی 20 سے زیادہ کا بیٹسمین سمجھا ہی نہیں جاتا جسے اس کی اپنی قومی ٹیم کھلانے سے گریزاں ہے۔ ویسٹ انڈین کھلاڑی برسہا برس سے پیسے کمانے کے لئے اس طرح کی مہم جوئی کرتے رہے ہیں اور شیونرائن چندرپال سمیت تمام سیاہ فام کھلاڑی ایسا ہی کررہے ہیں جن کی اپنی قومی ٹیموں سے کھیلنے کی لگن ختم ہو چکی ہے۔

کرس گیل' ڈوین براوو' کامران اکمل یا ایسے ہی چند اور حالیہ کھلاڑی اس وقت نوجوانوں کو آگے بڑھنے پر نہیں اکسا سکتے جب وہ خود اپنی ٹیموں میں واپسی کی سوچ نہ رکھتے ہوں اور یا انہیں جان بوجھ کر "مسترد" کردیا گیا ہو۔ بنگلہ دیش پریمیئر لیگ جیسے دوستانہ اور مقابلے سے عاری ٹورنامنٹ میں بالرز ہی نہیں بیٹسمین بھی ایسے حریفوں کے خلاف کامیاب رہے جن میں "دم خم" باقی نہیں رہا اور اگر بنگلہ دیشی میدانوں پر انجام دیئے گئے "کارناموں" پر کسی کھلاڑی کو اس کی قومی ٹیم میں جگہ ملتی ہے تو یہ گھاٹے کا سودا ہوگا جس کے نقصانات جلد یا بدیر سامنے آجائیں گے۔ پاکستان کی نئی سلیکشن کمیٹی نے بھی ایک جوا کھیلا ہے اور ہم صرف دعا ہی کرسکتے ہیں کہ یہ کامیاب رہے ورنہ اس بات پر یقین کرنا پڑے گا کہ سلیکٹرز دیکھنے اور سننے کے ساتھ ساتھ سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت بھی کھو بیٹھے ہیں!!

> "ایک ایسی لیگ میں جہاں ماضی کے پٹے ہوئے مہرے اور آزمائے ہوئے بازو اپنی "فراغت" کو کیش کرا رہے ہوں' اس میں عمدہ کارکردگی کے بل پر قومی ٹیم میں جگہ ایک جوا ہوگا"

MAB

کامران اکمل

محمد سمیع

رانا نوید الحسن

اظہر محمود

رونا کو مورٹن کے کیریئر کے یادگار لمحات

ویسٹ انڈین مڈل آرڈر بیٹسمین رونا کومورٹن کی ٹریفک حادثے میں ہلاکت!

تند مزاجی اس کے کھیل میں بھی کبھار ہی جھلکتی تھی مگر یہ اس کی شخصیت پر حاوی ضرور تھی جس کی وجہ سے رونا کو مورٹن کو کھیل میں قدم رکھنے کے بعد مشکلات سے بھی دوچار رہنا پڑا مگر مزاج کی یہی تیزی جب ڈرائیونگ میں منتقل ہوئی تو جان لیوا ثابت ہوئی۔ 5 مارچ کو اپنے قصبے چیس سے ساؤتھ باؤنڈ جانے کے لئے مورٹن کی کار سولومن ہائی وے پر دوڑ رہی تھی کہ تیز رفتاری کے باعث بے قابو ہو کر سڑک کے کنارے نصب کھمبے سے ٹکرا گئی۔ مورٹن کو فوری طور پر شدید زخمی حالت میں اسپتال لے جایا گیا مگر وہ زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے 33 برس کی عمر میں اس دار فانی سے کوچ کر گیا۔ کرس گیل نے مورٹن کی وفات پر انہیں سراہتے ہوئے کہا کہ ''ویسٹ انڈین کرکٹ ایک جنگجو کھلاڑی سے محروم ہو گئی۔'' مگر شاید یہ ایک ایسا چراغ تھا جو اپنی روشنی پھیلانے سے قبل ہی گل ہو گیا۔

22 جولائی 1978ء کو نیوس میں رونا کو شکور مورٹن کا جنم ہوا جہاں کرکٹ کا کھیل تو دوسرے جزائر کی طرح مقبول ہے مگر یہاں سے بہت زیادہ ٹیسٹ کرکٹرز سامنے نہیں آسکے ہیں۔ ان کا کیریئر ابتداء سے ہی مشکلات سے دوچار رہا جس میں سب سے بڑی مشکل تو وہ تھی جب جولائی 2001ء میں مورٹن کو نظم وضبط کی خلاف ورزیوں کے باعث ویسٹ انڈین اکیڈمی سے نکال باہر کیا گیا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ ان کا کیریئر شروع ہونے سے پہلے ہی ختم ہو چکا ہے مگر کسی قسم کی تنگی کا اثر قبول کئے بغیر مورٹن نے محنت جاری رکھی اور لیوارڈ آئی لینڈ کے لئے بسٹا کپ میں تواتر کے ساتھ کامیابی حاصل کرتے رہے۔ فروری 2002ء میں آخر کار ان کا انتظار ختم ہوا اور انجریز میں گھری ویسٹ انڈین ٹیم میں انہیں مارلن سیموئلز کی جگہ منتخب کر لیا گیا۔ اسی وقت یہ بات کہی جانے لگی تھی کہ وہ چھوٹے سے جزیرے کے ان چند ٹیسٹ کھلاڑیوں میں سے ایک بننے جا رہے ہیں جن کی تعداد انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے۔

پاکستان کے خلاف شارجہ میں کھیلے گئے دو ون ڈے میچوں میں 16 اور 3 رنز کے بعد مورٹن کو ٹیم سے باہر کر دیا گیا مگر مئی 2005ء میں ان کی واپسی ہوئی تو پاکستان کی ٹیم ویسٹ انڈیز کے دورے پر تھی۔ گروس آئلٹ میں کیریئر کا چوتھا ون ڈے کامیابی کی خبر لایا جس میں مورٹن نے 55 رنز بنا کر اپنی پہلی نصف سنچری رجسٹر کرائی جو انہیں سری لنکا کے دورے پر لے جانے کا باعث بنی جہاں انہوں نے کولمبو کے سنہالیز اسپورٹس کلب گراؤنڈ پر 43 رنز کی اننگ سے اپنا ٹیسٹ کیریئر شروع کیا مگر دو ٹیسٹ میچوں میں 53 رنز ہی بنا سکے تاہم اسی دوران کولمبو میں بھارت کے خلاف ون ڈے میچ میں 84 رنز کی اننگ نے کیریئر کو سنبھال لیا۔ فروری 2006ء میں نیوزی لینڈ کے دورے پر مورٹن نے کوئنز ٹاؤن میں 39 اور کرائسٹ چرچ میں 58 رنز اسکور کرنے کے بعد نیپئر میں کیریئر کی اولین ون ڈے سنچری بنائی اور *110 رنز بنا کر ناقابل شکست رہے جو ان کا سب سے عمدہ ون ڈے اسکور بھی رہا۔ اسی دوران ویلنگٹن ٹیسٹ میں 63 اور نیپئر میں *70 رنز کی اننگز نے یہ دورہ مورٹن کے لئے یادگار بنا دیا مگر 2007ء میں پاکستان اور انگلینڈ کے خلاف ٹیسٹ سیریز میں انہیں نمایاں کامیابی نہ مل سکی۔

پاکستان میں تین اننگز کے دوران 42 رنز سے قبل دائیں ہاتھ کے بیٹسمین نے زمبابوے کے خلاف ون ڈے سیریز میں 79 اور 109 رنز کی عمدہ باریاں تخلیق کی تھیں مگر بھارت کے خلاف اپنے ہی میدانوں پر انہیں جدوجہد کا شکار ہونا پڑا جب چار میچوں میں ان کے بیٹ سے 23 اور 27 رنز ہی نکل سکے۔ بھارت میں کھیلے گئے ون ڈے ٹورنامنٹ میں ممبئی پر آسٹریلیا کے خلاف *90 رنز کی اننگ ایک عمدہ کارنامہ تھا جس کے بعد بھارت کے خلاف بھی 45 رنز کی اننگ سامنے آئی مگر پاکستان کے خلاف فیصل آباد میں 43 رنز کی اننگ کے بعد انہیں مسلسل خراب کارکردگی کا سامنا رہا۔ اس ناکامی کا خاتمہ *82 رنز کی اننگ سے ہوا جو انگلینڈ کے خلاف ناٹنگھم میں کھیلی گئی مگر اسی دوران مورٹن چار ٹیسٹ میچوں میں انگلینڈ کے خلاف مانچسٹر پر ہی 54 رنز کی اننگ کھیل سکے۔ 2007ء کے اواخر میں زمبابوے کے دورے پر ان کی فارم بحال ہوئی تو مورٹن نے ہرارے میں کھیلے گئے ون ڈے میچوں میں 54، 79 اور 38 رنز اسکور کرنے کے بعد بلاوایو میں بھی 79 رنز کی اننگ کھیل ڈالی مگر جنوبی افریقہ پہنچ کر انہیں پھر مشکلات سے دوچار ہونا پڑا جہاں ون ڈے سیریز میں سینچورین پر 41 رنز کی باری نمایاں رہی جبکہ تین ٹیسٹ میچوں میں 100 رنز کی کوئی خاص کارکردگی نہ تھی جس میں پورٹ الزبتھ پر 33 اور ڈربن میں 37 رنز کی اننگز ہی قابل ذکر تھیں۔

اگرچہ 2008ء میں آسٹریلیا کے خلاف کنگسٹن ٹیسٹ میں 67 رنز نے تھوڑی سی امید پیدا کی مگر دو ٹیسٹ میچوں میں 92 رنز کے ساتھ 15 ٹیسٹ میچوں پر مشتمل کیریئر ختم ہو گیا جس کے دوران مورٹن نے 27 اننگز میں 22.03 کی معمولی اوسط سے چار نصف سنچریوں سمیت 573 رنز اسکور کئے۔ ویسٹ انڈین سلیکٹرز نے فیلڈ سے باہر مختلف مسائل کا سبب بننے والے کھلاڑی کو 2009ء کے وسط میں ایک مرتبہ پھر موقع دیا مگر انگلینڈ کے خلاف برمنگھم میں 21 رنز ہی سامنے آسکے۔ اسی سال بھارت کے خلاف ہوم سیریز میں مورٹن نے کنگسٹن میں 42 اور پھر اگلے میچ میں ناقابل شکست 85 رنز اسکور کئے لیکن فروری 2010ء میں آسٹریلیا کے خلاف رونا کامیوں نے ان کی راہ میں دیوار کھڑی کر دی اور یوں ان کا 56 میچوں پر مشتمل ون ڈے کیریئر ایڈیلیڈ میں ختم ہو گیا جس کے دوران انہوں نے 33.75 کی اوسط سے 1519 رنز دو سنچریوں اور دس نصف سنچریوں کی مدد سے بنائے اور سات مرتبہ صفر کا بھی سامنا کیا۔ یہ محض بدقسمتی کہی جا سکتی ہے کہ جس طرز کی کرکٹ میں وہ سب سے زیادہ کامیاب رہے اس میں انہیں 8 برس کے دوران بہت کم مواقع مل سکے جس کی وجہ سلیکشن پالیسی کے ساتھ ہی مورٹن کا اپنا لاابالی پن بھی تھا۔

> رونا کومورٹن کی ہلاکت نے بین ہولی اوک کی موت کا زخم تازہ کر دیا ہے جو اسی طرح ٹریفک کے حادثے کی نذر ہو گیا تھا

2006ء میں آکلینڈ پر نیوزی لینڈ کے خلاف پہلا ٹی 20 انٹرنیشنل کھیلنے والے رونا کو مورٹن نے اپنی جارح مزاجی کا کوئی بڑا ثبوت اس طرز کی کرکٹ میں پیش نہیں کیا اور بین الاقوامی سطح پر آسٹریلیا کے خلاف سڈنی میں جب آخری میچ کھیلا تو صفر کا سامنا کیا مگر اس سے پہلے وہ ہوبارٹ میں 40 رنز کی اننگ کھیلنے میں کامیاب ہو چکے تھے۔ سات ٹی ٹوئنٹی میچوں میں 16.00 کی اوسط سے 96 رنز بھی وہ صرف 93.20 کے اسٹرائیک ریٹ سے بنا سکے اور اس طرز کی کرکٹ میں 103 گیندوں کا سامنا کرنے کے باوجود صرف 8 چوکے اور دو چھکے ہی سید کئے۔ اگر ویسٹ انڈین کرکٹ کے لحاظ سے دیکھا جائے تو رونا کو مورٹن ایک عام سا کھلاڑی تھا جس نے ایسے دور میں کرکٹ کھیلی جب ویسٹ انڈیز میں صلاحیت کا کال پڑ چکا تھا اور سلیکٹرز ذرا سے بھی بہتر کھلاڑی پر چانس لینے سے گریز نہیں کرتے تھے مگر کچھ بھی ہو وہ اتنا بہتر ضرور تھا کہ اپنے جزیرے نیوس کا نام بلند کر سکے۔ مورٹن کی حادثے میں ہلاکت نے ماضی میں بین ہولی اوک کی موت کا زخم تازہ کر دیا ہے جو اسی طرح ٹریفک حادثے کی نذر ہو گیا تھا۔ مورٹن کے ریکارڈ مختصر اور معمولی سہی لیکن اسے آسانی سے فراموش نہیں کیا جا سکے گا۔ اس کی آمد شاید دھماکہ خیز اور یادگار نہ تھی مگر اس کی رخصتی جس انداز سے ہوئی وہ برسوں یاد رہے گی۔ MAB

Asia Cup - Final | Tweet 561

Bangladesh v Pakistan

Pakistan won by 2 runs

ODI no. 3267 | 2011/12 season
Played at Shere Bangla National Stadium, Mirpur
22 March 2012 - day/night (50-over match)

Pakistan innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
Mohammad Hafeez	c Nazmul Hossain b Abdur Razzak	40	105	87	4	0	45.97
Nasir Jamshed	c Mahmudullah b Mashrafe Mortaza	9	23	8	2	0	112.50
Younis Khan	lbw b Nazmul Hossain	1	8	5	0	0	20.00
Misbah-ul-Haq*	run out (Nasir Hossain)	13	48	23	1	0	56.52
Umar Akmal	c †Mushfiqur Rahim b Mahmudullah	30	80	45	0	1	66.66
Hammad Azam	c & b Shakib Al Hasan	30	48	37	3	1	81.08
Shahid Afridi	c Nasir Hossain b Shakib Al Hasan	32	32	22	4	1	145.45
Sarfraz Ahmed†	not out	46	67	52	4	0	88.46
Umar Gul	c Shakib Al Hasan b Mashrafe Mortaza	4	13	6	0	0	66.66
Saeed Ajmal	b Abdur Razzak	4	7	7	0	0	57.14
Aizaz Cheema	not out	9	22	11	1	0	81.81
Extras	(b 2, lb 8, w 4, nb 4)	18					
Total	(9 wickets, 50 overs)	236	(4.72 runs per over)				

Fall of wickets 1-18 (Nasir Jamshed, 4.2 ov), 2-19 (Younis Khan, 5.2 ov), 3-55 (Misbah-ul-Haq, 14.5 ov), 4-70 (Mohammad Hafeez, 21.2 ov), 5-129 (Hammad Azam, 33.3 ov), 6-133 (Umar Akmal, 34.5 ov), 7-178 (Shahid Afridi, 41.3 ov), 8-199 (Umar Gul, 44.3 ov), 9-206 (Saeed Ajmal, 45.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mashrafe Mortaza	10	0	48	2	4.80	(1w)
Nazmul Hossain	8	1	36	1	4.50	
Abdur Razzak	10	3	26	2	2.60	
Shahadat Hossain	9	0	63	0	7.00	(3nb, 2w)
Shakib Al Hasan	10	1	39	2	3.90	(1w)
Mahmudullah	3	0	14	1	4.66	

Bangladesh innings (target: 237 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
Tamim Iqbal	c Younis Khan b Umar Gul	60	90	68	8	0	88.23
Nazimuddin	c Younis Khan b Shahid Afridi	16	62	52	0	0	30.76
Jahurul Islam	c Younis Khan b Saeed Ajmal	0	4	5	0	0	0.00
Nasir Hossain	c Misbah-ul-Haq b Umar Gul	28	108	63	1	0	44.44
Shakib Al Hasan	b Aizaz Cheema	68	95	72	7	1	94.44
Mushfiqur Rahim*†	c Nasir Jamshed b Aizaz Cheema	10	14	8	1	0	125.00
Mahmudullah	not out	17	44	16	1	0	106.25
Mashrafe Mortaza	c Nasir Jamshed b Saeed Ajmal	18	14	9	2	0	200.00
Abdur Razzak	b Aizaz Cheema	6	18	8	0	0	75.00
Shahadat Hossain	not out	0	1	1	0	0	0.00
Extras	(lb 5, w 4, nb 2)	11					
Total	(8 wickets, 50 overs)	234	(4.68 runs per over)				

Did not bat Nazmul Hossain

Fall of wickets 1-68 (Nazimuddin, 16.4 ov), 2-68 (Jahurul Islam, 17.5 ov), 3-81 (Tamim Iqbal, 23.1 ov), 4-170 (Nasir Hossain, 42.3 ov), 5-179 (Shakib Al Hasan, 43.4 ov), 6-190 (Mushfiqur Rahim, 45.1 ov), 7-218 (Mashrafe Mortaza, 47.4 ov), 8-223 (Abdur Razzak, 49.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mohammad Hafeez	10	0	30	0	3.00	(1w)
Umar Gul	10	2	65	2	6.50	(1nb)
Saeed Ajmal	10	2	40	2	4.00	(1w)
Shahid Afridi	10	1	28	1	2.80	(1w)
Aizaz Cheema	7	0	46	3	6.57	(1nb)
Hammad Azam	3	0	20	0	6.66	(1w)

Australia in West Indies ODI Series - 2nd ODI | Tweet 18

West Indies v Australia

West Indies won by 5 wickets (with 10 balls remaining) (D/L method)

ODI no. 3264 | 2011/12 season
Played at Arnos Vale Ground, Kingstown, St Vincent
18 March 2012 (50-over match)

Australia innings (40 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
SR Watson*	c sub (D Bishoo) b Sammy	25	59	41	1	1	60.97
DA Warner	b Roach	13	27	20	1	0	65.00
PJ Forrest	c Sammy b Roach	0	4	4	0	0	0.00
MEK Hussey	c †Baugh b Narine	24	67	52	1	0	46.15
DJ Hussey	b Narine	37	100	62	4	0	59.67
GJ Bailey	c Samuels b DJ Bravo	21	27	26	2	0	80.76
DT Christian	run out (Narine/†Baugh)	6	15	11	0	0	54.54
MS Wade†	c Pollard b Narine	3	15	10	0	0	30.00
B Lee	not out	11	12	6	0	1	183.33
CJ McKay	st †Baugh b Narine	6	7	7	0	0	85.71
XJ Doherty	not out	0	3	2	0	0	0.00
Extras	(b 2, lb 3, w 2, nb 1)	8					
Total	(9 wickets; 40 overs)	154	(3.85 runs per over)				

Fall of wickets 1-19 (Warner, 6.2 ov), 2-19 (Forrest, 6.6 ov), 3-46 (Watson, 13.6 ov), 4-77 (MEK Hussey, 23.4 ov), 5-109 (Bailey, 30.1 ov), 6-121 (Christian, 33.4 ov), 7-136 (Wade, 37.1 ov), 8-136 (DJ Hussey, 37.3 ov), 9-154 (McKay, 39.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KAJ Roach	8	3	23	2	2.87	(1nb)
DJ Bravo	6	0	30	1	5.00	(1w)
DJG Sammy	4	0	19	1	4.75	
AD Russell	6	0	14	0	2.33	
SP Narine	8	1	27	4	3.37	
KA Pollard	4	0	18	0	4.50	
MN Samuels	4	0	18	0	4.50	(1w)

West Indies innings (target: 158 runs from 40 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
KOA Powell	lbw b Lee	0	1	1	0	0	0.00
J Charles	run out (Lee/Christian)	26	73	37	2	1	70.27
MN Samuels	b Watson	20	44	37	2	0	54.05
DM Bravo	b Doherty	16	36	28	3	0	57.14
DJ Bravo	run out (†Wade)	30	75	49	1	0	61.22
KA Pollard	not out	47	86	61	0	4	77.04
CS Baugh†	not out	18	22	17	2	1	105.88
Extras	(b 4, w 2)	6					
Total	(5 wickets, 39.2 overs)	163	(4.35 runs per over)				

Did not bat AD Russell, DJG Sammy*, SP Narine, KAJ Roach

Fall of wickets 1-0 (Powell, 0.1 ov), 2-42 (Samuels, 10.2 ov), 3-67 (Charles, 15.5 ov), 4-74 (DM Bravo, 18.4 ov), 5-138 (DJ Bravo, 33.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
B Lee	8	1	37	1	4.62	
CJ McKay	8	2	16	0	2.00	
SR Watson	7	1	28	1	4.00	(1w)
DJ Hussey	3	0	13	0	4.33	(1w)
DT Christian	5	0	26	0	5.20	
XJ Doherty	7.2	0	39	1	5.31	

Match details

Toss West Indies, who chose to field
Series 5-match series level 1-1

Player of the match SP Narine (West Indies)

Australia in West Indies ODI Series - 1st ODI | Tweet 26

West Indies v Australia

Australia won by 64 runs

ODI no. 3262 | 2011/12 season
Played at Arnos Vale Ground, Kingstown, St Vincent
16 March 2012 (50-over match)

Australia innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
SR Watson*	lbw b DJ Bravo	21	35	23	4	0	91.30
DA Warner	c Pollard b Samuels	40	103	55	5	0	72.72
PJ Forrest	st †Baugh b Samuels	26	64	64	3	0	40.62
MEK Hussey	c Roach b DJ Bravo	32	80	57	0	0	56.14
DJ Hussey	c †Baugh b Roach	0	11	7	0	0	0.00
GJ Bailey	c Narine b Roach	48	81	67	5	0	71.64
MS Wade†	c DJ Bravo b Narine	0	1	1	0	0	0.00
DT Christian	not out	18	32	21	2	0	85.71
B Lee	c Charles b DJ Bravo	5	7	5	0	0	100.00
CJ McKay	not out	0	2	0	0	0	
Extras	(b 3, lb 6, w 5)	14					
Total	(8 wickets, 50 overs)	204	(4.08 runs per over)				

Did not bat XJ Doherty

Fall of wickets 1-31 (Watson, 7.1 ov), 2-91 (Forrest, 22.2 ov), 3-92 (Warner, 23.6 ov), 4-99 (DJ Hussey, 26.3 ov), 5-162 (MEK Hussey, 42.6 ov), 6-162 (Wade, 43.1 ov), 7-195 (Bailey, 48.1 ov), 8-203 (Lee, 49.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KAJ Roach	10	1	33	2	3.30	
DJ Bravo	10	1	58	1	5.80	(3w)
AD Russell	4	0	21	0	5.25	(1w)
DJG Sammy	8	0	30	0	3.75	
SP Narine	10	0	24	1	2.40	(1w)
MN Samuels	8	0	29	2	3.62	

West Indies innings (target: 205 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
KOA Powell	c Bailey b Lee	8	30	19	1	0	42.10
J Charles	c MEK Hussey b McKay	13	15	11	3	0	118.18
MN Samuels	c Watson b Doherty	35	85	58	2	3	60.34
DM Bravo	run out (Lee)	4	20	15	1	0	26.66
DJ Bravo	b Christian	32	46	43	5	1	74.41
KA Pollard	c Bailey b Christian	4	20	11	0	0	36.36
CS Baugh†	lbw b Doherty	0	4	3	0	0	0.00
AD Russell	st †Wade b Doherty	1	8	4	0	0	25.00
DJG Sammy*	c Christian b McKay	35	28	20	3	3	175.00
SP Narine	c Bailey b Doherty	0	5	3	0	0	0.00
KAJ Roach	not out	1	19	7	0	0	14.28
Extras	(lb 4, w 3)	7					
Total	(all out, 32.2 overs)	140	(4.32 runs per over)				

Fall of wickets 1-15 (Charles, 3.1 ov), 2-23 (Powell, 6.4 ov), 3-33 (DM Bravo, 10.6 ov), 4-97 (DJ Bravo, 23.5 ov), 5-97 (Samuels, 24.3 ov), 6-97 (Baugh, 24.6 ov), 7-101 (Russell, 26.6 ov), 8-103 (Pollard, 27.5 ov), 9-104 (Narine, 28.3 ov), 10-140 (Sammy, 32.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
B Lee	7	1	25	1	3.57	(2w)
CJ McKay	5.2	1	22	2	4.12	(1w)
SR Watson	4	1	13	0	3.25	
DJ Hussey	2	0	15	0	7.50	
XJ Doherty	8	2	49	4	6.12	
DT Christian	6	2	12	2	2.00	

Australia in West Indies ODI Series - 3rd ODI | Tweet 22

West Indies v Australia

Match tied

ODI no. 3264 | 2011/12 season
Played at Arnos Vale Ground, Kingstown, St Vincent
20 March 2012 (50-over match)

Australia innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
SR Watson*	run out (Russell)	10	28	14	0	0	71.42
DA Warner	c Pollard b Sammy	37	39	51	8	0	72.54
MS Wade†	b Narine	2	13	11	0	0	18.18
GJ Bailey	c DJ Bravo b Samuels	59	122	87	1	1	67.81
MEK Hussey	st †Baugh b Samuels	67	130	95	4	1	70.52
DJ Hussey	b Roach	15	39	18	2	0	83.33
DT Christian	lbw b Narine	12	32	14	0	1	85.71
B Lee	b Roach	0	2	1	0	0	0.00
CJ McKay	c †Baugh b Narine	0	5	2	0	0	0.00
XJ Doherty	run out (DM Bravo)	0	3	2	0	0	0.00
NM Lyon	not out	4	16	5	1	0	80.00
Extras	(b 4, lb 6, w 3, nb 1)	14					
Total	(all out; 49.5 overs)	220	(4.41 runs per over)				

Fall of wickets 1-34 (Watson, 6.1 ov), 2-39 (Wade, 9.6 ov), 3-56 (Warner, 14.2 ov), 4-170 (Bailey, 39.5 ov), 5-202 (MEK Hussey, 45.4 ov), 6-202 (DJ Hussey, 46.1 ov), 7-202 (Lee, 46.5 ov), 8-208 (McKay, 47.4 ov), 9-208 (Doherty, 48.1 ov), 10-220 (Christian, 49.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KAJ Roach	10	0	42	2	4.20	(1w)
DJ Bravo	8	1	30	0	3.75	
SP Narine	9.5	1	32	3	3.25	(1w)
DJG Sammy	5	0	27	1	5.40	
AD Russell	5	0	29	0	5.80	(1nb)
MN Samuels	9	0	39	2	4.33	(1w)
KA Pollard	3	0	12	0	4.00	

West Indies innings (target: 221 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
KOA Powell	st †Wade b Doherty	12	31	18	0	1	66.66
J Charles	c Christian b Watson	45	77	56	7	1	80.35
MN Samuels	lbw b Watson	2	25	20	0	0	10.00
DM Bravo	c Bailey b Watson	0	3	3	0	0	0.00
DJ Bravo	c †Wade b Doherty	13	31	14	0	1	92.85
KA Pollard	c Doherty b Lyon	36	45	43	2	2	83.72
CS Baugh†	c Christian b McKay	33	105	69	3	0	47.82
AD Russell	c †Wade b McKay	37	64	42	3	1	88.09
DJG Sammy*	run out (Bailey/Lee)	10	37	14	1	0	71.42
SP Narine	c DJ Hussey b Lee	10	12	10	2	0	100.00
KAJ Roach	not out	9	19	10	1	0	90.00
Extras	(b 1, lb 5, w 6, nb 1)	13					
Total	(all out; 48.4 overs)	220	(4.42 runs per over)				

Fall of wickets 1-27 (Powell, 8.3 ov), 2-52 (Samuels, 13.2 ov), 3-52 (DM Bravo, 13.5 ov), 4-72 (Charles, 17.2 ov), 5-78 (DJ Bravo, 20.6 ov), 6-117 (Pollard, 28.4 ov), 7-181 (Russell, 42.3 ov), 8-190 (Baugh, 44.5 ov), 9-204 (Narine, 47.2 ov), 10-220 (Sammy, 48.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
B Lee	9.4	1	52	3	5.37	(2w)
CJ McKay	10	1	50	2	5.00	(1w)
XJ Doherty	10	2	30	2	3.00	(1w)
SR Watson	10	4	30	3	3.00	(1nb)
NM Lyon	8	2	41	1	5.12	(1w)
DT Christian	2	0	11	0	5.50	(1w)

Asia Cup - 3rd match | Tweet 285 | ODI no. 3260 | 2011/12 season

Pakistan v Sri Lanka

Pakistan won by 6 wickets (with 61 balls remaining)

Played at Shere Bangla National Stadium, Mirpur (neutral venue)
15 march 2012 - day/night (50-over match)

Sri Lanka innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
DPMD Jayawardene*	c Mohammad Hafeez b Aizaz Cheema	12	26	15	1	0	80.00
TM Dilshan	c Saeed Ajmal b Aizaz Cheema	20	36	20	4	0	100.00
KC Sangakkara†	b Aizaz Cheema	71	150	92	4	1	77.17
LD Chandimal	c Younis Khan b Umar Gul	0	7	4	0	0	0.00
HDRL Thirimanne	c Umar Akmal b Hammad Azam	7	27	18	0	0	38.88
WU Tharanga	b Saeed Ajmal	57	72	74	4	0	77.02
MF Maharoof	c Misbah-ul-Haq b Saeed Ajmal	2	8	8	0	0	25.00
KMDN Kulasekara	c †Sarfraz Ahmed b Umar Gul	4	12	16	1	0	25.00
S Prasanna	not out	5	23	17	0	0	29.41
SL Malinga	b Aizaz Cheema	1	10	6	0	0	16.66
RAS Lakmal	c Nasir Jamshed b Saeed Ajmal	0	4	4	0	0	0.00
Extras	(lb 5, w 4)	9					
Total	(all out, 45.4 overs)	188	(4.11 runs per over)				

Fall of wickets 1-33 (Jayawardene, 5.1 ov), 2-43 (Dilshan, 7.1 ov), 3-47 (Chandimal, 8.4 ov), 4-65 (Thirimanne, 14.3 ov), 5-161 (Tharanga, 35.3 ov), 6-165 (Maharoof, 37.1 ov), 7-172 (Kulasekara, 40.3 ov), 8-182 (Sangakkara, 42.1 ov), 9-187 (Malinga, 44.4 ov), 10-188 (Lakmal, 45.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Umar Gul	8	1	20	2	2.50	(2w)
Aizaz Cheema	9	0	43	4	4.77	(2w)
Mohammad Hafeez	10	0	40	0	4.00	
Hammad Azam	4	0	21	1	5.25	
Saeed Ajmal	8.4	1	27	3	3.11	
Shahid Afridi	6	0	32	0	5.33	

Pakistan innings (target 189 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
Mohammad Hafeez	c Chandimal b Prasanna	11	52	35	1	0	31.42
Nasir Jamshed	c Tharanga b Lakmal	18	39	25	3	0	72.00
Younis Khan	c Maharoof b Lakmal	2	19	11	0	0	18.18
Misbah-ul-Haq*	not out	72	131	93	6	1	77.41
Umar Akmal	c Tharanga b Maharoof	77	121	72	7	2	106.94
Hammad Azam	not out	4	7	5	1	0	80.00
Extras	(lb 1, w 2, nb 2)	5					
Total	(4 wickets, 39.5 overs)	189	(4.74 runs per over)				

Did not bat Shahid Afridi, Sarfraz Ahmed†, Umar Gul, Saeed Ajmal, Aizaz Cheema

Fall of wickets 1-29 (Nasir Jamshed, 8.4 ov), 2-31 (Mohammad Hafeez, 11.2 ov), 3-33 (Younis Khan, 12.5 ov), 4-165 (Umar Akmal, 36.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SL Malinga	8	1	44	0	5.50	
KMDN Kulasekara	7	2	22	0	3.14	
RAS Lakmal	8	1	37	2	4.62	(2nb)
S Prasanna	7.5	1	49	1	6.25	
MF Maharoof	7	0	23	1	3.28	(2w)
TM Dilshan	2	0	13	0	6.50	

Asia Cup - 4th match | Tweet 452 | ODI no. 3261 | 2011/12 season

Bangladesh v India

Bangladesh won by 5 wickets (with 4 balls remaining)

Played at Shere Bangla National Stadium, Mirpur
16 March 2012 - day/night (50-over match)

India innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	b Shafiul Islam	11	27	16	1	0	68.75
SR Tendulkar	c †Mushfiqur Rahim b Mashrafe Mortaza	114	205	147	12	1	77.55
V Kohli	b Abdur Razzak	66	126	82	5	0	80.48
SK Raina	c Tamim Iqbal b Mashrafe Mortaza	51	46	38	5	2	134.21
MS Dhoni*†	not out	21	20	11	2	0	190.90
RG Sharma	run out (Nasir Hossain)	4	9	6	0	0	66.66
RA Jadeja	not out	4	8	2	0	0	200.00
Extras	(lb 6, w 10, nb 2)	18					
Total	(5 wickets; 50 overs)	289	(5.78 runs per over)				

Did not bat IK Pathan, R Ashwin, P Kumar, AB Dinda

Fall of wickets 1-25 (Gambhir, 5.5 ov), 2-173 (Kohli, 35.5 ov), 3-259 (Raina, 46.4 ov), 4-259 (Tendulkar 46.5 ov), 5-267 (Sharma, 46.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mashrafe Mortaza	10	1	44	2	4.40	(1nb, 1w)
Shafiul Islam	5	0	24	1	4.80	(1w)
Shahadat Hossain	10	0	81	0	8.10	(1nb, 2w)
Shakib Al Hasan	10	0	63	0	6.30	(3w)
Abdur Razzak	10	0	41	1	4.10	(3w)
Mahmudullah	4	0	24	0	6.00	
Nasir Hossain	1	0	6	0	6.00	

Bangladesh innings (target 290 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
Tamim Iqbal	c Jadeja b Kumar	70	130	99	6	0	70.70
Nazimuddin	c Sharma b Kumar	5	19	15	0	0	33.33
Jahurul Islam	c Sharma b Jadeja	53	60	68	4	1	77.94
Nasir Hossain	c Raina b Kumar	54	58	58	5	0	93.10
Shakib Al Hasan	st †Dhoni b Ashwin	49	40	31	5	2	158.06
Mushfiqur Rahim*†	not out	46	50	25	3	3	184.00
Mahmudullah	not out	4	3	2	1	0	200.00
Extras	(lb 7, w 3, nb 2)	12					
Total	(5 wickets, 49.2 overs)	293	(5.93 runs per over)				

Did not bat Mashrafe Mortaza, Abdur Razzak, Shafiul Islam, Shahadat Hossain

Fall of wickets 1-15 (Nazimuddin, 4.4 ov), 2-128 (Jahurul Islam, 28.5 ov), 3-156 (Tamim Iqbal 33.5 ov), 4-224 (Shakib Al Hasan, 41.5 ov), 5-288 (Nasir Hossain, 46.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
P Kumar	10	0	56	3	5.60	(1nb)
IK Pathan	9	0	61	0	6.77	(1w)
AB Dinda	5.2	1	38	0	7.12	(1nb)
SK Raina	7	1	30	0	4.28	
RG Sharma	2	0	13	0	6.50	
R Ashwin	10	0	56	1	5.60	(1w)
RA Jadeja	6	0	32	1	5.33	(1w)

Match details

Toss Bangladesh, who chose to field
Points Bangladesh 4, India 0

Player of the match Shakib Al Hasan (Bangladesh)

Asia Cup - 5th match | Tweet 658 | ODI no. 3263 | 2011/12 season

India v Pakistan

India won by 6 wickets (with 13 balls remaining)

Played at Shere Bangla National Stadium, Mirpur (neutral venue)
18 March 2012 - day/night (50-over match)

Pakistan innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
Mohammad Hafeez	lbw b Dinda	105	163	113	9	1	92.92
Nasir Jamshed	c IK Pathan b Ashwin	112	159	104	10	1	107.69
Umar Akmal†	c Gambhir b Kumar	28	31	24	3	0	116.66
Younis Khan	c Raina b Kumar	52	58	34	6	0	152.94
Shahid Afridi	c Kohli b IK Pathan	9	26	15	0	0	60.00
Hammad Azam	c Kohli b Dinda	4	5	5	0	0	80.00
Misbah-ul-Haq*	not out	4	6	5	0	0	80.00
Umar Gul	not out	0	1	1	0	0	0.00
Extras	(b 1, lb 3, w 10, nb 1)	15					
Total	(6 wickets, 50 overs)	329	(6.58 runs per over)				

Did not bat Saeed Ajmal, Aizaz Cheema, Wahab Riaz

Fall of wickets 1-224 (Nasir Jamshed, 35.5 ov), 2-225 (Mohammad Hafeez, 36.2 ov), 3-273 (Umar Akmal, 42.5 ov), 4-313 (Shahid Afridi, 47.4 ov), 5-323 (Younis Khan, 46.5 ov), 6-326 (Hammad Azam, 49.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
P Kumar	10	0	77	2	7.70	(2w)
IK Pathan	10	0	68	1	6.80	(1nb, 2w)
AB Dinda	8	0	47	2	5.87	(3w)
SK Raina	2.2	0	15	0	6.42	
RG Sharma	3	0	19	0	6.33	
YK Pathan	5	0	30	0	6.00	(1w)
R Ashwin	10	0	56	1	5.60	(2w)
SR Tendulkar	1.4	0	12	0	7.20	

India innings (target 330 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	lbw b Mohammad Hafeez	0	1	2	0	0	0.00
SR Tendulkar	c Younis Khan b Saeed Ajmal	52	93	48	5	1	108.33
V Kohli	c Mohammad Hafeez b Umar Gul	183	211	148	22	1	123.64
RG Sharma	c Shahid Afridi b Umar Gul	68	108	83	5	1	81.92
SK Raina	not out	12	14	6	1	1	200.00
MS Dhoni*†	not out	4	4	1	1	0	400.00
Extras	(b 5, lb 1, w 4, nb 1)	11					
Total	(4 wickets; 47.5 overs)	330	(6.89 runs per over)				

Did not bat YK Pathan, IK Pathan, R Ashwin, P Kumar, AB Dinda

Fall of wickets 1-0 (Gambhir, 0.2 ov), 2-133 (Tendulkar 15.3 ov), 3-305 (Sharma, 45.5 ov), 4-318 (Kohli, 47.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mohammad Hafeez	9	0	42	1	4.66	
Umar Gul	8.5	0	65	2	7.35	(3w)
Aizaz Cheema	8	0	60	0	7.50	
Saeed Ajmal	9	0	49	1	5.44	
Shahid Afridi	9	0	58	0	6.44	
Wahab Riaz	4	0	50	0	12.50	(1nb, 1w)

Match details

Toss Pakistan, who chose to bat
Points India 4, Pakistan 0

Player of the match V Kohli (India)

Asia Cup - 6th match | Tweet 493 | ODI no. 3265 | 2011/12 season

Bangladesh v Sri Lanka

Bangladesh won by 5 wickets (with 17 balls remaining) (D/L method)

Played at Shere Bangla National Stadium, Mirpur
20 march 2012 - day/night (50-over match)

Sri Lanka innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
DPMD Jayawardene*	b Nazmul Hossain	5	17	12	0	0	41.6
TM Dilshan	b Nazmul Hossain	19	43	22	3	0	86.3
KC Sangakkara†	c Nazimuddin b Nazmul Hossain	6	14	14	0	0	42.8
CK Kapugedera	c Shakib Al Hasan b Abdur Razzak	62	136	92	4	0	67.3
HDRL Thirimanne	st †Mushfiqur Rahim b Abdur Razzak	48	89	73	3	0	65.7
WU Tharanga	c †Mushfiqur Rahim b Shahadat Hossain	48	60	44	5	1	109.0
MF Maharoof	c †Mushfiqur Rahim b Shakib Al Hasan	3	4	3	0	0	100.0
KMDN Kulasekara	lbw b Shakib Al Hasan	1	4	4	0	0	25.0
SMSM Senanayake	not out	19	34	21	3	0	90.4
SL Malinga	b Mashrafe Mortaza	10	16	13	1	0	76.9
RAS Lakmal	run out (Jahurul Islam/†Mushfiqur Rahim)	0	3	1	0	0	0.0
Extras	(lb 3, w 8)	11					
Total	(all out, 49.5 overs)	232	(4.65 runs per over)				

Fall of wickets 1-19 (Jayawardene, 3.6 ov), 2-29 (Sangakkara, 7.2 ov), 3-32 (Dilshan, 9.2 ov), 4-120 (Thirimanne, 31.6 ov), 5-169 (Kapugedera, 39.5 ov), 6-179 (Maharoof, 40.6 ov), 7-180 (Kulasekara, 42.2 ov), 8-204 (Tharanga, 45.4 ov), 9-230 (Malinga, 49.1 ov), 10-232 (Lakmal, 49.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mashrafe Mortaza	9.5	1	30	1	3.05	
Nazmul Hossain	8	1	32	3	4.00	
Shahadat Hossain	8	0	51	1	6.37	(2w)
Abdur Razzak	10	0	44	2	4.40	(2w)
Shakib Al Hasan	10	1	56	2	5.60	(3w)
Mahmudullah	4	0	16	0	4.00	(1w)

Bangladesh innings (target 212 runs from 40 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
Tamim Iqbal	c Thirimanne b Senanayake	59	65	57	9	0	103.
Nazimuddin	b Kulasekara	6	6	7	1	0	85.
Jahurul Islam	c Kapugedera b Lakmal	2	24	15	0	0	13.
Mushfiqur Rahim*†	b Kulasekara	1	4	4	0	0	25.
Shakib Al Hasan	lbw b Senanayake	56	72	46	7	0	121.
Nasir Hossain	not out	36	86	61	3	0	59.
Mahmudullah	not out	32	65	33	3	0	96.
Extras	(lb 13, w 7)	20					
Total	(5 wickets, 37.1 overs)	213	(5.70 runs per over)				

Did not bat Mashrafe Mortaza, Abdur Razzak, Shahadat Hossain, Nazmul Hossain

Fall of wickets 1-8 (Nazimuddin, 1.4 ov), 2-39 (Jahurul Islam, 6.2 ov), 3-40 (Mushfiqur Rahim, 7.1 ov), 4-116 (Tamim Iqbal, 19.2 ov), 5-135 (Shakib Al Hasan, 23.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SL Malinga	8	0	29	0	3.62	(3w)
KMDN Kulasekara	6	0	30	2	5.00	(1w)
RAS Lakmal	7.1	0	44	1	6.13	(3w)
SMSM Senanayake	8	0	38	2	4.75	
MF Maharoof	6	0	46	0	7.66	
TM Dilshan	2	0	12	0	6.00	

Match details

Toss Bangladesh, who chose to field
Points Bangladesh 4, Sri Lanka 0

New Zealand 185 & 168
South Africa 253 & 103/1 (19.5 ov)

South Africa won by 9 wickets

South Africa in New Zealand Test Series - 2nd Test
Test no. 2036 | 2011/12 season
Played at Seddon Park, Hamilton
15,16,17 March 2012 (5-day match)

New Zealand 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	c †Boucher b Philander	2	21	14	0	0	14.28
MJ Guptill	b Steyn	22	83	59	4	0	37.28
BB McCullum	c Rudolph b Steyn	61	197	133	6	1	45.86
LRPL Taylor*	c Smith b Philander	44	140	93	6	0	47.31
KS Williamson	c Smith b Steyn	0	13	8	0	0	0.00
DL Vettori	b Philander	0	9	3	0	0	0.00
CFK van Wyk†	lbw b Morkel	21	41	25	3	0	84.00
DAJ Bracewell	c †Boucher b Philander	0	2	3	0	0	0.00
MR Gillespie	c Petersen b Imran Tahir	27	40	20	3	2	135.00
BJ Arnel	lbw b Imran Tahir	3	12	9	0	0	33.33
CS Martin	not out	0	7	6	0	0	0.00
Extras	(lb 3, nb 2)	5					
Total	(all out, 61.2 overs, 286 mins)	185	(3.01 runs per over)				

Fall of wickets 1-11 (Nicol, 5.2 ov), 2-44 (Guptill, 19.2 ov), 3-133 (McCullum, 48.3 ov), 4-133 (Taylor, 49.4 ov), 5-133 (Williamson, 50.5 ov), 6-133 (Vettori, 51.1 ov), 7-133 (Bracewell, 51.4 ov), 8-139 (van Wyk, 58.2 ov), 9-184 (Gillespie, 59.3 ov), 10-185 (Arnel, 61.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
DW Steyn	18	5	49	3	2.72	
VD Philander	15	3	70	4	4.58	(2nb)
JH Kallis	9	4	9	0	1.00	
M Morkel	14	2	42	1	3.00	
Imran Tahir	5.2	1	12	2	2.25	

South Africa 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
GC Smith*	c †van Wyk b Martin	13	21	16	1	0	81.25
AN Petersen	lbw b Gillespie	29	139	74	5	0	39.18
DW Steyn	c †van Wyk b Martin	4	2	5	1	0	80.00
HM Amla	c Williamson b Gillespie	16	76	51	2	0	31.37
JH Kallis	c †van Wyk b Gillespie	6	10	7	0	1	85.71
AB de Villiers	b Vettori	83	187	133	10	0	62.40
JA Rudolph	c †van Wyk b Gillespie	1	6	4	0	0	25.00
MV Boucher†	b Gillespie	24	84	71	4	0	33.80
VD Philander	b Bracewell	14	48	35	1	1	40.00
M Morkel	not out	35	56	44	5	1	79.54
Imran Tahir	c Gillespie b Williamson	16	29	26	2	0	61.53
Extras	(b 1, lb 9, w 1, nb 1)	12					
Total	(all out; 77.3 overs, 335 mins)	253	(3.26 runs per over)				

Fall of wickets 1-14 (Smith, 4.4 ov), 2-18 (Steyn, 6.3 ov), 3-63 (Amla, 22.2 ov), 4-88 (Kallis, 24.3 ov), 5-84 (Petersen, 26.6 ov), 6-88 (Rudolph, 28.5 ov), 7-151 (Boucher, 50.6 ov), 8-185 (Philander, 62.1 ov), 9-219 (de Villiers, 68.5 ov), 10-253 (Imran Tahir, 77.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
CS Martin	16	6	38	2	2.37	
DAJ Bracewell	18	7	50	1	2.77	(1w)
MR Gillespie	15	2	59	5	3.93	(1nb)
DL Vettori	19	3	49	1	2.57	
BJ Arnel	9	2	46	0	5.11	
KS Williamson	0.3	0	1	1	2.00	

New Zealand 2nd innings		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	b Philander	1	7	8	0	0	12.50
MJ Guptill	c Amla b Steyn	1	20	7	0	0	14.28
BB McCullum	lbw b Philander	6	9	10	1	0	60.00
LRPL Taylor*	lbw b Steyn	17	106	72	0	0	23.61
KS Williamson	c †Boucher b Philander	77	253	193	10	0	39.89
DL Vettori	c †Boucher b Kallis	21	86	45	2	0	46.66
CFK van Wyk†	b Philander	20	54	45	3	0	44.44
DAJ Bracewell	b Morkel	0	14	6	0	0	0.00
MR Gillespie	c †Boucher b Philander	14	14	9	2	1	155.55
BJ Arnel	not out	8	13	7	2	0	114.28
CS Martin	b Philander	0	6	5	0	0	0.00
Extras	(lb 4)	4					
Total	(all out, 67.5 overs, 296 mins)	168	(2.47 runs per over)				

Fall of wickets 1-1 (Nicol, 1.6 ov), 2-7 (McCullum, 3.6 ov), 3-7 (Guptill, 4.1 ov), 4-64 (Taylor, 28.5 ov), 5-99 (Vettori, 47.3 ov), 6-141 (van Wyk, 61.5 ov), 7-142 (Williamson, 63.3 ov), 8-142 (Bracewell, 64.5 ov), 9-160 (Gillespie, 65.6 ov), 10-168 (Martin, 67.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ
DW Steyn	16	5	31	2	1.93
VD Philander	15.5	3	44	6	2.77
M Morkel	13	5	26	1	2.00
Imran Tahir	17	2	52	0	3.05
JH Kallis	6	3	11	1	1.80

South Africa 2nd innings (target: 101 runs)		R	M	B	4s	6s	SR
AN Petersen	c †van Wyk b Bracewell	1	5	4	0	0	25.00
GC Smith*	not out	55	87	60	8	1	91.66
HM Amla	not out	46	82	56	5	0	82.14
Extras	(nb 1)	1					
Total	(1 wicket, 19.5 overs, 87 mins)	103	(5.19 runs per over)				

Did not bat JH Kallis, AB de Villiers, JA Rudolph, MV Boucher†, DW Steyn, VD Philander, M Morkel, Imran Tahir

Fall of wickets 1-5 (Petersen, 1.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
CS Martin	3	1	18	0	6.00	
DAJ Bracewell	5	0	14	1	2.80	
DL Vettori	2	0	2	0	1.00	
MR Gillespie	4	0	24	0	6.00	(1nb)
BJ Arnel	3	0	19	0	6.50	
KS Williamson	2	0	23	0	11.50	
RJ Nicol	0.5	0	4	0	4.80	

Match details

Toss South Africa, who chose to bat
Series South Africa led the 3-match series 1-0

Player of the match VD Philander (South Africa)

Umpires SJ Davis (West Indies) and RA Kettleborough (England)
TV umpire Aleem Dar (Pakistan)
Match referee RS Madugalle (Sri Lanka)
Reserve umpire BF Bowden

Close of play
Thu, 15 Mar - day 1 - South Africa 1st innings 27/2 (AN Petersen 8*, HM Amla 2*, 11 ov)
Fri, 16 Mar - day 2 - New Zealand 2nd innings 85/4 (KS Williamson 41*, DL Vettori 0*, 31 ov)
Sat, 17 Mar - day 3 - South Africa 2nd innings 103/1 (19.5 ov) - end of match

Match notes

- Day 1
- New Zealand 1st innings
- Drinks: New Zealand - 43/1 in 15.0 overs (MJ Guptill 22, BB McCullum 19)
- New Zealand: 50 runs in 20.4 overs (124 balls), Extras 1

Asia Cup - 1st match
Bangladesh v Pakistan
Pakistan won by 21 runs

Tweet 153

ODI no. 3258 | 2011/12 season
Played at Shere Bangla National Stadium, Mirpur
11 March 2012 day/night (50-over match)

Pakistan innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
Mohammad Hafeez	c Shafiul Islam b Shahadat Hossain	89	153	126	7	0	70.63
Nasir Jamshed	run out (Shakib Al Hasan/†Mushfiqur Rahim)	64	120	66	5	1	64.37
Younis Khan	c Abdur Razzak b Shahadat Hossain	12	21	15	1	0	80.00
Umar Akmal	c Abdur Razzak b Shakib Al Hasan	21	34	20	2	0	105.00
Asad Shafiq	c Mashrafe Mortaza b Shahadat Hossain	4	10	6	0	0	66.66
Misbah-ul-Haq*	b Abdur Razzak	8	25	13	0	0	61.53
Shahid Afridi	c & b Shakib Al Hasan	0	4	1	0	0	0.00
Sarfraz Ahmed†	not out	19	43	28	0	0	67.85
Umar Gul	b Mashrafe Mortaza	39	31	25	5	1	156.00
Saeed Ajmal	not out	8	4	3	1	0	266.66
Extras	(lb 2, w 5, nb 1)	8					
Total	(8 wickets, 50 overs)	262	(5.24 runs per over)				

Did not bat Aizaz Cheema

Fall of wickets 1-135 (Nasir Jamshed, 27.5 ov), 2-155 (Younis Khan, 32.5 ov), 3-168 (Mohammad Hafeez, 34.4 ov), 4-175 (Asad Shafiq, 35.3 ov), 5-192 (Umar Akmal, 39.3 ov), 6-193 (Shahid Afridi, 39.6 ov), 7-199 (Misbah-ul-Haq, 41.2 ov), 8-251 (Umar Gul, 48.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mashrafe Mortaza	10	0	55	1	5.50	(1w)
Shafiul Islam	8	0	49	0	6.12	
Shakib Al Hasan	10	0	41	2	4.10	(1w)
Shahadat Hossain	8	0	53	3	6.62	(1nb, 1w)
Abdur Razzak	10	0	43	1	4.30	
Mahmudullah	4	0	19	0	4.75	(1w)

Bangladesh innings (target: 263 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
Tamim Iqbal	b Mohammad Hafeez	64	116	86	6	1	74.41
Nazimuddin	c Umar Gul b Aizaz Cheema	28	41	23	4	1	50.90
Jahurul Islam	b Shahid Afridi	23	40	31	3	0	74.19
Mushfiqur Rahim*†	b Shahid Afridi	3	8	5	0	0	60.00
Shakib Al Hasan	b Umar Gul	64	130	66	4	0	59.96
Mahmudullah	lbw b Mohammad Hafeez	0	1	1	0	0	0.00
Nasir Hossain	b Umar Gul	47	70	49	3	1	95.91
Abdur Razzak	b Saeed Ajmal	1	6	3	0	0	33.33
Mashrafe Mortaza	b Saeed Ajmal	1	4	3	0	0	33.33
Shafiul Islam	lbw b Umar Gul	1	4	2	0	0	50.00
Shahadat Hossain	not out	0	13	7	0	0	0.00
Extras	(lb 2, w 5)	7					
Total	(all out, 48.1 overs)	241	(5.00 runs per over)				

Fall of wickets 1-45 (Nazimuddin, 10.5 ov), 2-90 (Jahurul Islam, 20.5 ov), 3-100 (Mushfiqur Rahim, 22.3 ov), 4-135 (Tamim Iqbal, 28.3 ov), 5-135 (Mahmudullah, 28.4 ov), 6-224 (Nasir Hossain, 43.3 ov), 7-228 (Abdur Razzak, 44.1 ov), 8-230 (Mashrafe Mortaza, 44.4 ov), 9-235 (Shafiul Islam, 45.5 ov), 10-241 (Shakib Al Hasan, 48.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mohammad Hafeez	10	1	40	2	4.00	(1w)
Umar Gul	9.1	0	58	3	6.32	(2w)
Saeed Ajmal	10	0	45	2	4.50	(1w)
Aizaz Cheema	9	0	47	1	5.22	
Shahid Afridi	10	0	49	2	4.90	

Asia Cup - 2nd match
India v Sri Lanka
India won by 50 runs

Tweet 330

ODI no. 3259 | 2011/12 season
Played at Shere Bangla National Stadium, Mirpur (neutral venue)
13 March 2012 - day/night (50-over match)

India innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
G Gambhir	c Tharanga b Maharoof	100	171	118	7	0	84.74
SR Tendulkar	c Jayawardene b Lakmal	6	25	19	1	0	31.57
V Kohli	c Thirimanne b Maharoof	108	148	120	7	0	90.00
MS Dhoni*†	not out	46	39	26	4	1	176.92
SK Raina	not out	30	35	17	3	1	176.47
Extras	(lb 7, w 7)	14					
Total	(3 wickets; 50 overs)	304	(6.08 runs per over)				

Did not bat RG Sharma, RA Jadeja, IK Pathan, R Ashwin, P Kumar, R Vinay Kumar

Fall of wickets 1-19 (Tendulkar, 5.3 ov), 2-224 (Gambhir, 42.3 ov), 3-226 (Kohli, 42.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KMDN Kulasekara	10	0	67	0	6.70	(1w)
RAS Lakmal	10	1	67	1	6.70	(2w)
TM Dilshan	10	0	54	0	5.40	
S Prasanna	9	0	45	0	5.00	(1w)
MF Maharoof	10	0	57	2	5.70	(2w)
CK Kapugedera	1	0	7	0	7.00	

Sri Lanka innings (target: 305 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
DPMD Jayawardene*	c †Dhoni b Pathan	78	80	59	10	2	132.20
TM Dilshan	c Kohli b Pathan	7	18	9	1	0	77.77
KC Sangakkara†	c Jadeja b Ashwin	65	120	87	2	1	74.71
LD Chandimal	b Ashwin	13	28	22	1	0	59.09
HDRL Thirimanne	lbw b Ashwin	29	45	37	0	1	78.37
KMDN Kulasekara	b Vinay Kumar	11	18	9	2	0	122.22
WU Tharanga	b Pathan	17	30	16	2	0	106.25
CK Kapugedera	c Kohli b Vinay Kumar	0	1	1	0	0	0.00
MF Maharoof	c Raina b Vinay Kumar	18	20	19	1	1	94.73
S Prasanna	c Tendulkar b Pathan	8	15	12	1	0	66.66
RAS Lakmal	not out	0	1	0	0	0	-
Extras	(lb 2, w 6)	8					
Total	(all out, 45.1 overs)	254	(5.62 runs per over)				

Fall of wickets 1-31 (Dilshan, 4.1 ov), 2-124 (Jayawardene, 18.3 ov), 3-152 (Chandimal, 25.3 ov), 4-199 (Sangakkara, 35.1 ov), 5-196 (Thirimanne, 35.5 ov), 6-216 (Kulasekara, 38.3 ov), 7-216 (Kapugedera, 38.4 ov), 8-241 (Tharanga, 41.6 ov), 9-254 (Maharoof, 44.6 ov), 10-254 (Prasanna, 45.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
IK Pathan	8.1	1	32	4	3.91	
P Kumar	7	0	47	0	6.71	(1w)
R Vinay Kumar	9	0	55	3	6.11	(2w)
RA Jadeja	4	0	31	0	7.75	
SK Raina	5	0	34	0	6.80	
R Ashwin	8	0	36	3	4.33	(2w)
RG Sharma	3	0	14	0	4.58	

Match details

Toss Sri Lanka, who chose to field
Points India 4, Sri Lanka 0

Player of the match V Kohli (India)

South Africa in New Zealand ODI Series - 2nd ODI Tweet 22 ODI no. 3252 | 2011/12 season

New Zealand v South Africa

Played at McLean Park, Napier
29 February 2012 day/night (50-over match)

South Africa won by 6 wickets (with 70 balls remaining)

New Zealand innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	lbw b Tsotsobe	11	27	17	2	0	64.70
MJ Guptill	c †de Villiers b Kallis	58	108	73	8	0	79.45
BB McCullum*†	c Ontong b Tsotsobe	85	129	96	11	2	88.54
KS Williamson	c Kallis b Tsotsobe	13	35	18	0	0	72.22
JD Ryder	c †de Villiers b Steyn	0	16	2	0	0	0.00
JEC Franklin	b M Morkel	6	18	15	1	0	40.00
AM Ellis	c Steyn b M Morkel	19	54	30	0	1	53.33
KD Mills	c Peterson b M Morkel	0	2	1	0	0	0.00
TG Southee	c Steyn b M Morkel	28	29	27	2	2	103.70
TS Nethula	c †de Villiers b M Morkel	0	2	1	0	0	0.00
AJ McKay	not out	0	10	5	0	0	0.00
Extras	(lb 5, w 5)	10					
Total	(all out; 47.3 overs; 213 mins)	230	(4.84 runs per over)				

Fall of wickets 1-24 (Nicol, 6.1 ov), 2-131 (Guptill, 24.6 ov), 3-163 (Williamson, 32.3 ov), 4-175 (McCullum, 34.1 ov), 5-179 (Ryder, 35.1 ov), 6-184 (Franklin, 37.4 ov), 7-184 (Mills, 37.5 ov), 8-221 (Southee, 45.2 ov), 9-221 (Nethula, 45.3 ov), 10-230 (Ellis, 47.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
LL Tsotsobe	10	0	43	3	4.30	(1w)
DW Steyn	10	1	37	1	3.70	(2w)
M Morkel	9.3	1	38	5	4.00	
JA Morkel	3	0	30	0	10.00	
RJ Peterson	8	0	43	0	5.37	(2w)
JH Kallis	6	0	32	1	5.33	
JP Duminy	1	0	2	0	2.00	

South Africa innings (target: 231 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
HM Amla	c †McCullum b Nethula	92	139	107	12	0	85.98
JH Kallis	c †McCullum b Mills	4	12	5	1	0	80.00
F du Plessis	c Guptill b Ellis	34	38	25	6	0	136.00
JP Duminy	c & b Nethula	43	62	39	6	0	110.25
AB de Villiers*†	run out	31	59	35	2	0	88.57
JL Ontong	not out	17	32	19	3	0	89.47
Extras	(b 2, lb 2, w 6)	10					
Total	(4 wickets; 38.2 overs; 170 mins)	231	(6.02 runs per over)				

Did not bat JA Morkel, RJ Peterson, DW Steyn, M Morkel, LL Tsotsobe

Fall of wickets 1-11 (Kallis, 2.5 ov), 2-80 (du Plessis, 11.3 ov), 3-167 (Duminy, 25.6 ov), 4-192 (Amla, 31.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KD Mills	6.2	1	41	1	6.47	(1w)
TG Southee	8	0	61	0	7.62	
AJ McKay	10	1	45	0	4.50	
AM Ellis	3	0	16	1	5.33	
TS Nethula	10	0	60	2	6.00	(1w)
RJ Nicol	1	0	4	0	4.00	

Match details

Toss South Africa, who chose to field
Series South Africa led the 3-match series 2-0

Player of the match M Morkel (South Africa)

South Africa in New Zealand ODI Series - 3rd ODI ODI no. 3254 | 2011/12 season

New Zealand v South Africa

Played at Eden Park, Auckland
3 March 2012 - day/night (50-over match)

South Africa won by 5 wickets (with 40 balls remaining)

New Zealand innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	c †de Villiers b Botha	12	56	40	0	0	30.00
MJ Guptill	c du Plessis b Tsotsobe	7	19	13	1	0	53.84
BB McCullum*†	c du Plessis b de Lange	47	72	59	6	0	79.66
KS Williamson	run out (du Plessis/†de Villiers)	22	89	43	1	0	51.16
JEC Franklin	c Amla b de Lange	36	92	52	3	0	69.23
C de Grandhomme	run out (Morkel)	36	44	36	1	3	100.00
NL McCullum	c Amla b de Lange	10	24	13	0	1	76.92
AM Ellis	c Amla b de Lange	2	2	2	0	0	100.00
KD Mills	lbw b Peterson	5	12	9	0	0	55.55
MD Bates	lbw b Peterson	13	12	10	1	1	130.00
AJ McKay	not out	2	8	6	0	0	33.33
Extras	(lb 3, w 10, nb 1)	14					
Total	(all out; 47 overs; 209 mins)	206	(4.38 runs per over)				

Fall of wickets 1-13 (Guptill, 4.5 ov), 2-45 (Nicol, 13.5 ov), 3-74 (BB McCullum, 21.2 ov), 4-106 (Williamson, 29.5 ov), 5-180 (de Grandhomme, 38.4 ov), 6-189 (Franklin, 41.3 ov), 7-171 (Ellis, 41.5 ov), 8-189 (NL McCullum, 43.5 ov), 9-193 (Mills, 44.3 ov), 10-206 (Bates, 46.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
LL Tsotsobe	9	2	36	1	4.00	(1w)
DW Steyn	7	2	28	0	4.00	
M de Lange	9	1	46	4	5.11	(1w)
RJ Peterson	10	1	38	2	3.80	(1w)
J Botha	7	0	39	1	4.00	(2w)
WD Parnell	4	0	18	0	4.50	(1nb)
JP Duminy	1	0	11	0	11.00	

South Africa innings (target: 207 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
HM Amla	c †BB McCullum b Mills	76	113	89	7	0	85.39
Ingram	b Ellis	27	61	41	3	0	65.85
Morkel	c de Grandhomme b Bates	41	59	51	2	3	80.39
F du Plessis	lbw b Nicol	19	54	28	1	0	67.85
JP Duminy	b Mills	25	44	37	3	0	67.56
AB de Villiers*†	not out	6	15	5	0	1	120.00
JL Ontong	not out	5	7	10	1	0	50.00
Extras	(lb 2, w 3, nb 1)	6					
Total	(5 wickets; 43.2 overs; 184 mins)	208	(4.80 runs per over)				

Did not bat M de Lange, RJ Petersen, DW Steyn, LL Tsotsobe

Fall of wickets 1-80 (Ingram, 15.3 ov), 2-139 (Amla, 27.4 ov), 3-155 (Morkel, 31.2 ov), 4-188 (du Plessis, 39.5 ov), 5-195 (Duminy, 41.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KD Mills	8	1	41	1	5.12	(1nb, 1w)
MD Bates	6	0	28	1	4.66	
NL McCullum	10	0	35	0	3.50	
AJ McKay	8	0	40	0	5.00	(1w)
AM Ellis	6	0	35	1	5.83	
RJ Nicol	3.2	0	14	2	4.20	
C de Grandhomme	1	0	9	0	9.00	(1w)

South Africa in New Zealand Test Series - 1st Test Tweet 38 Test no. 2035 | 2011/12 season

New Zealand v South Africa

Played at University Oval, Dunedin
7,8,9,10,11 March 2012 (5-day match)

Match drawn

South Africa 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
GC Smith*	c Nicol b Martin	53	110	74	6	0	71.62
AN Petersen	lbw b Boult	11	45	29	2	0	37.93
HM Amla	c Taylor b Vettori	62	149	100	8	1	80.79
JH Kallis	c Taylor b Martin	0	7	2	0	0	0.00
AB de Villiers	lbw b Martin	0	4	1	0	0	0.00
JA Rudolph	c Boult b Bracewell	52	162	99	5	0	52.52
MV Boucher†	run out (Bracewell/†van Wyk)	4	9	2	1	0	200.00
DW Steyn	c Taylor b Bracewell	9	22	20	0	0	45.00
VD Philander	c Williamson b Martin	22	61	58	2	0	37.93
M Morkel	not out	13	22	14	2	0	92.85
Imran Tahir	run out (Bracewell/Vettori)	10	16	10	1	0	100.00
Extras	(lb 1, nb 1)	2					
Total	(all out; 68.2 overs; 307 mins)	238	(3.48 runs per over)				

Fall of wickets 1-34 (Petersen, 9.2 ov), 2-86 (Smith, 38.5 ov), 3-90 (Kallis, 39.1 ov), 4-90 (de Villiers, 39.2 ov), 5-158 (Amla, 41.4 ov), 6-161 (Boucher, 43.1 ov), 7-179 (Steyn, 48.2 ov), 8-214 (Philander, 63.6 ov), 9-222 (Rudolph, 64.6 ov), 10-238 (Imran Tahir, 68.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
CS Martin	18	2	56	4	3.11	
TG Southee	10	1	40	0	4.00	
TA Boult	8	0	58	1	7.25	
DAJ Bracewell	16.2	2	52	2	3.18	(1nb)
DL Vettori	15	4	31	1	2.06	
RJ Nicol	1	1	0	0	0.00	

New Zealand 1st innings		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	c Smith b Philander	6	13	12	0	0	50.00
MJ Guptill	b Morkel	16	59	43	2	0	37.20
BB McCullum	c & b Imran Tahir	48	145	102	6	0	47.05
LRPL Taylor*	c †Boucher b Morkel	44	108	77	7	0	57.14
KS Williamson	c †Boucher b Philander	11	45	45	0	0	24.44
DL Vettori	c & b Kallis	46	107	78	6	0	58.97
CFK van Wyk†	c Smith b Philander	36	130	92	5	0	39.13
DAJ Bracewell	b Steyn	25	70	46	5	0	54.34
TG Southee	c Smith b Philander	0	2	2	0	0	0.00
TA Boult	not out	33	39	28	1	3	117.85
CS Martin	c Amla b Steyn	5	14	5	0	0	100.00
Extras	(lb 3)	3					
Total	(all out; 88.2 overs; 370 mins)	273	(3.09 runs per over)				

Fall of wickets 1-7 (Nicol, 3.2 ov), 2-41 (Guptill, 16.5 ov), 3-106 (McCullum, 39.1 ov), 4-116 (Taylor, 41.4 ov), 5-135 (Williamson, 49.6 ov), 6-159 (Vettori, 67.3 ov), 7-229 (van Wyk, 81.2 ov), 8-229 (Southee, 81.4 ov), 9-239 (Bracewell, 84.6 ov), 10-273 (Martin, 88.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ
DW Steyn	20.2	4	79	2	3.88
VD Philander	18	1	72	4	4.00
M Morkel	18	5	52	2	2.88
Imran Tahir	24	6	55	1	2.29
JH Kallis	8	2	12	1	1.50

South Africa 2nd innings		R	M	B	4s	6s	SR
AN Petersen	c Southee b Bracewell	25	58	35	4	0	71.42
GC Smith*	b Bracewell	115	363	234	13	0	49.14
HM Amla	c Guptill b Bracewell	2	3	4	0	0	50.00
JH Kallis	c Nicol b Boult	113	380	263	16	0	42.96
JA Rudolph	not out	105	250	182	15	1	57.69
AB de Villiers	c McCullum b Williamson	29	91	55	3	0	52.72
MV Boucher	not out	34	88	70	4	0	48.57
Extras	(b 2, lb 6, w 1, nb 3)	12					
Total	(5 wickets dec; 140 overs; 614 mins)	435	(3.10 runs per over)				

Did not bat VD Philander, Imran Tahir, M Morkel, DW Steyn

Fall of wickets 1-45 (Petersen, 11.2 ov), 2-47 (Amla, 11.6 ov), 3-247 (Smith, 81.1 ov), 4-283 (Kallis, 97.3 ov), 5-353 (de Villiers, 117.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
CS Martin	23	4	74	0	3.21	
TA Boult	26	4	93	1	3.57	
DAJ Bracewell	28	3	70	3	2.50	(3nb)
TG Southee	28	4	100	0	3.57	(1w)
DL Vettori	32	5	65	0	2.03	
RJ Nicol	1	0	9	0	9.00	
KS Williamson	7	4	16	1	2.28	

New Zealand 2nd innings (target: 401 runs)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	c Smith b Imran Tahir	19	88	71	2	0	26.76
MJ Guptill	c de Villiers b Philander	6	32	18	1	0	33.33
BB McCullum	not out	58	154	91	5	1	63.73
LRPL Taylor*	not out	48	80	58	6	0	82.75
Extras	(lb 2, w 2, nb 2)	6					
Total	(2 wickets; 41 overs; 158 mins)	137	(3.34 runs per over)				

Did not bat KS Williamson, CFK van Wyk†, DL Vettori, TG Southee, TA Boult, DAJ Bracewell, CS Martin

Fall of wickets 1-16 (Guptill, 7.6 ov), 2-55 (Nicol, 20.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
DW Steyn	8	2	25	0	3.12	(1w)
VD Philander	12	2	29	1	2.41	(2nb)
M Morkel	9	2	33	0	3.66	(1w)
Imran Tahir	8	2	33	1	4.12	
JH Kallis	4	1	15	0	3.75	

Match details

Toss New Zealand, who chose to field
Series 3-match series level 0-0

Test debuts RJ Nicol and CFK van Wyk (New Zealand)
Player of the match GC Smith (South Africa)

Umpires Aleem Dar (Pakistan) and SJA Taufel (West Indies)
TV umpire RA Kettleborough (England)
Match referee RS Mahanama (Sri Lanka)
Reserve umpire GAV Baxter

Close of play

- Wed, 7 Mar - day 1 - South Africa 1st innings 191/7 (JA Rudolph 46*, VD Philander 4*, 59 ov)
- Thu, 8 Mar - day 2 - New Zealand 1st innings 243/9 (TA Boult 8*, CS Martin 0*, 86 ov)
- Fri, 9 Mar - day 3 - South Africa 2nd innings 268/3 (JH Kallis 108*, JA Rudolph 13*, 90 ov)
- Sat, 10 Mar - day 4 - New Zealand 2nd innings 137/2 (BB McCullum 58*, LRPL Taylor 48*, 41 ov)
- Sun, 11 Mar - day 5 - no play

Commonwealth Bank Series - 1st final

ODI no. 3255 | 2011/12 season
Played at Brisbane Cricket Ground, Woolloongabba, Brisbane
4 March 2012 - day/night (50-over match)

Australia v Sri Lanka

Australia won by 15 runs

Australia innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
DA Warner	b Prasad	163	212	157	13	2	103.82
MS Wade†	c Herath b Kulasekara	64	99	72	4	1	88.88
SR Watson	c Thirimanne b Maharoof	21	38	25	1	0	84.00
DT Christian	c †Sangakkara b Prasad	18	16	8	2	0	175.00
DJ Hussey	c & b Herath	1	4	3	0	0	33.33
MJ Clarke*	c Jayawardene b Malinga	37	32	25	5	0	148.00
MEK Hussey	not out	19	16	10	0	2	190.00
Extras	(lb 1, w 5)	6					
Total	(6 wickets, 50 overs, 212 mins)	321	(6.42 runs per over)				

Did not bat B Lee, JL Pattinson, XJ Doherty, BW Hilfenhaus

Fall of wickets 1-136 (Wade, 23.6 ov), 2-166 (Watson, 34.2 ov), 3-223 (Christian, 30.4 ov), 4-224 (DJ Hussey, 39.1 ov), 5-288 (Clarke, 46.3 ov), 6-321 (Warner, 49.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SL Malinga	8	0	74	1	9.25	(3w)
KMDN Kulasekara	10	0	60	1	6.00	(1w)
MF Maharoof	9	0	64	1	7.11	
TM Dilshan	9	0	35	0	3.88	
KTGD Prasad	7	0	51	2	7.28	
HMRKB Herath	7	0	36	1	5.14	(1w)

Sri Lanka innings (target: 322 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
DPMD Jayawardene*	c †Wade b Lee	14	20	14	2	0	100.00
TM Dilshan	b Lee	27	33	22	5	0	122.72
KC Sangakkara†	c Watson b Lee	42	65	49	4	0	85.71
LD Chandimal	c Pattinson b DJ Hussey	14	30	27	1	0	51.85
HDRL Thirimanne	c †Wade b DJ Hussey	14	36	30	0	0	46.66
WU Tharanga	c DJ Hussey b Watson	60	99	67	3	0	89.55
MF Maharoof	c Christian b DJ Hussey	8	13	14	0	0	57.14
KMDN Kulasekara	c Doherty b DJ Hussey	73	54	43	7	3	169.76
KTGD Prasad	not out	31	46	21	2	1	147.61
HMRKB Herath	c Doherty b Watson	5	11	5	0	0	100.00
SL Malinga	c MEK Hussey b Watson	1	10	6	0	0	16.66
Extras	(b 1, lb 3, w 11, nb 2)	17					
Total	(all out, 49.2 overs)	306	(6.20 runs per over)				

Fall of wickets 1-39 (Jayawardene, 4.4 ov), 2-52 (Dilshan, 6.6 ov), 3-93 (Chandimal, 16.1 ov), 4-115 (Sangakkara, 21.3 ov), 5-125 (Thirimanne, 26.1 ov), 6-144 (Maharoof, 30.1 ov), 7-248 (Kulasekara, 41.4 ov), 8-285 (Tharanga, 45.5 ov), 9-301 (Herath, 47.4 ov), 10-306 (Malinga, 49.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
B Lee	9	1	41	3	4.55	(1nb, 4w)
BW Hilfenhaus	4	0	46	0	11.50	(1w)
JL Pattinson	5	0	49	0	9.80	(1nb, 1w)
SR Watson	9.2	0	33	3	3.53	
XJ Doherty	10	0	39	0	3.90	(2w)
DJ Hussey	8	0	43	4	5.37	(1w)
DT Christian	4	0	33	0	8.25	

Commonwealth Bank Series - 2nd final

Tweet 73

ODI no. 3256 | 2011/12 season
Played at Adelaide Oval
6 March 2012 - day/night (50-over match)

Australia v Sri Lanka

Sri Lanka won by 8 wickets (with 34 balls remaining)

Australia innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
MS Wade†	b Dilshan	14	15	19	2	0	73.68
DA Warner	c Dilshan b Malinga	100	184	140	4	1	71.42
SR Watson	run out (Maharoof)	15	42	34	0	0	44.11
MJ Clarke*	run out (Herath)	117	143	91	5	4	128.57
MEK Hussey	b Malinga	6	7	5	1	0	120.00
DJ Hussey	b Malinga	7	9	8	0	0	87.50
DT Christian	not out	4	2	4	0	0	100.00
Extras	(b 2, lb 3, w 2, nb 1)	8					
Total	(6 wickets, 50 overs)	271	(5.42 runs per over)				

Did not bat B Lee, JL Pattinson, XJ Doherty, CJ McKay

Fall of wickets 1-22 (Wade, 4.2 ov), 2-56 (Watson, 15.1 ov), 3-240 (Warner, 45.5 ov), 4-256 (MEK Hussey, 47.1 ov), 5-266 (Clarke, 48.6 ov), 6-271 (DJ Hussey, 49.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
TM Dilshan	10	0	40	1	4.00	
KMDN Kulasekara	10	0	57	0	5.70	(1w)
SL Malinga	10	1	40	3	4.00	
MF Maharoof	10	0	71	0	7.10	(1nb)
HMRKB Herath	10	0	59	0	5.90	(1w)

Sri Lanka innings (target: 272 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
DPMD Jayawardene*	lbw b Pattinson	80	118	76	8	1	105.26
TM Dilshan	c MEK Hussey b Lee	106	159	119	10	0	89.07
KC Sangakkara†	not out	51	77	57	5	0	89.47
LD Chandimal	not out	17	26	17	2	0	100.00
Extras	(b 4, lb 4, w 9, nb 3)	20					
Total	(2 wickets, 44.2 overs)	274	(6.18 runs per over)				

Did not bat HDRL Thirimanne, WU Tharanga, CK Kapugedera, MF Maharoof, KMDN Kulasekara, SL Malinga, HMRKB Herath

Fall of wickets 1-179 (Jayawardene, 27.1 ov), 2-234 (Dilshan, 38.2 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
B Lee	8	1	41	1	5.12	(3w)
CJ McKay	9	0	51	0	5.66	(1nb)
JL Pattinson	8	1	47	1	5.87	(2nb, 3w)
XJ Doherty	9	0	55	0	6.11	
DT Christian	4	0	29	0	7.25	
DJ Hussey	1	0	6	0	6.00	(1w)
SR Watson	5.2	0	35	0	6.56	

Match details

Toss Australia, who chose to bat
Series Best-of-3-finals level 1-1

Player of the match TM Dilshan (Sri Lanka)

Umpires Asad Rauf (Pakistan) and BNJ Oxenford
TV umpire PR Reiffel
Match referee BC Broad (England)
Reserve umpire SD Fry

Commonwealth Bank Series - 3rd final

Tweet 89

ODI no. 3257 | 2011/12 season
Played at Adelaide Oval
8 March 2012 - day/night (50-over match)

Australia v Sri Lanka

Australia won by 16 runs

Australia innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
MS Wade†	c †Sangakkara b Herath	49	107	74	3	0	66.21
DA Warner	c †Sangakkara b Maharoof	48	57	45	5	1	106.66
SR Watson*	c Herath b Dilshan	19	32	18	1	1	105.55
MEK Hussey	run out (Dilshan)	1	8	3	0	0	33.33
DJ Hussey	lbw b Maharoof	19	43	29	1	0	65.51
PJ Forrest	b Herath	3	10	7	0	0	42.85
DT Christian	c Jayawardene b Maharoof	19	47	26	2	0	73.07
B Lee	b Kulasekara	32	75	54	2	0	59.25
CJ McKay	c Maharoof b Herath	28	34	32	3	1	87.50
XJ Doherty	not out	5	10	8	0	0	62.50
NM Lyon	c sub (SMSM Senanayake) b Kulasekara	0	1	1	0	0	0.00
Extras	(b 2, lb 3, w 3)	8					
Total	(all out, 49.3 overs)	231	(4.66 runs per over)				

Fall of wickets 1-75 (Warner, 13.6 ov), 2-115 (Watson, 20.4 ov), 3-116 (MEK Hussey, 21.6 ov), 4-123 (Wade, 24.1 ov), 5-135 (Forrest, 26.4 ov), 6-151 (DJ Hussey, 31.6 ov), 7-177 (Christian, 37.3 ov), 8-217 (McKay, 45.5 ov), 9-231 (Lee, 49.2 ov), 10-231 (Lyon, 49.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
TM Dilshan	10	1	41	1	4.10	(1w)
KMDN Kulasekara	9.3	0	40	2	4.21	(1w)
SL Malinga	10	0	69	0	6.90	(1w)
MF Maharoof	10	0	40	3	4.00	
HMRKB Herath	10	0	38	3	3.80	

Sri Lanka innings (target: 232 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
DPMD Jayawardene*	b McKay	15	46	27	1	0	55.55
TM Dilshan	c DJ Hussey b Lee	8	12	8	2	0	100.00
KC Sangakkara†	c Watson b Lee	19	17	9	3	0	211.11
LD Chandimal	lbw b McKay	5	7	7	1	0	71.42
HDRL Thirimanne	c Warner b Watson	30	82	57	1	0	52.63
WU Tharanga	c †Wade b Watson	71	158	122	3	1	58.19
CK Kapugedera	c †Wade b McKay	7	35	18	0	0	38.88
KMDN Kulasekara	c Lyon b Lee	15	14	10	2	0	150.00
MF Maharoof	not out	18	49	24	1	0	75.00
HMRKB Herath	b McKay	0	1	2	0	0	0.00
SL Malinga	b McKay	6	12	9	1	0	66.66
Extras	(lb 9, w 12)	21					
Total	(all out, 48.5 overs)	215	(4.40 runs per over)				

Fall of wickets 1-23 (Dilshan, 2.6 ov), 2-47 (Sangakkara, 6.2 ov), 3-52 (Chandimal, 7.3 ov), 4-59 (Jayawardene, 9.3 ov), 5-113 (Thirimanne, 29.4 ov), 6-142 (Kapugedera, 35.5 ov), 7-172 (Kulasekara, 38.5 ov), 8-204 (Tharanga, 45.6 ov), 9-205 (Herath, 46.3 ov), 10-215 (Malinga, 48.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
B Lee	8	0	59	3	7.37	(3w)
XJ Doherty	8	0	49	0	6.12	(2w)
CJ McKay	9.5	1	28	5	2.84	
SR Watson	7	1	13	2	1.85	
NM Lyon	8	0	39	0	4.90	
DT Christian	8	1	21	0	2.62	

Match details

Toss Sri Lanka, who chose to field
Series Australia won the best-of-3-finals 2-1

South Africa in New Zealand ODI Series - 1st ODI

Tweet 14

ODI no. 3249 | 2011/12 season
Played at Westpac Stadium, Wellington
25 February 2012 - day/night (50-over match)

New Zealand v South Africa

South Africa won by 6 wickets (with 28 balls remaining)

New Zealand innings (50 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
RJ Nicol	c Kallis b Peterson	30	66	58	4	0	51.72
MJ Guptill	c †de Villiers b Tsotsobe	7	29	17	1	0	41.17
BB McCullum*†	c Peterson b Kallis	56	96	67	2	2	83.58
KS Williamson	c †de Villiers b Tsotsobe	55	114	69	4	0	79.71
JD Ryder	c Smith b Kallis	6	15	12	1	0	50.00
JEC Franklin	c Amla b M Morkel	32	52	37	2	0	86.48
AM Ellis	b Steyn	20	26	19	2	0	105.26
NL McCullum	b M Morkel	15	25	15	0	1	100.00
DAJ Bracewell	st †de Villiers b Peterson	0	2	3	0	0	0.00
KD Mills	not out	4	10	5	0	0	80.00
TG Southee	not out	4	1	1	1	0	400.00
Extras	(b 4, lb 10, w 7, nb 3)	24					
Total	(9 wickets, 50 overs, 224 mins)	253	(5.06 runs per over)				

Fall of wickets 1-25 (Guptill, 6.4 ov), 2-58 (Nicol, 15.3 ov), 3-137 (BB McCullum, 29.6 ov), 4-153 (Ryder, 32.6 ov), 5-194 (Williamson, 40.6 ov), 6-211 (Franklin, 44.1 ov), 7-230 (Ellis, 46.6 ov), 8-234 (Bracewell, 47.4 ov), 9-249 (NL McCullum, 49.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
LL Tsotsobe	10	1	41	2	4.10	(3nb, 1w)
M Morkel	9	0	49	2	5.44	(2w)
DW Steyn	9	0	37	1	4.11	(2w)
RJ Peterson	10	1	45	2	4.50	(1w)
JP Duminy	5	0	22	0	4.40	
JH Kallis	7	0	45	2	6.42	(1w)

South Africa innings (target: 254 runs from 50 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
HM Amla	b Southee	9	18	10	1	0	90.00
GC Smith	c Ryder b Mills	9	21	16	1	0	56.25
JH Kallis	c Williamson b Bracewell	13	26	17	2	0	76.47
JP Duminy	c & b Nicol	46	102	74	2	0	62.16
AB de Villiers*†	not out	106	151	106	3	4	100.00
F du Plessis	not out	66	72	49	9	1	134.69
Extras	(lb 1, w 5)	6					
Total	(4 wickets, 45.2 overs, 187 mins)	254	(5.60 runs per over)				

Did not bat JA Morkel, RJ Peterson, DW Steyn, M Morkel, LL Tsotsobe

Fall of wickets 1-17 (Amla, 3.6 ov), 2-17 (Smith, 4.2 ov), 3-35 (Kallis, 8.5 ov), 4-125 (Duminy, 30.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
KD Mills	7	0	27	1	3.85	
TG Southee	10	0	64	1	6.40	(2w)
DAJ Bracewell	10	1	61	1	6.10	
NL McCullum	7	0	25	0	3.57	
RJ Nicol	5	0	43	1	8.60	
AM Ellis	5	0	26	0	5.20	
JEC Franklin	1	0	5	0	5.00	
KS Williamson	0.2	0	2	0	6.00	(1w)

Match details

Toss New Zealand, who chose to bat
Series South Africa led the 3-match series 1-0

Player of the match AB de Villiers (South Africa)

Umpires CB Gaffaney and RK Illingworth (England)
TV umpire Aleem Dar (Pakistan)
Match referee RS Mahanama (Sri Lanka)

Ireland in Kenya T20I Series - 3rd T20I — Tweet 4

Kenya v Ireland

Ireland won by 2 runs

T20I no. 227 | 2011/12 season
Played at Ruaraka Sports Club Ground
24 February 2012 (20-over match)

Ireland innings (20 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
WTS Porterfield*	c Mishra b SO Ngoche	3	9	7	0	0	42.85
PR Stirling	run out (Varaiya)	0	1	0	0	0	
KJ O'Brien	c Varaiya b SO Ngoche	4	2	4	1	0	100.00
GC Wilson	run out (CO Obuya)	33	44	39	4	0	84.21
EC Joyce	b SO Ngoche	38	55	46	3	0	82.60
JF Mooney	c Allan b Varaiya	5	8	7	0	0	71.42
NG Jones	c SO Ngoche b Varaiya	0	2	1	0	0	0.00
AR White	b SO Ngoche	5	7	5	1	0	100.00
RD McCann†	b Odhiambo	1	2	2	0	0	50.00
WB Rankin	not out	7	3	6	1	0	116.66
GH Dockrell	not out	2	3	2	0	0	100.00
Extras	(b 4, lb 1, w 5)	10					
Total	(9 wickets, 20 overs)	107	(5.35 runs per over)				

Fall of wickets 1-0 (Stirling, 0.1 ov), 2-4 (O'Brien, 0.5 ov), 3-14 (Porterfield, 2.6 ov), 4-68 (Wilson, 13.1 ov), 5-87 (Mooney, 16.1 ov), 6-89 (Jones, 16.5 ov), 7-97 (Joyce, 18.1 ov), 8-98 (White, 18.3 ov), 9-102 (McCann, 19.1 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
SO Ngoche	3	0	14	4	4.66	
HA Varaiya	4	0	19	2	4.75	(4w)
JO Ngoche	4	0	23	0	5.75	
NM Odhiambo	3	0	15	1	5.00	
CO Obuya	4	0	21	0	5.25	(1w)
RG Aga	2	0	10	0	5.00	

Kenya innings (target: 108 runs from 20 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
DO Obuya†	lbw b Rankin	3	6	10	0	0	30.00
DJ Allan	st †McCann b Dockrell	1	18	7	0	0	14.28
CO Obuya*	b Rankin	42	38	38	5	0	110.52
T Mishra	c Porterfield b White	37	54	40	2	0	92.50
RR Patel	st †McCann b White	1	4	3	0	0	33.33
RG Aga	c & b Dockrell	12	10	12	0	0	100.00
AA Obanda	c Porterfield b Mooney	3	11	7	0	0	42.85
NM Odhiambo	not out	1	10	1	0	0	100.00
SO Ngoche	not out	2	2	2	0	0	100.00
Extras	(w 3)	3					
Total	(7 wickets, 20 overs)	105	(5.25 runs per over)				

Did not bat HA Varaiya, JO Ngoche

Fall of wickets 1-4 (DO Obuya, 2.4 ov), 2-6 (Allan, 3.2 ov), 3-59 (CO Obuya, 12.3 ov), 4-62 (Patel, 13.4 ov), 5-97 (Mishra, 17.6 ov), 6-100 (Aga, 18.4 ov), 7-103 (Obanda, 19.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
GH Dockrell	4	0	13	2	3.25	
PR Stirling	4	0	23	0	5.75	(2w)
WB Rankin	4	0	25	2	6.25	
JF Mooney	3	0	20	1	6.66	
AR White	4	0	18	2	4.50	(1w)
NG Jones	1	0	6	0	6.00	

Match details

Toss Ireland, who chose to bat
Series Ireland won the 3-match series 3-0

Player of the match SO Ngoche (Kenya)

Umpires S George (South Africa) and D Odhiambo
Match referee D Govindjee (South Africa)

Pakistan v England T20I Series - 3rd T20I — Tweet 38

England v Pakistan

England won by 5 runs

T20I no. 229 | 2011/12 season
Played at Sheikh Zayed Stadium, Abu Dhabi
(neutral venue)
27 February 2012 - day/night (20-over match)

England innings (20 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
KP Pietersen	not out	62	91	52	6	1	119.23
C Kieswetter†	c Shoaib Malik b Saeed Ajmal	17	21	17	1	1	100.00
RS Bopara	c †Umar Akmal b Aizaz Cheema	1	4	2	0	0	50.00
EJG Morgan	run out (Misbah-ul-Haq/Shahid Afridi)	9	15	11	0	0	81.81
JM Bairstow	b Saeed Ajmal	3	9	8	0	0	37.50
JC Buttler	lbw b Saeed Ajmal	7	19	13	0	0	53.84
SR Patel	st †Umar Akmal b Saeed Ajmal	16	9	10	1	1	160.00
SCJ Broad*	not out	6	11	7	0	0	85.71
Extras	(lb 1, w 7)	8					
Total	(6 wickets, 20 overs; 91 mins)	129	(6.45 runs per over)				

Did not bat GP Swann, JW Dernbach, ST Finn

Fall of wickets 1-29 (Kieswetter, 4.3 ov), 2-37 (Bopara, 5.4 ov), 3-62 (Morgan, 9.4 ov), 4-72 (Bairstow, 12.2 ov), 5-89 (Buttler, 15.4 ov), 6-109 (Patel, 17.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mohammad Hafeez	4	0	22	0	5.50	
Aizaz Cheema	4	0	25	1	6.25	
Umar Gul	4	0	39	0	9.75	(3w)
Saeed Ajmal	4	0	23	4	5.75	
Shahid Afridi	4	0	19	0	4.75	

Pakistan innings (target: 130 runs from 20 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
Awais Zia	lbw b Swann	23	33	28	3	1	82.14
Mohammad Hafeez	c & b Dernbach	0	5	1	0	0	0.00
Asad Shafiq	run out (Buttler/†Kieswetter)	34	48	32	3	0	106.25
Misbah-ul-Haq*	b Dernbach	28	56	32	2	0	87.50
Umar Akmal†	c Swann b Broad	22	25	23	1	0	95.65
Shahid Afridi	run out (Bairstow/†Kieswetter)	3	6	2	0	0	150.00
Hammad Azam	not out	2	3	2	0	0	100.00
Extras	(lb 7, w 5)	12					
Total	(6 wickets, 20 overs; 88 mins)	124	(6.20 runs per over)				

Did not bat Shoaib Malik, Umar Gul, Saeed Ajmal, Aizaz Cheema

Fall of wickets 1-6 (Mohammad Hafeez, 1.1 ov), 2-48 (Awais Zia, 7.2 ov), 3-76 (Asad Shafiq, 12.1 ov), 4-113 (Umar Akmal, 18.3 ov), 5-120 (Shahid Afridi, 19.2 ov), 6-124 (Misbah-ul-Haq, 19.6 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
ST Finn	4	0	31	0	7.75	(1w)
JW Dernbach	4	0	24	2	6.00	(2w)
SCJ Broad	4	0	24	1	6.00	
SR Patel	4	0	18	0	4.50	
GP Swann	4	0	20	1	5.00	(1w)

Match details

Toss England, who chose to bat
Series England won the 3-match series 2-1

Player of the match KP Pietersen (England)
Player of the series KP Pietersen (England)

Umpires Shozab Raza (Pakistan) and Zameer Haider (Pakistan)
TV umpire Ahsan Raza (Pakistan)
Match referee JJ Crowe (New Zealand)
Reserve umpire Ahmed Shahab (Pakistan)

Bangladesh Premier League - 1st semi-final — Tweet 17

Barisal Burners v Duronto Rajshahi

Barisal Burners won by 8 wickets (with 24 balls remaining)

Twenty20 match | 2011/12 season
Played at Shere Bangla National Stadium, Mirpur
28 February 2012 (20-over match)

Duronto Rajshahi innings (20 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
Shahriar Hasan	c Farhad Hossain b Yasir Arafat	2	2	3	0	0	66.66
Junaid Siddique	b Yasir Arafat	0	4	1	0	0	0.00
MN Samuels	lbw b Yasir Arafat	0	3	1	0	0	0.00
SM Ervine	run out (Ali)	82	82	61	8	3	134.42
Mushfiqur Rahim*†	run out (Yasir Arafat)	58	53	33	6	3	175.75
Abdur Razzaq	not out	32	30	19	3	2	168.42
Sabbir Rahman	lbw b Ali	0	1	1	0	0	0.00
Mohammad Sami	not out	6	1	1	0	1	600.00
Extras	(lb 3, w 1)	4					
Total	(6 wickets, 20 overs, 91 mins)	184	(9.20 runs per over)				

Did not bat Monir Hossain, Taijul Islam, Sadaan Sajib

Fall of wickets 1-2 (Shahriar Hasan, 0.3 ov), 2-2 (Junaid Siddique, 0.4 ov), 3-3 (Samuels, 0.6 ov), 4-113 (Mushfiqur Rahim, 13.1 ov), 5-171 (Ervine, 19.2 ov), 6-178 (Sabbir Rahman, 19.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Yasir Arafat	4	0	30	3	7.50	
Kabir Ali	4	0	38	1	9.50	
Farhad Hossain	1	0	15	0	15.00	
Nazmul Islam	4	0	25	0	6.25	(1w)
BJ Hodge	1	0	11	0	11.00	
Suhrawadi Shuvo	2	0	27	0	13.50	
Ahmed Shehzad	2	0	15	0	7.50	
Alauddin Babu	2	0	20	0	10.00	

Barisal Burners innings (target: 185 runs from 20 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
Ahmed Shehzad	not out	113	75	49	12	4	230.61
BJ Hodge*	b Sadaan Sajib	33	35	23	3	2	143.47
P Mustard†	c Samuels b Sabbir Rahman	33	34	20	6	0	165.00
Nazmul Islam	not out	5	4	4	1	0	125.00
Extras	(lb 1, w 4)	5					
Total	(2 wickets; 16 overs, 75 mins)	189	(11.81 runs per over)				

Did not bat Mominul Haque, Alauddin Babu, Suhrawadi Shuvo, Mithun Ali, Farhad Hossain, Yasir Arafat, Kabir Ali

Fall of wickets 1-103 (Hodge, 7.5 ov), 2-177 (Mustard, 14.5 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mohammad Sami	3	0	30	0	10.00	(1w)
SM Ervine	2	0	30	0	15.00	(3w)
Monir Hossain	2	0	25	0	12.50	
Abdur Razzaq	1	0	26	0	26.00	
MN Samuels	3	0	25	0	8.33	
Sadaan Sajib	3	0	31	1	10.33	
Sabbir Rahman	1	0	9	1	9.00	
Taijul Islam	1	0	12	0	12.00	

Match details

Toss Barisal Burners, who chose to field
Series Barisal Burners advanced

Player of the match Ahmed Shehzad (Barisal Burners)

Umpires DL Orchard (South Africa) and Sharfuddoula
TV umpire Enamul Haque
Match referee MJ Procter (South Africa)
Reserve umpire Gazi Sohel

Bangladesh Premier League - 2nd semi-final — Tweet 15

Dhaka Gladiators v Khulna Royal Bengals

Dhaka Gladiators won by 9 runs

Twenty20 match | 2011/12 season
Played at Shere Bangla National Stadium, Mirpur
28 February 2012 - day/night (20-over match)

Dhaka Gladiators innings (20 overs maximum)		R	M	B	4s	6s	SR
Imran Nazir	c Gibbs b Mohammad Hafeez	41	33	25	6	2	164.00
Awais Zia	c Nazmul Hossain Milon b Shakib Al Hasan	5	9	6	1	0	83.33
Nazimuddin	run out (Smith/†Saghir Hossain)	1	1	6	0	0	16.66
Azhar Mahmood	c Gibbs b Hammad Azam	65	52	39	6	3	166.66
Mohammad Ashraful	not out	47	53	33	4	1	142.42
Shafiul Alam	not out	27	20	11	0	3	245.45
Extras	(w 5)	5					
Total	(4 wickets, 20 overs)	191	(9.55 runs per over)				

Did not bat Mashrafe Mortaza*, Dhiman Ghosh†, Anamul Haque, Elias Sunny, Saeed Ajmal

Fall of wickets 1-21 (Awais Zia, 2.3 ov), 2-22 (Nazimuddin, 3.3 ov), 3-63 (Imran Nazir, 7.6 ov), 4-135 (Azhar Mahmood, 15.3 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Shahadat Hossain	4	0	37	0	9.25	
Mohammad Hafeez	4	0	31	1	7.75	(1w)
Shakib Al Hasan	4	0	45	1	11.25	(3w)
Abdur Razzak	2	0	22	0	9.00	
DR Smith	1	0	10	0	10.00	
Nasir Hossain	1	0	12	0	12.00	
Hammad Azam	3	0	29	1	9.66	(1w)

Khulna Royal Bengals innings (target: 192 runs from 20 overs)		R	M	B	4s	6s	SR
S Chanderpaul	c Awais Zia b Elias Sunny	25	33	22	4	0	113.63
HH Gibbs	c Elias Sunny b Mashrafe Mortaza	2	3	2	0	0	100.00
Mohammad Hafeez	run out (Mashrafe Mortaza/†Dhiman Ghosh)	24	27	18	4	0	133.33
DR Smith	c Mohammad Ashraful b Elias Sunny	1	3	3	0	0	33.33
Shakib Al Hasan*	not out	86	60	41	9	4	209.75
Nasir Hossain	c Mohammad Ashraful b Shafiul Alam	35	37	28	2	1	125.00
Hammad Azam	c Azhar Mahmood b Saeed Ajmal	1	5	3	0	0	33.33
Nazmul Hossain Milon	c Mashrafe Mortaza b Elias Sunny	0	2	1	0	0	0.00
Abdur Razzak	not out	2	11	2	0	0	100.00
Extras	(lb 4, w 2)	6					
Total	(7 wickets, 20 overs)	182	(9.10 runs per over)				

Did not bat Shahadat Hossain, Saghir Hossain†

Fall of wickets 1-5 (Gibbs, 0.6 ov), 2-51 (Mohammad Hafeez, 6.4 ov), 3-55 (Chanderpaul, 7.1 ov), 4-55 (Smith, 7.3 ov), 5-143 (Nasir Hossain, 15.6 ov), 6-148 (Hammad Azam, 16.6 ov), 7-153 (Nazmul Hossain Milon, 17.4 ov)

Bowling	O	M	R	W	Econ	
Mashrafe Mortaza	4	0	33	1	8.25	
Azhar Mahmood	4	0	47	0	11.75	(2w)
Saeed Ajmal	4	0	34	1	8.50	
Shahid Afridi	4	0	35	1	8.75	
Elias Sunny	4	0	29	3	7.25	

Match details

Toss Dhaka Gladiators, who chose to bat
Series Dhaka Gladiators advanced

Player of the match Azhar Mahmood (Dhaka Gladiators)

Umpires Enamul Haque and Nadir Shah
TV umpire Sharfuddoula
Match referee Raqibul Hasan
Reserve umpire Gazi Sohel

راہول ڈراوڈ

سچن ٹنڈولکر